سورت بہ سورت
رکوع بہ رکوع

مستند خلاصۂ مضامینِ قرآنی

تألیف
مولانا سلیم الدین شمسی

تصدیق وپسند فرمودہ

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ
مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ
مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ

ترتیب جدید و اضافات مفیدہ

محمد عمر انور

بیت العلم کراچی

سورت بہ سورت رکوع بہ رکوع

مستند خلاصہ مضامینِ قرآنی

تألیف

مولانا سلیم الدین شمسی

تصدیق و پسند فرمودہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ

ترتیب جدید و اضافاتِ مفیدہ

محمد عمر انور

بیت العلم کراچی

0300-9220023

فہرست مضامین

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين

عرض مرتب

دنیا کے ہر مذہب (خواہ وہ ارضی ہو یا سماوی) میں کچھ اصول وقوانین ہوتے ہیں جن پر وہ مذہب مشتمل ہوتا ہے اگر چہ بعد میں وہ اپنی حقیقی صورت میں موجود نہ رہے چنانچہ دین اسلام وہ واحد مذہب ہے جس کے تمام احکامات وقوانین روزاول کی طرح آج بھی حق اور قابل عمل ہیں اور وہ احکامات قرآن کریم اوراحادیث نبویہ کی صورت میں ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں، اللہ تبارک وتعالی نے دین اسلام کے تمام کلی احکامات قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں جن کی جزئیات کی تفصیل احادیث نبویہ سے ہوتی ہے۔

قرآن کریم کے نزول کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کو پڑھ کر سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے، چنانچہ اللہ رب العزت نے اپنے منتخب بندوں سے مختلف صورتوں میں بذریعہ تفسیر وتشریح اس کی خوب خدمت لی اور انشاء اللہ روز قیامت تک اسکی خدمت ہوتی رہے گی، اللہ کے انہی خاص بندوں میں سے مولانا سلیم الدین شمسی بھی ہیں جنہوں نے زیرنظر کتاب میں پورے قرآن کریم کا خلاصہ انتہائی آسان اسلوب اور شستہ زبان میں رکوع وار بیان کردیا ہے ،اس موضوع پر اس سے قبل مستند کتاب کی کافی قلت محسوس کی جارہی تھی اگر چہ کچھ کتب خلاصہ قرآن پر موجود ہیں لیکن وہ صرف اور صرف علماء کیلئے ہیں عوام کا ان سے استفادہ کرنا انتہائی دشوار ہے۔

اس کی کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اکابر علماء کرام نے اس کی تصدیق وتوثیق فرمائی ہیں جن میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی صاحبؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رشید احمد صاحب لدھیانویؒ قابل ذکر ہیں۔

بندہ نے اس کتاب سے استفادے میں آسانی کے لئے کچھ اضافات کئے ہیں مثلا ہر رکوع کے شروع میں اس رکوع کی پہلی آیت کی طرف اشارہ کردیا ہے، نیز بعض جگہ بہت اختصار تھا وہاں پر حضرات علماء سے اصلاح کروا کر اضافات کردیئے ہیں وغیرہ، دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب کو مؤلف کے لئے صدقۂ جاریہ اور پڑھنے والوں کے لئے ذریعۂ ہدایت اور بندہ کے اساتذہ اور والدین کے لئے توشۂ آخرت بنائے، آمین۔

محمد عمر انور

۸/۱۰/۲۰۰۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری وضاحت

کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ زیر نظر ''تعارف مضامین قرآن'' سورتوں، رکوعوں یا آیات قرآنی کا اردو ترجمہ یا تفسیر ہے، ہمارے نزدیک عربی متن کے بغیر صرف اردو تراجم کی اشاعت غیر درست، ناروا بلکہ ناجائز اور حرام ہے، اس میں فتنوں کو راہ پانے اور تحریفوں کے لئے چور دروازے پیدا ہونے کے بہت سے مواقع ہیں۔ اسی لئے علمائے کرام نے ہمیشہ احتیاط رکھی ہے کہ قرآن مجید کے محض ترجمہ پر مشتمل کوئی کتاب شائع نہ ہو، اور ایسی کوششوں کی ہمیشہ مخالفت کی گئی ہے۔ چنانچہ جب کبھی اس قسم کی کوئی کوشش بعض ناشرین کی طرف سے کی گئی تو نہ صرف علماء کرام بلکہ عام دیندار طبقہ نے بھی اس کو قرآن دشمنی یا کم از کم قرآن کے ساتھ نادان دوستی پر معمول کیا اور وہ مذموم کوشش پھل پھول نہ سکی آپ اپنی موت مرگئی۔

تصدیق

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

بانی جامعہ دارالعلوم کراچی

قرآن کریم کو پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کرانے کی ضرورت کسی مسلمان سے مخفی نہیں مگر یہ کام جس قدر ضروری اور اہم ہے اسی قدر احتیاط کا مقتضی ہے۔ دنیا کی دوسری کتابوں کی طرح نہیں کہ اس کا جو مفہوم جس کا جی چاہے بیان کرے یا اس کا خلاصہ مضمون نکال کر اس کو قرآن کی طرف منسوب کردے۔

مولانا سلیم الدین صاحب شمسی نے ایک خاص انداز میں خلاصہ مضامین قرآنیہ کو جمع فرمایا۔ مجھے اس پر کلمات تقریظ لکھنے کی فرمائش کی، احقر نے اپنی قلت فرصت کے سبب دارالعلوم کراچی کے دو مدرس ''مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا سلیم اللہ خان صاحب کو سپرد کیا اور ان حضرات نے اس کا مطالعہ کر کے بتلایا کہ اس تعارف مضمون میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جو مفہوم قرآنی کے خلاف ہو اس سے اطمینان ہوا۔ لیکن اس کے ساتھ پڑھنے سننے والوں کو یہ ہر وقت ملحوظ رہنا چاہئے کہ نہ یہ قرآن کا ترجمہ ہے نہ تفسیر کہ جس کے ذریعہ قرآن کے احکام اور معارف کو سمجھا جاسکے، بلکہ اسکا مقصد خود مصنف سلمہ کی تحریر کے مطابق یہ ہے کہ:

> ''زیر نظر خلاصہ قرآنی مضامین کا ایک مختصر تعارف ہے جو کم سے کم وقت میں قرآن مجید کے بعض طرزِ خطاب سے متعارف کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کو مطالعہ کرنے کے بعد قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنا ایک مبتدی کے لئے آسان ہوجاتا ہے۔''

اس مقصد کے لئے بلاشبہ یہ تعارف مضامین یا فہرست مضامین قرآنیہ ایک نہایت مفید کتاب ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس کو اسی کے مقام پر رکھا جائے، غلو نہ کیا جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نافع و مفید اور مقبول بنائیں۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ

۲ ربیع الاول ۸۲ھ

تصدیق

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

باسمہ تعالی

مولانا سلیم الدین شمسی کی تالیف ''تعارف مضامین قرآن'' کا جستہ جستہ مقامات سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ مولانا کا مقصد اس تالیف سے یہ ہے کہ قرآن کریم کے مضامین کا ایک مختصر سا تعارف اپنی بساط کے موافق لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ لوگ ''مفہوم القرآن'' جیسی ملحدانہ کتابوں کے مقابلہ میں قرآن کریم کے صحیح مفہوم تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ کتاب انشاء اللہ ایک حد تک مفید رہے گی۔ بشرطیکہ اس کو اسی مقام پر رکھا جائے جو اس کا ہے، واللہ ہو الموفق۔

احقر ولی حسن عفی عنہ دارالافتاء

مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن

تصدیق

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

حامدا و مصلیا و مسلما ! امابعد بندہ نے مولانا سلیم الدین صاحب شمسی کی زیرنظر تالیف تعارف ''مضامین قرآن'' کو متعدد مقامات سے دیکھا باجماع مسلمین کتاب اللہ کا مفہوم وہی معتبر اور صحیح ہوگا جو رسول اللہ ﷺ اور رجال اللہ (صحابہؓ ومن بعدہم) نے سمجھا ہو۔ زیرنظر کتاب میں بیان کردہ مفہوم کو اس معیار پر صحیح پایا۔

پہلے پوری سورت کا خلاصہ اور پھر ہر رکوع کا مفہوم ماشاء اللہ اختصار کے ساتھ ایسے عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ بہت معمولی استعداد رکھنے والے کے بھی ذہن نشین ہوجائے۔ اور معمولی سی توجہ دینے سے ہر سورت کا اجمالی مفہوم حفظ بھی کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولف کی اس محنت کو اہل اسلام کے لئے نافع اور مؤلف کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائیں اور شرف قبول سے نوازیں۔ وماذالک علی اللہ بعزیز۔

رشید احمد عفی عنہ

از دارالعلوم کراچی

۲۴صفر۸۲ھ یوم الجمعہ

تصدیق

حضرت مولانا محمد متین صاحب رحمہ اللہ

خطیب ونائب ناظم جامعہ دار العلوم کراچی

اس نازک دور میں ایسے لوگ کم نظر آتے ہیں جو قرآنی تعلیمات کو عوام تک پہنچانے اور احادیث نبویہ کی نشر واشاعت میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ مولانا سلیم الدین شمسی صاحب خطیب جامع مسجد برٹیورڈ وشارح مثنوی مولانا روم از ریڈیو پاکستان ان صالح نوجوان علماء میں سے ہیں جنہیں قرآن وسنت سے برابر لگاؤ رہا ہے۔ یہ شروع میں سیرت کانفرنس سے وابستہ رہے مگر اس تحریک کے کارکنوں کے ساتھ زیادہ دیر چلنا ان کے لئے دشوار ہوا تو پرویزی فتنہ کے خلاف ایک قدم اٹھایا جو بعد میں ''مقام رسالت'' کی شکل میں کامیابی سے بڑھتا رہا۔ یہ ماہنامہ جب حکومت کی طرف سے بند کر دیا گیا تو خاموشی سے قرآن وسنت کے کاموں میں لگ گئے۔

گزشتہ ماہ رمضان کے موقعہ پر آپ نے اپنی مسجد میں روزانہ تراویح میں پڑھے جانے والے حصہ قرآن حکیم کا ایک خلاصہ مرتب فرمایا جو تراویح سے قبل لوگوں کو سنایا جاتا رہا تاکہ عوام تعلیمات قرآنی سے باخبر ہوں۔ چونکہ یہ قلمبند شکل میں موجود تھا اس لئے بعض دوستوں کے اصرار پر آپ نے اسے ''تعارف مضامین قرآن'' کے نام سے ترتیب دے کر شائع کرنے کا فیصلہ فرمایا اور کراچی کے مقامی مستند وجید علماء کو اس کے ابتدائی حصے سنا کر ان سے بعض اصلاحات کے ساتھ تائید حاصل کی۔ میں نے بھی سورۂ بقرہ کی نصف پارہ کا خلاصہ سنا اور میں سمجھتا ہوں کہ اختصار کے نقطہ نظر سے یہ ایک کامیاب کوشش ہے۔ اس ''تعارف مضامین قرآنی'' کی اشاعت نہ صرف عوام بلکہ ہمارے کالجوں اور اسکولوں کے طلباء کے لئے بھی مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی کوششوں کو قبول فرمائیں اور انہیں مزید خدمت دین کا موقعہ عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد متین الخطیب کراچی

تصدیق

حضرت مولانا حامد علی صاحب رحمہ اللہ

سابق لیکچرار پشاور یونیورسٹی

سابق مدرس وناظم تعلیمات جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

قرآن پاک دنیا کے لئے ہدایت کا پیغام لایا اور دنیا والوں میں ایسا انقلاب عظیم پیدا کیا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے عرب کے چرواہوں کو حکمرانی سکھائی اور ایک غیر مہذب قوم کو تہذیب کا علمبردار بنایا۔ آج مسلمانان عالم اس پر جس قدر فخر کریں کم ہے، لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ قرآنی تعلیمات پر توجہ کم ہے اور اس پر عمل کرنے والے معدودے چند افراد نظر آتے ہیں۔ اس ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی پستی کا واحد علاج قرآنی تعلیمات ہی ہیں، بعض مسلمان اپنی دنیوی الجھنوں میں سے اتنا وقت نہیں نکال سکتے کہ تفصیل کے ساتھ اس کے معانی اور مطالب پر گہری نظر ڈال سکیں۔

مولانا سلیم الدین صاحب شمسی کو اس کا احساس ہوا اور موصوف نے اپنی کتاب قرآنی مضامین سے اس کمی کو پورا کر دیا اور ہر رکوع کا مختصر خلاصہ نکال کر مذکورہ کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ میں نے اس کے چیدہ چیدہ مضامین پڑھے اور عام مسلمانوں کے لئے ان کو مفید پایا۔ مولانا موصوف کا یہ انوکھا انداز مسلمانوں کے دلوں میں ضرور جذبہ ایمانی پیدا کرے گا۔ یہ قابل قدر کتاب ہے اور اس لائق ہے کہ کسی وقت بھی نصاب تعلیم میں اس کو داخل کیا جائے تاکہ نوجوان طبقہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ مولانا کی یہ کوشش خدا کے یہاں شرف قبولیت حاصل کرے۔

از حامد علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلّف

اسلام میں تعلیم قرآن مجید سے شروع ہوتی ہے اور اس تعلیم کے فوائد اور برکات کی ابتداء تلفظ کی صحت اور حروف کی صحیح ادائیگی سے ہوتی ہے۔

تلاوت کمالات نبوت سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں فرمایا گیا ﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ﴾ وہ ان پر اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ تلاوت میں اگرچہ معانی کی قید نہیں لیکن بہر حال کتاب اللہ محض پڑھنے ہی کی چیز نہیں ہے، بلکہ وہ ایک ہدایت نامہ ہے جس کی ہدایتوں سے باخبر ہونا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے فرمایا ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ وہ ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ چونکہ قرآن پاک کی زبان کا عالم ہونا ہر شخص کے بس کی بات نہیں، اس لئے ہر شخص بتمام و کمال قرآن کے سمجھنے اور سمجھانے کا ذمہ دار بھی نہیں ہے۔ قرآن پاک کے حقائق و معارف کا جاننا جن علوم پر مبنی ہے مسلمانوں کی اکثریت اس کو حاصل کرنے سے معذور ہے۔

علماء کرام نے مسلمانوں کی اس معذوری کو محسوس کرتے ہوئے تراجم کی بنیاد ڈالی اور ہندوستان میں سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ العزیز نے فارسی میں ترجمہ لکھا، پھر شاہ عبدالقادر شاہ رفیع الدین صاحب کے اردو ترجمے شائع ہوئے۔ زمانے کے ساتھ تراجم کی زبان نکھرتی گئی اور دور حاضر کے مترجمین نے مثلاً مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمود الحسن،

مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہم نے پچھلے تراجم وتفاسیر کی زبان میں شگفتگی پیدا کی۔ (جملہ تراجم کو بامعان نظر دیکھا جائے تو سب ایک ہی فانوس کے انوار معلوم ہوتے ہیں)۔

الفاظ قرآن کریم کے ساتھ معانی جاننے کی ضرورت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہمارے تعلیمی نصاب میں اس وقت آٹھویں کلاس تک قرآن پاک کی تعلیم ضروری قرار دے دی گئی ہے۔ یہ بڑا ہی مبارک قدم ہے۔لیکن اس کے ساتھ قرآن پاک کے بنیادی تعارف کو نہیں بھلانا چاہئے۔اسکولوں میں اس سے قبل جو دوسری مذہبی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں ان کے صرف الفاظ نہیں بلکہ معانی ومطالب بھی بچوں کے ذہنوں میں اتارے جاتے تھے۔

آئندہ نسلوں کے ذہنی نشو ونما کا انحصار اٹھنے والی نسل یعنی طلباء پر ہوتا ہے, اس لئے دینی ضرورت کے پیش نظر الفاظ قرآن کے ساتھ کم از کم اس کے بنیادی مضامین کا جاننا بھی ضروری قرار دیا جانا چاہئے۔

تعارف ''مضامین قرآن'' کو خالص اردو میں اس لئے ترتیب دیا گیا ہے تاکہ ہر استعداد کا طالب العلم قرآن پاک کے بنیادی مضامین سے متعارف ہوکر اپنے اندر علمی ذوق پیدا کرے اور اس کے مطالعہ کے بعد دوسرے تراجم اور تفاسیر سے استفادہ کی استعداد پیدا کرسکے، واللہ الموفق۔

محمد سلیم الدین شمسی عفی اللہ عنہ

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ زیرِ نظر ''تعارف مضامین قرآن'' سورتوں، رکوعوں یا آیات قرآنی کا اردو ترجمہ یا تفسیر ہے، ہمارے نزدیک عربی متن کے بغیر صرف اردو تراجم کی اشاعت غیر درست، ناروا بلکہ ناجائز اور حرام ہے، اس میں فتنوں کو راہ پانے اور تحریفوں کے لئے چور دروازے پیدا ہونے کے بہت سے مواقع ہیں۔ اسی لئے علمائے کرام نے ہمیشہ احتیاط رکھی ہے کہ قرآن مجید کے محض ترجمہ پر مشتمل کوئی کتاب شائع نہ ہو، اور ایسی کوششوں کی ہمیشہ مخالفت کی گئی ہے۔ چنانچہ جب کبھی اس قسم کی کوئی کوشش بعض ناشرین کی طرف سے کی گئی تو نہ صرف علماء کرام بلکہ عام دیندار طبقہ نے بھی اس کو قرآن دشمنی یا کم از کم قرآن کے ساتھ نادان دوستی پر معمول کیا اور وہ مذموم کوشش پھل پھول نہ سکی آپ اپنی موت مرگئی۔ ہم نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کی غرض سے زیرِ نظر کتاب کو قرآن کریم کی خصوصیات، ترتیب آیات، رموز اوقاف اور منازل وغیرہ سے الگ رکھنے کی کوشش کی ہے اور سوائے ان ضروری علامتوں کے جو خلاصے کے لئے ناگزیر تھیں دیگر خصوصیتوں سے اجتناب کیا ہے۔

سبب تالیف

رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مسجد قبا برنٹو روڈ کراچی میں تراویح کے اندر جو قرآن کریم کا حصہ پڑھا جاتا تھا میں اس کا اجمالی مفہوم اور خلاصہ اذان اور جماعت کے درمیانی وقت میں سنا دیا کرتا تھا۔ لوگوں نے اسے بڑی دلچسپی سے سنا اور بہت پسند کیا۔ پھر اختتام رمضان کے بعد بہت سے احباب اور کرم

فرماؤں نے تقاضا کیا کہ اس کو باقاعدہ شائع کردیا جائے تاکہ دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھاسکیں اور دیگر ائمہ مساجد بھی اپنی اپنی مسجدوں میں اس سلسلہ کو جاری کرسکیں۔

غرض زیر نظر کتاب قرآنی مضامین کا ایک مختصر تعارف ہے جو کم سے کم وقت میں قرآن مجید کے بعض طرز خطاب سے متعارف کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کو مطالعہ کرنے کے بعد تراجم اور تفاسیر پر مشتمل قرآن کریم پڑھنا ایک مبتدی کے لئے نہایت آسان ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ہم نے ساری احتیاطوں کے ساتھ اس میں یہ پابندی بھی رکھی ہے کہ احادیث وسنن، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ اور سلف صالحین کی تفاسیر وتراجم کے ذرائع سے حاصل ہونے والی قرآنی معلومات کا اجمالی مفہوم بلکہ صحیح تر لفظوں میں مفاہیم ومطالب کا ایک خاکہ پیش کردیا جائے۔ پھر مزید احتیاط یہ برتی گئی ہے کہ دور حاضر کے وہ علمائے کرام جو اپنے فضل وکمال اور دینی دستگاہ ومہارت کے لحاظ سے نہایت بلند مقام رکھتے ہیں ان میں سے بعض محترم شخصیتوں کی تفاسیر وتصانیف بھی پیش نظر رکھی گئیں، مثلاً ''بیان القرآن'' مولانا تھانویؒ ،ترجمان القرآن وغیرہ۔

نہ یہ کہ بعض عقلیت زدہ متجددین کی طرح اپنی خالص ذہنی پرواز اور عقلی کاشت کو ادیبانہ وشاعرانہ رنگ آمیزیوں کے ذریعے بیان کرنے کا نام ''مفہوم القرآن'' رکھ دیا جائے، اس لئے کہ قرآن فہمی کے لئے اگر ایسی ہی کھلی چھٹی ہوتی اور ہر شخص کو اختیار ہوتا کہ وہ محض اپنی عقل کے بل بوتے پر قرآن کا مفہوم سمجھے اور جو مفہوم سمجھے بلاتکلف اس کو منشاء الٰہی قرار دے اور فی الواقع وہ منشاء الٰہی ہو تو سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل فرمانے کے لئے ایک رسول کو واسطہ کیوں بنایا؟ کیا اللہ اس پر قادر نہ تھا کہ وہ اپنی اس کتاب کو یکایک زمین پر اتار دیتا اور اس کا ایک نسخہ ہر فرد بشر کے پاس آپ سے آپ پہنچ جاتا۔ اگر وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا تو عاجز تھا؟ پھر ایسی عاجز ہستی کو خدا ہی کیوں مانیئے؟ اور اگر وہ قادر تھا اور یقیناً قادر تھا تو اس نے اپنی اس کتاب کی نشر واشاعت کا یہ ذریعہ کیوں نہ اختیار کیا؟ یہ تو بظاہر ہدایت کا یقینی ذریعہ ہوسکتا تھا کیونکہ ایسے صریح معجزے اور بین خوارق عادت کو دیکھ کر ہر شخص مان لیتا کہ یہ ہدایت خدا کی طرف سے آئی ہے، لیکن خدا نے ایسا نہ کیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے توسط سے اپنی یہ کتاب بھیجی۔

ایسا کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب خود قرآن دیتا ہے، وہ ہمیں بتاتا ہے کہ خدا نے جتنے رسول بھیجے ہیں

ان کی بعثت کا مقصد یہ رہا ہے کہ وہ فرامین خداوندی کے مطابق حکم دیں اور ان کے احکام کی اطاعت کریں، وہ الٰہی قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں اور لوگ انہی کے نمونہ کو دیکھ کر اس کی اتباع کریں:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِن رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا، مگر اس لئے کہ ان کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔

یہی مقصد اس واسطہ سے قرآن کو بھیجنے کا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم سرور دو عالم ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان کرایا گیا کہ:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ [سورہ آل عمران]

اے رسول! تم کہہ دو کہ اگر تم لوگ فی الواقع اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، تب اللہ کی نظر میں تم محبوب ہو گے۔

اور یہ اس لئے کہ اطاعت الٰہی کی شکل قرآن کریم پر عمل ہے۔ لیکن قرآن کریم پر عمل اسی وقت ممکن ہے کہ جب قرآن کریم کا وہی مفہوم سمجھا جائے جو فی الواقع الٰہی منشاء و مراد ہے، اب سوال یہ ہے کہ کونسا مفہوم یقینی طور پر الٰہی منشاء و مراد ہو سکتا ہے، کیونکہ اگر کوئی یہ چاہے کہ لغت کی کوئی کتاب لے کر بیٹھ جائے اور اس میں الفاظ کے معانی دیکھ دیکھ کر قرآن کا مفہوم سمجھنا شروع کرے تو قیامت تک قرآن کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتا، کیونکہ دنیا کی ساری زبانوں کی طرح بلکہ ان سے کہیں زیادہ عربی زبان کے الفاظ اپنے معانی کے لحاظ سے سرمایہ دار ہیں۔ یعنی عربی کا ایک ایک لفظ اپنے اندر چار چار اور پانچ پانچ معنی رکھتا ہے، اس بناء پر ایسا کرنے والا اپنے ذوق و مزاج اور اپنی پسند و رجحان کے مطابق کوئی ایک معنی اخذ کرے گا، پھر کیا کوئی ایسا حتمی ذریعہ ہے کہ وہ یہ دعوی کر سکے کہ یہی معنی و مفہوم فی الواقع منشاء الٰہی ہے؟ یہ صرف رسول کر سکتا ہے جو مہبط وحی ہوتا ہے، اس لئے وہ اپنے قول و عمل سے قرآن کریم کا جو مفہوم بتائے گا حقیقتاً اور بالیقین وہ منشاء و مراد الٰہی ہوگا۔ اس بناء پر اطاعت الٰہی کی واحد شکل اتباع رسول ٹھہری۔ رسول کی یہی وہ ذمہ داری تھی، جس کا اعلان قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے کہ:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا جبکہ اس نے ان میں ایک رسول بھیجا جوان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اوران کا تزکیہ کرتا ہے اوران پر کتاب وحکومت کی تعلیم دیتا ہے۔

یہاں رسول کی تین ذمہ داریوں کا تذکرہ ہے:

۱-خدا کی آیات کوتلاوت کرکے دوسروں کوسنانا: (يَتْلُوا عَلَيْهِمْ)

۲-تزکیہ کرنا: (يُزَكِّيهِمْ)

۳-کتاب وحکمت کی تعلیم دینا: (يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ)

ظاہر ہے کہ اگر تعلیم کتاب وحکمت کا مفہوم ومدعا اور ''یتلوا علیھم'' کا مقصود ومعنی ایک ہی ہوتو یہ ایک بے فائدہ تکرار ہوگی۔ لہذا معلوم ہوا کہ فریضہ رسالت صرف اللہ کی آیات کا دوسروں تک پہنچا دینا ہی نہیں ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کران کی تعلیم بھی ہے اور تعلیم الفاظ کے سنا دینے کا نام نہیں ہے بلکہ مشکل مطالب کے حل کرنے ، مجمل باتوں کی تفاصیل بیان کرنے ، مبہم باتوں کی تشریح کرنے کوتعلیم کہتے ہیں۔ نیز تعلیم میں زبان سے سمجھانا اور عمل کرکے دکھانا دونوں چیزیں آتی ہیں اور یہی وہ تعلیم کتاب (قرآن) ہے جو احادیث وسنن کے نام سے مشہور ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تنہا کتاب اللہ کافی نہیں، اس کے ساتھ اس تعلیم کتاب (حدیث وسنن) کا رشتہ نا قابل انقطاع ہے، لہذا جوشخص کہتا ہے کہ ہم صرف کتاب اللہ کولیں گے اور حدیث وسنت کو نہ لیں گے، دوسرے لفظوں میں یہ کہ اس تعلیم و کتاب کو نہ لیں گے جو رسول کی اسی طرح ذمہ داری تھی جس طرح تلاوت الٰہی تو وہ دراصل رسالت سے اپنا تعلق منقطع کرتا ہے۔ وہ اس واسطہ کو کاٹتا ہے، جسے خود اللہ نے اپنے بندوں اور اپنی کتاب کے درمیان ایک لازمی واسطہ کے طور پر قائم فرمایا ہے۔ ایسا شخص گویا یہ کہتا ہے کہ خدا کی کتاب اسکے بندوں کیلئے کافی تھی۔ مگر خدا نے بلاضرورت یہ فعل عبث کیا (نعوذ باللہ) کہ کتاب کورسول کے ذریعہ نازل کیا اور رسول ہی کو اپنی کتاب کا معلم بنایا۔

پھر ایسا شخص جوحدیث وسنت کونظرانداز کرکے قرآن فہمی کوممکن بناتا ہے وہ دراصل فہم رسول اور ایک عامی انسان کی فہم کوایک ہی سطح پر لاکھڑا کرتا ہے، اوراپنے اس طرز عمل سے گویا وہ خم ٹھونک کرآتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ بھی ایک آدمی اور میں بھی ایک آدمی، جس خالق نے آپ کو پیدا کیا اسی خالق نے مجھے

پیدا کیا۔ بشریت کے جو جذبات و داعیات اور جو قوتیں اور صلاحیتیں اور تفکر و تعقل کی جو قابلیتیں خدا نے آپ کو دیں وہ مجھے بھی دیں۔ لہذا قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر کا مجھے بھی اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کو بلکہ ایٹم اور اسپٹنگ کے اس دور ارتقاء میں فہم رسول (نعوذ باللہ) پرانی ہو چکی ہے۔ اب تو...... مے اور ہے، جام اور ہے، جم اور۔

لیکن ایسے لوگ بھول جاتے ہیں کہ رسول کی فہم محض ایک بشر کی فہم نہ تھی اور رسول ﷺ کی تعلیم کتاب ''تاج العروس'' اور ''لسان العرب'' وغیرہ عربی لغت دیکھ دیکھ کر نہ تھی بلکہ از روئے وحی تھی۔ بس اس فرق کے ساتھ کہ الفاظ کی وحی کا تعلق ﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ﴾ کے ساتھ ہے اور اس کی بعینہ تبلیغ پر رسول ﷺ مامور تھے۔ ﴿بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ اور ان الفاظ کے معنی اور منشاء الٰہی کی تعلیم کے لئے رسول ﷺ اپنے الفاظ کا انتخاب فرما سکتے ہیں اور جہاں موقع و ضرورت ہوتی قول کے ساتھ عمل کر کے بھی بتاتے تھے۔

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [سورہ نحل]

ترجمہ: ہم نے اے رسول آپ کی طرف الذکر (قرآن) نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے آپ اس چیز کی وضاحت کریں جو ان کی طرف اتاری گئی ہے اور تاکہ وہ لوگ سوچیں۔

اس میں صاف طور سے دو باتیں دیکھی جا سکتی ہیں۔

۱- ایک چیز تو وہ ہے جو رسول ﷺ پر نازل ہوئی (وانزلنا الیک) دوسری وہ جو رسول ﷺ اس کی تبیین و توضیح کے طور پر کریں۔ یہی تبیین و توضیح ہے جو احادیث و سنن کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

۲- لوگوں کے فکر و غور کا درجہ رسول کی تبیین و توضیح کے بعد ہے۔ (لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ) گویا فکر عامہ کے کام کرنے کی صحیح راہ یہ ہے کہ پہلے رسول کی وہ تبیین و توضیح پیش نظر رہے۔ لیکن شاید ابھی یہ حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے نہ آئی ہو کہ رسول ﷺ کی توضیح اور رسول ﷺ کا اپنے قول و عمل سے بیان کردہ قرآنی مفہوم وحی پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ آیت ملاحظہ ہو۔

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ﴾ [سورہ نساء]

ترجمہ: اے رسول ﷺ! ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ لوگوں کے

درمیان تم اس طرح فیصلے کرو جس طرح اللہ تم کو دکھائے۔

اس آیت میں ﴿بِمَا اَرَاکَ اللّٰہ﴾ کا جملہ خاص طور پر قابل غور ہے، بما راءیت (جیسا کہ تم دیکھو) نہیں کہا گیا ہے، بلکہ ﴿بِمَا اَرَاکَ اللّٰہ﴾ ''جیسا کہ اللہ آپ کو دکھائے'' کہا گیا ہے۔

اراءۃ (دکھانا) اور تنزیل (نازل کرنا) اپنے مفہوم ومصداق کے لحاظ سے دو مختلف چیزیں ہیں۔ تنزیل کا تعلق اس وحی سے ہے جو الفاظ کے ساتھ نازل ہوا، ''اراءۃ'' میں وہ الہام والقاداخل ہے جو بذریعہ الفاظ نہ ہوا اور وحی کا لفظ اپنی حقیقت کے لحاظ سے اور اراءۃ دونوں کو شامل ہے۔ لہذا کھلی ہوئی بات ہے کہ جس طرح انزلنا (ہم نے نازل کیا) کا مصداق تو ہمارے سامنے ہے اور وہ ہے قرآن، اسی طرح اراءۃ کا بھی کوئی مصداق ہونا چاہئے؟ اور وہ ہے رسول ﷺ کی وہ قرآنی تعلیمات جن کا اظہار و بیان رسول ﷺ نے اپنے الفاظ واعمال کے ذریعہ وتوسط سے کیا ہے۔ اللہ کی اراءۃ تو ہے، مگر الفاظ نہیں جس کی تلاوت کی جائے۔

اب دنیا کا وہ کون شخص ہوسکتا ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ ہم جو قرآنی معارف بیان کررہے ہیں وہ اراءۃ الٰہی کے نتیجہ میں ہیں اور جب وہ یہ دعویٰ نہیں کرسکتا تو کس طرح یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اس شخص کے بیان کردہ قرآنی معارف یا مفاہیم منشاء الٰہی ہیں۔ اس کے برخلاف رسول ﷺ کی تعلیمات بلاشائبہ ریب کہی جاسکتی ہیں کہ وہی منشاء الٰہی ہیں اور اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ اسی قرآنی مفہوم پر عمل ممکن ہے جس کے بارے میں یقین کامل ہو کہ وہ خدائی منشاء ومراد ہے۔

یہ ہے وجہ قرآن فہمی کے لئے حدیث وسنت کو پیش نظر رکھنے کے لازم ہونے کی۔

ایک غلط فہمی کی وضاحت

اور اب آگے بڑھنے سے پہلے یہاں اس غلط فہمی کا دور کردینا بھی مناسب ہے جو پیدا ہوسکتی ہے، بالخصوص جب کہ حدیث وسنت سے بیزار طبائع اسے ایک مہم کے طور پر استعمال کررہی ہیں۔

وہ یہ کہ قرآن ہر شخص کو فکر وتدبر کی دعوت دیتا ہے۔

﴿وَلَقد یَسَّرنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِن مُّدَّکِر﴾

ترجمہ: ہم نے قرآن کو ہدایت کے لئے آسان کردیا ہے۔ پس ہے کوئی ہدایت چاہنے والا؟

لیکن اگر حدیث وسنت کو قرآن فہمی کے لئے لازم قرار دیا جائے تو ہر شخص کے بس کا روک نہیں کہ وہ احادیث وسنن کا ''پشتارہ'' پیٹھ پر لادے۔

یہ ایک مغالطہ ہے جو دیا جاتا ہے، کیونکہ یقیناً قرآن ہدایت رہنمائی حاصل کرنے کے لئے سہل ہے۔ عقیدہ اور عمل کی درستگی اور ایمان اور کردار کی سلامتی کے لئے یقیناً قرآن آسان ہے۔ وجود باری تعالیٰ اور توحید کے لئے قرآن جو آیات وشواہد پیش کرتا ہے، بلاشبہ وہ ایسے ہیں کہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے کے اطمینان وانشراح کے لئے بھی کافی ہیں اور اصلاح اور تقویٰ پر سیرت واعمال کو استوار کرنے کی جس طرح ہدایت دیتا ہے۔ یقیناً اس میں کوئی اینچ پیچ اور کوئی دقت ودشواری اور سختی وتنگی نہیں۔

لیکن (اور یہ لیکن نہایت اہم ہے) ہدایت ونصیحت حاصل کرنا اور بات ہے اور قرآن فہمی جس چیز کا نام ہے اور قرآنی بصیرت جسے کہتے ہیں وہ ایک دوسری بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنے جس پہلو کے آسان ہونے کا اعلان کیا ہے اس کے لئے اس نے ''الذکر'' (سبق آموزی) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ''**لاجتهاد والاستخراج**'' یعنی اس میں اجتہاد کرنا اور مسائل کا استنباط کرنا آسان نہیں بتایا۔

پھر یہ مغالطہ دینے والے حضرات اس پہلو کو بھی بھول جاتے ہیں کہ کیا قرآن فہمی کے لئے اس زبان کا جاننا بھی ضروری نہیں جس میں یہ قرآن نازل ہوا ہے۔ اگر عربی کا جاننا ضروری ہے اور یقیناً ضروری ہے تو عربی ادب کا حائل ہونا اس قرآن کریم کے سہل الفہم ہونے میں مانع نہیں تو جس طرح معنی کی تعین کے لئے علم لغت دشواری کا باعث نہیں، اسی طرح حدیث وسنت کا لازم ہونا، قرآن فہمی کے باعث دشواری نہیں بلکہ تسہیل کا ذریعہ ہے۔ اب آئیے اس بات کی طرف کہ قرآن فہمی کے لئے آثار صحابہ واقوال آئمہ اور سلف صالحین کی تفاسیر کا بھی پیش نظر رکھنا کیوں ضروری ہے؟

تو یہ اس لئے کہ جس طرح قرآن کریم از خود براہ راست ہمارے پاس نہیں آ گیا ہے اسی طرح ایسا نہیں ہوا ہے کہ رسول کی قولی وعملی تعلیمات قرآن یعنی اراءۃ الٰہی کے مظاہر ومصداق ہوا میں کہیں معلق ہوں اور وہ آج اچانک ہم پر ٹپک پڑے ہوں، بلکہ وہ نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں۔ خصوصیت سے تعلیمات رسول کا وہ حصہ جن کا تعلق عمل سے ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قرآنی مفہوم

اور الٰہی منشاء کے مطابق جو طریق عمل جاری فرمایا ہے وہ پہلے پہل اور آپ ﷺ کے سامنے صحابہ ہی میں مروج ہوا۔ اور صحابہؓ ہی کے تعامل میں رہا، پھر ان کے تعامل کو دیکھ کر دور تابعین کا تعامل ظہور پذیر ہوا۔ تابعین اس طرح بعد ہم تک وہ پہنچے ہیں۔

ساتھ ہی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی ذہنیت میں ایک طویل عرصہ کے بعد نمایاں تبدیلی پیدا ہونے لگتی ہیں اور آنے والے افراد گذرے ہوئے افراد سے اپنے آپ کو بدلا ہوا دیکھ کر پچھلے رجحانات، میلانات کو اپنے لئے اجنبی محسوس کرنے لگتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے تبدیلی ذہنیت کے لئے سو برس کا عرصہ متعین کر دیا ہے کہ سو برس کے عرصہ میں انسانی ذہنیت طبعاً متغیر ہو جاتی ہے کیونکہ سو برس میں ایک قرن ختم ہو کر دوسرے قرن کے لئے جگہ خالی کرتا ہے، ایک نسل پوری ختم ہو کر دنیا کو دوسری نسل کے ہاتھ میں چھوڑ جاتی ہے۔ انسان کے ذہنی ارتقاء کے ساتھ ذہنی تقاضے بدلتے ہیں، نظریات تبدیل ہوتے ہیں۔ نئے ترقی یافتہ نظریات سامنے آکر پچھلے تمدنی و معاشرتی رجحانات کو شکست دے دیتے ہیں۔ طرز زندگی میں نمایاں تبدیلیاں ہوتی ہیں، گویا وہ انسان جو سو برس پہلے تھا، اب نہیں رہتا۔

یہی وقت دین کے لئے کٹھن وقت ہوتا ہے۔ ہر قرن کے آغاز میں یہ خطرہ دین کے لئے قدرتی طور پر لاحق ہوتا ہے کہ نئے انسانوں کی ذہنی تبدیلیاں کہیں دینی حقائق کو بھی بدل نہ ڈالیں۔ اس قدرتی خطرہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر صدی کے سرے پر ایسے مجددین اسلام کے اٹھتے رہنے کی تدبیر کردی گئی ہے جو دین کو ان نئے انسانوں کی ذہنیت کی رعایت رکھتے ہوئے دینی اصول کو نئے استدلال طریق سے نکھار کر شکوک وشبہات کا قلع قمع کرتے ہوئے قدیم مسائل کو جدید دلائل کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لئے قرن کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِ مِأَة سَنَة مَنْ يُجدِّد لَهَا دِيْنا﴾

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال کے بعد ایسا شخص پیدا فرماتا رہے گا جو اس کے دین کو نکھار دے گا۔

ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ شیطانی وسوسے اور ضلالتوں کی خوشنمائیاں انسان کی نفسانیتوں پر ڈاکے

ڈالتی ہیں اور شیطان نے قیامت تک کی اسی لئے مہلت لے رکھی ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ سے برگشتہ کرتا رہے، اس بناء پر ہر دور میں حق پر حجابات ڈالے گئے ہیں، اور ضلالتیں رونما ہوئی ہیں، باطل کے جراثیم پھیلے ہیں اور ایسے فتنہ اٹھے ہیں جنہوں نے اسلام کے نام سے اسلام کا حلیہ تبدیل کرنا چاہا ہے اور قرآنی دعوت ہی کا نام لے لے کر زندقہ والحاد پھیلائے گئے ہیں۔ لیکن جب کبھی زمانہ اور ابنائے زمانہ نے اسلام کے حقیقی خدوخال کو مسخ کرنے کی سعی کی ہے اور اپنی مقصد برآری کے لئے قرآنی الفاظ سے کھیلنے کی کوششیں کی ہیں تو امت محمدیہ میں سے ایسے مردان کار اٹھے جنہوں نے ان ساری مذموم کاوشوں کا سدباب کیا ہے اور قرآن کی معصوم نقاب ڈالے ہوئے الحادوزندقہ کے فتنوں کی کلائیاں مروڑ دی ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دین اسلام پر ایسا کوئی وقت نہیں آئے گا، جس میں سلف صالحین کے پیرواوران کی عملی زندگی کے عملی نمونے دنیا میں موجود نہ ہوں۔

يحمل هذا العلم كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين واشمال المبطلين وتاويل الجاهلين [مشکوٰۃ]

ترجمہ: ہر پچھلے کے بعد ایسے خلف پیدا ہوتے رہیں گے جو اس علم (دین) کے حامل ہوں گے (اور) دین میں غلو کرنے اور تحریف کرنے والوں کی تلبیسوں اور جاہلوں کی رکیک تاویلوں کا پردہ چاک کرتے رہیں گے۔

اور اسی لئے ہر صدی کے درمیانی عرصہ میں وقتاً فوقتاً اٹھنے والے نت نئے فتنوں کے استیصال سے متعلق ایک اس تدبیر الٰہی کا اظہار حضور اقدس ﷺ نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ:

لاتزال من امتى امة قائمة بامر الله لايضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى ياتى امر الله هم على ذلك [متفق علیہ]

میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ امر حق پر قائم رہے گی۔ نہ ان کو کسی کا رسوا کرنا نقصان پہنچائے گا اور نہ کسی کی مخالفت انہیں ضرر پہنچائے گی۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی حالت پر ثابت قدم ہوں گے۔

ایک اور موقع پر اس طرح بشارت دی گئی ہے کہ:

ابشر و ابشر وانما مثل امتی مثل الغیب لایدری آخرہ خیر ام اولہ

ترجمہ: بشارت ہو، بشارت ہو کہ میری امت دست کی مثال بارش کی سی ہے نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا اول قطرہ نفع بخش تھا یا آخری۔

مطلب یہ کہ صدی کے آخر میں، درمیان میں بلکہ اس کے تہائی اور چوتھائی زمانوں میں بھی ایسی شخصیتوں کے وجود و بقاء کی خبر محمد الصادق ﷺ کی زبان مبارک سے جاری ہوئی ہے جو دین کی حفاظت پر مامور ہوں گی اور ہر دور کے فتنوں کا مقابلہ پورے ثبات قدم سے کرتی رہیں گی۔

انہی تجدیدی کارناموں اور سلف صالحین کی انہی جانفشانیوں اور عرق ریزی کا ایک عظیم حصہ رہا ہے جس کا تعلق قرآن کی تفاسیر سے ہے اور ان سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ باطل کیسے چولے بدل بدل کر آتا ہے اور ہمارے اسلاف کرام نے اس کا پردہ کس طرح چاک کیا، اور کیسی خوشنما ادائیں ہوتی ہیں جو کہی جاتی ہیں قرآنی معارف، لیکن وہ ہوتی ہیں الحاد و زندقہ اور انسان کو کس طرح اس قسم کے فتنوں سے بچنا چاہئے۔

یہ ہیں وہ وجوہ و اسباب جن کی بناء پر قرآن فہمی کے لئے حدیث و سنت لازم ہے اور سلف کی تفاسیر و تراجم سے استمداد کئے بغیر قرآن فہمی کی کوشش خطرناک ہے اور اسی بناء پر ہم نے شروع میں ان احتیاطوں اور پابندیوں کا تذکرہ کیا ہے جن کے دائرہ میں رہ کر یہ حقیر سی کوشش کی گئی ہے۔ خدا کرے یہ سعی مفید نتیجے پیدا کرے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سورۂ فاتحہ

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾

چونکہ قرآن حکیم کا آغاز وافتتاح اس سورۃ سے ہوا ہے اس لئے اس کو''سورۃ الفاتحہ'' کہتے ہیں۔

یہ سورت دراصل ایک دعا ہے جو خدا تعالیٰ نے قرآن کا مطالعہ شروع کرنے والوں کو سکھائی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ تعلیم بھی دی ہے کہ اللہ سے دعا کا طریقہ کیا ہونا چاہئے؟

چنانچہ اس کی ابتدائی تین آیتوں میں اس حقیقت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ انسان اگر غور کرے تو اس پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے گی کہ انسان کے جسم وروح کے قیام وبقا کے سارے لوازم اور سارے تقاضوں کا نظم اگر اللہ نہ کرتا تو پھر انسان ایک سیکنڈ بھی اس زمین پر سانس نہیں لے سکتا تھا۔ یہ اس کا رحم اور اس کی پرورش ہے جس کی وجہ سے انسان اس زمین پر قائم اور باقی ہے۔لہٰذا انسان کی قدر شناسی اور احسان شناسی دونوں کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ اس کا دل اللہ کے احسانات اور اس کی نعمتوں کے اعتراف کے جذبے سے سرشار ہو اور وہ ہر گھڑی اس کی حمد وستائش کرتا رہے۔

اس کے بعد اس درخواست کا تذکرہ ہے اور وہ طریقہ بتایا گیا ہے جو بندے کو اپنے خدا کے حضور پیش کرنا چاہئے۔یعنی اس راہ راست کی ہدایت کی استدعا جس پر چل کر انسان فلاح وسعادت حاصل کرسکے۔یہیں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس سورۃ اور قرآن کا تعلق دعا اور جواب دعا کا ہے۔ بندے نے اپنے رب سے صراط مستقیم (سیدھی راہ) کی ہدایت کے لئے دعا کی اور اس کے بعد اللہ کی جانب سے پورا قرآن رکھ دیا گیا کہ یہ ہے وہ ہدایت ورہنمائی جس کی درخواست تونے کی ہے۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو اپنے بندے کی زبان میں نازل فرمایا کہ یوں درخواست کرو اور ساتھ ہی ساتھ ہدایت ربانی کا خلاصہ بھی بتلا دیا۔

پارہ نمبر ۱
الٓمّٓ

سورۂ بقرہ

نام : اس سورۃ کا نام ''بقرہ'' اس لئے ہے کہ اس میں ایک جگہ گائے کا ذکر ہے۔ (بقرہ گائے کو کہتے ہیں) اس کو ''بقرہ'' کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں گائے کے مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ سورۃ جس میں گائے کا ذکر ہے۔ نیز بقرہ کی حکایت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان محیر العقول قدرت کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے اس کے نام میں اس کی طرف اشارہ کر دیا۔

زمانہ نزول: اس سورہ کا زیادہ تر حصہ ہجرت مدینہ کے بعد مدنی زندگی کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوا، اور کمتر حصہ ایسا ہے جو بعد میں نازل ہوا۔

مضامین: یہ سورۃ حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

(۱) قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

(۲) اس کتاب سے فائدہ اٹھانے کی چند اہم شرطیں۔

(۳) توحید کی طرف دعوت، منکرین حق کے مختلف گروہوں کی حالتوں کا تذکرہ۔ خاص طور پر نفاق کی مذمت اور منافقین کی خصلتوں اور عادتوں کا تذکرہ۔

(۴) دنیا میں منصب آدمیت، انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ انسان اس ذمہ داری کو کس طرح انجام دے سکتا ہے؟ انسانیت کی خاصیتیں اور علامتیں کیا ہیں؟ اور اس کے مقابلہ میں ابلیست کی روش کیا ہے؟

(۵) بنی اسرائیل پر اللہ کے کیسے کچھ انعامات ہوئے لیکن انہوں نے بجائے شکر گذاری کے ناشکری اور

سرکشی کی کیسی کیسی حرکتیں کیں؟

(۶) بنی اسرائیل کی اخلاقی اور مذہبی حالت پر تنقید اور ان کے بگڑے ہوئے مذہب و اخلاق کی نمایاں خصوصیتیں۔

(۷) بنی اسرائیل کی روش پر چلنے کا لازمی نتیجہ کیا ہوگا؟

(۸) ایک پیغمبر کی امت کے بگاڑ کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟

(۹) دین حق کے بنیادی اصول کیا ہیں اور خدا کی نگاہ میں اصل اہمیت کن چیزوں کو حاصل ہے؟

(۱۰) تمدن، معاشرت، معیشت اور قانون و سیاست سے متعلق اصولی ہدایات۔

(۱۱) تبلیغ دین کے لئے کس طرح اور کیسی کچھ کوششیں درکار ہیں۔

(۱۲) مخالفین کے مسلک کی اتنی وضاحت سے تردید کی گئی ہے کہ کسی صاحب عقل کو کوئی شبہ نہ رہنا چاہئے۔

(۱۳) مسلمانوں کو صبر و ثبات کی تلقین اور یہ کہ مخالفین کی عداوت و مزاحمت کے مقابلہ میں مومن کا رویہ کیسا ہونا چاہئے؟

(۱۴) اصل اعتماد صرف اللہ پر ہونا چاہئے۔ مادی اسباب کی حیثیت صرف ذریعہ کی ہوتی ہے۔

(۱۵) دین کا طاقت سے مقابلہ کرنے والوں کے خلاف نبرد آزما ہونے کی اجازت و ہدایت۔

(۱۶) ایک مومن کو اپنی سرگرمیوں میں کس طرح ہر قدم پر اللہ کی طرف رجوع ہوتے رہنا چاہئے؟ اور کس طرح بارگاہ الٰہی سے عفو مغفرت اور رحمت و نصرت کی التجائیں کرتی رہنی چاہئیں؟

سورتوں کے خلاصوں میں جو مضامین شمار کرائے گئے ہیں وہ محض اجمالی اور اختصار کے لحاظ سے ہیں ورنہ قرآنی مضامین کا احصار چند سطروں میں مشکل ہی ہے۔

یہ سورۃ تیسرے پارہ کے آٹھویں رکوع تک چلی گئی ہے۔ پہلا پارہ الم سے موسوم ہے۔ اس میں ۱۶ رکوع ہیں۔ ہر رکوع کے مضمون کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ﴾ .

سب سے پہلے قرآن کے مقصد نزول کو واضح فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ یہ قرآن ہر قسم کے شک و شبہ

سے پاک ہے اور وہ دستور العمل ہے جس کی صداقت اللہ کی جانب سے ہے۔ اور جس کے اللہ کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ پھر بتایا کہ اس سے وہی لوگ ہدایت حاصل کر سکتے ہیں جو متقی ہوں۔ پھر متقین کی شناخت اور ان کا تعارف کرایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، اور ایمان لاکر بیٹھے نہیں رہتے بلکہ ایمان کے تقاضے (اطاعت الٰہی) کو پورا کرتے ہیں، جس کی پہلی علامت نماز کا قائم کرنا ہے۔ نیز وہ زر پرست اور تنگ دل نہیں ہوتے بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں، ساتھ ہی قرآن اور قرآن سے پیشتر اللہ کی نازل کی ہوئی ساری کتابوں پر ان کا ایمان ہوتا ہے، اور ان کی ساری سرگرمیاں دنیا کے لئے نہیں بلکہ آخرت میں سرخروئی کے لئے ہوتی ہیں۔

اس کے بعد دو گروہوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک تو وہ جو کفر پر اصرار کرتے ہوئے سرے سے ضابطہ خداوندی کو تسلیم نہیں کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب مسخ ہو چکے ہیں۔

رکوع نمبر ۲ :﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾

اور دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو بظاہر مسلمانوں سے ملے جلے رہتے ہیں، مگر دراصل کفار سے ساز باز رکھتے ہیں۔ یہ منافقین ہیں، جو سمجھتے ہیں کہ ان کی منافقانہ روش ان کے لئے مفید ہوگی۔ حالانکہ ان کی روش انہیں دنیا میں بھی نقصان پہنچائے گی اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب لائے گی۔

چونکہ نفاق اسلام کی نظر میں بدترین مرض ہے۔ اس لئے اس کی خرابیوں سے آگاہ کرنے کے لئے منافقین کے چند کردار بیان کرتے ہوئے چند مثالوں سے نفاق کو واضح کیا ہے۔

رکوع نمبر ۳ :﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾

اس رکوع میں تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے توحید کی دعوت دی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ عبادت و اطاعت صرف اللہ وحدہ لاشریک کی ہونی چاہئے اور اس کے لئے بطور دلیل کے کہا گیا ہے کہ جس خدا نے تمہاری پرورش اور بقاء کے لئے زمین و آسمان، بارش اور پھل وغیرہ جیسے عظیم الشان سامان اور انعامات عطا فرمائے ہیں، وہ ایک ہی ہے، اس کا کوئی مد مقابل اور شریک نہیں ہے، لہٰذا اسی کی اطاعت کرو، اور اطاعت کا مطالبہ اس بات کو لازم ہے کہ احکام الٰہی معلوم ہوں۔ اس لئے بتایا کہ انہی احکام الٰہی پر مشتمل یہ قرآن ہے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے، اور اس کے کلام الٰہی میں شبہ کرنے والوں کو للکارا گیا ہے اور قرآن کریم کی سورتوں جیسی کوئی

ایک سورۃ بنالاؤ اور اس کام میں اللہ کے سوا جن کو حامی و کارساز سمجھتے ہو سب کو مدد کے لئے بلالو۔ پھر اگر کوئی یہ کام نہ کرسکے اور ہرگز نہیں کرسکتا تو قرآن کو جھٹلا کر جہنم مول نہ لو، پھر ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی ہے جو ایمان اور عمل صالح کے پیکر بنیں گے۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَة﴾

گذشتہ رکوع میں توحید اور بندگی رب کی دعوت اس زاویہ نگاہ سے دی گئی تھی کہ اللہ ہی خالق و رب ہے۔ لہذا اسی کی اطاعت کرنی چاہئے۔ اب اس رکوع میں اسی دعوت کو اس زاویہ نگاہ سے پیش کیا گیا ہے کہ اس دنیا میں انسان اگر اپنے تخلیق کے مقصد کو سمجھے تو ناممکن ہے کہ وہ اللہ پر ایمان اور احکام الٰہی پر عمل نہ کرے۔ اس مقصد کو سمجھانے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ نے انہیں خلافت ارضی (یعنی زمین پر خلافت الٰہی قائم کرنے) کے لئے پیدا کیا، اس منصب کی ذمہ داریوں کو انجام دینے کے لئے علم اور اختیارات سے بہرہ ور کیا، فرشتوں کو ان کے سامنے سر اطاعت جھکا دینے کا حکم دیا۔ ابلیس نے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کردیا اور اس طرح قیامت تک وہ انسان کا دشمن بنا۔ سب سے پہلے اس نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام کو بہکایا۔ لیکن ان دونوں برگزیدہ ہستیوں نے توبہ واستغفار کیا۔ اور اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

یعنی اب اولاد آدم (انسان) کا کام یہ ہے کہ وہ اس خلافت ارضی کی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ احکام الٰہی سے سرکشی کرکے ابلیس کے پیروکار نہ بنیں۔ اگر کبھی بھول چوک ہوجائے تو حضرت آدم علیہ السلام وحضرت حوا علیہ السلام کی طرح فوراً اللہ کی طرف رجوع کریں اور توبہ واستغفار کریں۔ جو لوگ اس روش پر چلیں گے وہ دنیا و آخرت میں کامیاب رہیں گے، جو غفلت وانکار کریں گے وہ نامراد و ناکام رہیں گے۔

رکوع نمبر ۵: ﴿یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ﴾

اس رکوع میں بنی اسرائیل (یہود) سے خاص طور پر خطاب ہے۔ کیونکہ اللہ کی کتاب (توریت) ان کو دی گئی تھی، ان سے کہا گیا ہے کہ یہ قرآن کسی نئے دین کی طرف دعوت نہیں دے رہا ہے بلکہ اس کی دعوت اسی اصل دین کی طرف ہے جو توریت کی دعوت تھی۔ پہلے تم کو یہ چیز دی گئی تھی، مگر اس ہدایت پر قائم نہ رہے، اور توریت میں من مانی کرتے رہے، اب جبکہ یہ قرآن نازل ہوا ہے تو جانتے بوجھتے اس کا انکار کرکے اول کافر نہ بنو۔ نماز

قائم کرو، زکوۃ دو، صبر اور نماز وہ بڑی روحانی قوتیں ہیں جن سے اصلاح نفس اور انقلاب حال میں مدد لی جاسکتی ہیں۔ ساتھ ہی یہودیوں کے اخلاقی و دینی بگاڑ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۶ ﴿یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ﴾

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے جیسے کچھ انعامات سے نوازا تھا، اس رکوع میں ان کے تذکرے کی ابتداء ہوئی ہے اور رکوع نمبر ۱۵ تک یہ سلسلہ چلا گیا ہے۔ انعامات کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس قوم نے کس طرح ایک ایک نعمت کا کفران کیا، اور پھر اس کی پاداش میں یہ قوم کس طرح ذلیل و خوار ہوئی۔ ان ساری تفصیلوں سے مسلمانوں کو یہ سبق دینا ہے کہ جو قوم خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت سے اعراض کرتی ہے اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اور یہ کہ مسلمان ان کمزوریوں، مذہبی غلط فہمیوں اور اعتقادی گمراہیوں کے ان سارے نشانات سے آگاہ رہیں، جن میں بنی اسرائیل مبتلا ہوئے۔ اور اسی آگاہی کی بناء پر مسلمان ان گمراہیوں کے شکار نہ بنیں اور اس پستی میں گرنے سے بچیں جس میں بنی اسرائیل گرے۔ ساتھ ہی ضمناً کہیں کہیں نصرانیت کی اعتقادی و عملی گمراہیوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

بنی اسرائیل پر اللہ کے فضل و انعامات سے متعلق سب سے پہلے اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ نے ان کو کتاب و فرقان (توریت) کا عطیہ دیا اور انہیں مصر کے فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دی، لیکن بجائے اس کے کہ بنی اسرائیل اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے، بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے اور گوسالہ پرستی (بچھڑے کی پوجا) شروع کردی۔ ان کے دلوں میں وحی الٰہی پر کامل یقین نہ تھا۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ جب تک اللہ کو اپنی آنکھوں سے اعلانیہ نہ دیکھ لیں گے ایمان نہ لائیں گے۔ اس پر اللہ نے انہیں سزا دی۔

پھر دوسرا الٰہی انعام یہ تھا کہ صحرائے سینا کی بے آب و گیاہ اور دھوپ میں تپتی ہوئی سرزمین میں اللہ نے بادلوں کے ذریعہ سائے کا انتظام کیا اور من و سلویٰ غذا کے لئے نازل کیا۔ لیکن بنی اسرائیل نے ان نعمتوں کی ناشکری کی۔

پھر بنی اسرائیل کو اللہ نے جب فتح و کامرانی عطا کی تو عبودیت و نیاز کے ساتھ بستی میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ مگر بنی اسرائیل نے اپنے آپ کو غرور اور غفلت کا شکار بنا ڈالا۔

رکوع نمبر ۷: ﴿وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ﴾

بنی اسرائیل کے لئے اللہ نے پانی کا یہ انتظام کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے پر بارہ چشمے چٹان سے جاری کر دیئے۔ لیکن اسکی بھی بنی اسرائیل نے قدر نہ کی اور کام و دہن کی لذتوں کے طالب ہوئے۔ نیز انبیاء علیہ السلام کے قتل کا وبال مول لیا، جس کے نتیجہ میں ان کے حق میں ذلت و مسکنت سے دوچار ہو جانے کا نکلا۔

رکوع نمبر ۸: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ﴾

سب سے پہلے اجمالی طور پر یہ بتایا ہے کہ یہودیت و نصرانیت کی گروہ بندیاں دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار نہیں کر سکتیں، بلکہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان اور صالح عمل نجات و سعادت کے ضامن ہیں۔

اس کے بعد اس عہد کا تذکرہ ہے جو کوہ طور کے دامن میں بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا، کہ وہ تورات پر قائم رہیں گے اور احکام الٰہی کی اطاعت میں سرگرمی رکھیں گے، لیکن بنی اسرائیل اپنے اس عہد سے پھر گئے، نیز وہ قتل نفس میں بے باب ہو گئے، جو شریعت الٰہی کی رو سے انسان کا سب سے بڑا جرم ہے۔ اسی سلسلہ میں بنی اسرائیل نے ایک ناحق قتل کیا، قاتل کی شناخت نہیں ہو رہی تھی تو اللہ نے حکم دیا کہ ایک گائے ذبح کرو، اور مقتول کی لاش کو اس کے ایک حصہ سے ضرب لگاؤ۔ اس پر بنی اسرائیل ٹال مٹول کرنے لگے۔ آخر بڑی حیل و حجت کے بعد وہ آمادہ ہوئے۔

رکوع نمبر ۹: ﴿وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ﴾

اس رکوع میں مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کی ان گمراہیوں اور جرموں کو دیکھتے ہوئے کیا تم ان سے یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہاری دعوت پر ایمان لے آئیں گے۔ حالانکہ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے کتاب اللہ (تورات) میں تحریف کی، اور کچھ ایسے ہیں جو منافقانہ روش رکھتے ہیں، اور کچھ ایسے ہیں جو بے بنیاد آرزوؤں کو لئے بیٹھے ہیں اور ان کے پیشواؤں کے کام یہ ہے کہ اپنی خود ساختہ باتوں کو لکھتے اور اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے، نیز یہ بنی اسرائیل اس باطل زعم میں مبتلا ہیں کہ ہم خواہ کچھ کریں، چونکہ ہم یہودی ہیں، اس لئے جہنم کی آگ ہم پر حرام ہے، اور اگر سزا بھی ہوئی تو معدودے چند دن۔ حالانکہ جنت و جہنم کی تقسیم یہودیت و نصرانیت پر نہیں ہے، بلکہ اس کا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو متنبہ کیا

جا رہا ہے کہ کہیں تم بھی اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ چاہے ہمارا عمل کچھ ہی کیوں نہ ہو، ہماری 'مسلمانیت'' ہم سے جہنم کی آگ کو دور رکھے گی۔

رکوع نمبر ۱۰:﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ﴾

اس رکوع میں اس عہد کی ذرا تفصیل ہے، جس کا تذکرہ رکوع نمبر ۸ میں کیا گیا ہے، یہ عہد ان باتوں کا تھا:

۱-عبادت واطاعت اللہ ہی کی کریں گے۔

۲-والدین، قرابت داروں، یتیموں اور مساکین سے حسن سلوک۔

۳-شیریں گفتاری اور صدق کلامی۔

۴-نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ دینا۔

۵-ناحق قتل نفس سے احترام اور ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر نہ کریں گے۔

لیکن بنی اسرائیل نے اپنے اس عہد کی ایک ایک دفعہ کی نہایت بیباکی اور ڈھٹائی سے خلاف ورزی کی۔

رکوع نمبر ۱۱: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد پے در پے انبیاء آئے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی، اور سارے انبیاء تورات ہی کی تعلیم دے رہے تھے۔ مگر بنی اسرائیل نے کبر وغرور سے کام لیا، کسی رسول کی تکذیب کی اور کسی کو قتل کرنے کا وبال مول لیا۔ تا آنکہ یہ قرآن نازل ہوا، یہ بھی اسی دین کی طرف بلا رہا ہے جو تورات کا ہے اور تورات کی تصدیق کرتا ہے اور نزول قرآن سے پیشتر یہ بنی اسرائیل توریت کی پیشین گوئی کی بناء پر دعا کرتے تھے کہ اللہ اس نبی کو مبعوث فرمائے گا تاکہ وہ کفار کے مقابلہ میں فتحیاب ہوں، لیکن جب نبی اور اس نبی پر نازل کردہ کتاب (قرآن کریم) آگئی تو انکار وسرکشی کر رہے ہیں۔ یقیناً ان کی یہ روش لعنت کی سزاوار ہے۔ پھر بنی اسرائیل کو اپنی روش بدلنے اور سمع واطاعت کی تاکید کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱۲:﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

یہودی صرف حضور ﷺ ہی کے دشمن نہ تھے بلکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی برا بھلا کہتے۔ اس پر بنی اسرائیل کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ جو جبریل کا دشمن ہے وہ دراصل اللہ کا دشمن ہے۔ اس کے بعد واضح الفاظ میں اعلان کیا گیا ہے کہ یہ قرآن اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے۔ اس سے کفر سرکش اور باغی لوگ کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس جب اللہ کا کوئی رسول تورات کی تصدیق کرتا ہوا آیا تو ان کے ایک گروہ نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا اور ان چیزوں کی پیروی کرنے لگے جو شیطان کی بتلائی ہوئی ہیں، اور اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے، حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے نہیں بلکہ ان شیطانوں نے کفر کی روش اختیار کر رکھی ہے کہ وہ جادوگری کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے ہیں جو بابل میں اتارے گئے اور وہ لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب غلط ہے۔ اس طرح ایسے عمل کے سیکھنے سکھانے کا چلن شروع ہو گیا جو بیوی اور شوہر کی درمیان جدائی کرادے اور پھر یہ لوگ اپنی نفسانی پیاس بجھاتے رہیں، یہ اخلاقی زوال کا وہ انتہائی درجہ تھا جس میں بنی اسرائیل مبتلا ہوئے۔

رکوع نمبر ۱۳: ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا﴾

یہودی مجلس نبوی میں رسول ﷺ سے خطاب وکلام میں ذو معنی الفاظ بولتے تھے۔ مثلاً کبھی ان کو یہ کہنا ہوتا کہ ذرا ٹھہریئے، ہمیں یہ بات سمجھ لینے دیجئے، تو "راعنا" کہتے، جس کا ایک مطلب تو یہ تھا کہ ہماری رعایت کیجئے اور دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہوتا ہے کہ تو (نعوذ باللہ) جاہل اور احمق اور چرواہا ہے۔ چند مسلمانوں نے بھی کبھی اس طرح کے الفاظ استعمال کئے۔ اس پر اس رکوع میں مسلمانوں کو سبق دیا گیا ہے کہ ایسے ذو معنی الفاظ کی استعمال سے احتراز کریں۔ ساتھ ہی یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر بنی اسرائیل کی دیکھا دیکھی تم نے خطاب وکلام میں وہی طریقہ اختیار کیا تو کیا کل کو اپنے رسول ﷺ سے اسی قسم کے سوالات اور مطالبے کرو گے جو اس سے پہلے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کئے تھے؟ پھر آخر میں یہ کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل یہ کہا کرتے ہیں کہ جنت کے مستحق وہی ہوں گے جو یہودی یا نصرانی ہیں۔ قرآن نے کہا کہ یہ ان کی محض تمنائیں ہیں جن کو اس طرح کہہ رہے ہیں۔ گویا حقیقت میں ایسا ہی ہوگا۔ حقیقت میں تو یہ ہوگا کہ جو اپنی زندگی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور نیک عملی کی روش پر گامزن رہے وہ جنت اور اس کی نعمتوں کا مستحق ہوا۔

رکوع نمبر ۱۴: ﴿وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصَارٰی عَلٰی شَیْءٍ﴾

اس رکوع میں پہلے اہل کتاب کی گروہ بندیوں نے اختلافات کو بتایا ہے کہ یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے پاس حق کا کوئی شائبہ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں۔ حالانکہ دونوں ہی کتاب پڑھتے ہیں اور اسی

طرح کے دعوے مشرکین عرب بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ نجات کا دارومدار نہ یہودیت پر ہے نہ نصرانیت پر۔ بلکہ اس دین کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے پر ہے۔ جس کی اصل حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزماں ﷺ تک رہی اور جس کا مستند دستور العمل اب قرآن حکیم ہے۔ ساتھ ہی ان اہل کتاب کی یہ گمراہی بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ کا تصور مادی انسان جیسا رکھتے ہیں، جسکی نسل اور جس کا نسب چلتا ہے۔ حالانکہ اللہ ان چیزوں سے پاک ہے (نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور یہودی حضرت عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں)۔

پھر بتایا ہے کہ یہود و نصاریٰ تو اس وقت خوش ہوں گے جب اے رسول ﷺ آپ ان کی پیروی کریں، حالانکہ ہدایت تو بس صرف اللہ کی ہدایت ہے، اس کی پیروی کرنی چاہیے، چاہے کوئی خوش ہو یا ناراض۔

رکوع نمبر ۱۵: ﴿يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ﴾

اس رکوع میں بنی اسرائیل کو ان نعمتوں اور فضیلتوں کی یاددہانی کراتے ہوئے، جو اللہ کی جانب سے ان پر ہوتی رہی تھیں، ان کو قیامت کا خوف دلایا گیا ہے، پھر چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد امامت کا منصب ان کی نسل کی اس شاخ کو ملا تھا جو حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے چلی تھی اور بنی اسرائیل کہلائی۔ اس لئے اس رکوع میں یہ بات سمجھانے کے لئے کہ امامت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس نسل کی میراث نہیں ہے، بلکہ اس سچی اطاعت اور فرماں برداری کا پھل ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ہستی کو گم کر دیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قربانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی اس کا تذکرہ ہے اور یوں بتایا جا رہا ہے کہ یہ رسول ﷺ وہی ہیں جن کا ذکر دعائے ابراہیم میں تھا، اور یہ امت مسلمہ وہی ہے جس کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی، اور یہ کتاب (قرآن کریم) بھی وہی ہے جس کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں کہا تھا کہ پروردگار وہ رسول ﷺ مبعوث فرما جو لوگوں کو الکتاب کی تعلیم دے۔ لہٰذا بنی اسرائیل کو تو خاص طور پر اس قرآن کریم اور رسول ﷺ پر ایمان لانا چاہیے۔

ایک اہم وضاحت

یہود و نصاریٰ پر تنقید سے متعلق قرآن کی بیان کردہ اس روداد کو پڑھتے وقت وہ حدیث بھی یاد رکھنی چاہیے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم بھی آخر کار گذشتہ امتوں کی روش پر چل کر رہو گے، یہاں تک کہ اگر وہ کسی

گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو تم بھی اس میں گھسو گے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ گزشتہ امتوں سے کیا یہودی ونصاریٰ مراد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون؟

پھر ہمیں اپنی موجودہ زندگی اور طرز عمل کا بھی جائزہ لینا چاہئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ کہاں کھڑے ہیں ؟اور کدھر جارہے ہیں؟

رکوع نمبر ۱۶: ﴿وَمَن يَّرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ﴾

اس رکوع میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین بھی یہی اسلام تھا اور انہوں نے اپنے بیٹوں اور ان کی اولاد کی اولاد کو بھی یہی وصیت کی تھی کہ ہمیشہ مسلمان رہیں، اسلئے یہودیوں یا نصرانیوں کا یہ کہلانا بے اصل ہے کہ یہودیت یا نصرانیت اختیار کرلو، تب ہدایت کی راہ پاؤ گے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرکین میں سے نہ تھے اور نہ وہ یہودیت یا نصرانیت کی گروہ بندیوں میں سے تھے، یہ تو سب بعد کی پیداوار ہے۔ لہذا ملت ابراہیم کی یکسو ہوکر اتباع ہدایت ہے۔ اور ملت ابراہیمی کی اتباع یہ رسول ﷺ اور یہ مومنین ہی کررہے ہیں، لہذا جو ملت ابراہیمی سے اعراض کرتا ہے اس کی عقل ماری گئی ہے۔ اس بناء پر اہل کتاب راہ ہدایت پر اس وقت سمجھے جائیں گے جب وہ رسول ﷺ اور رسول ﷺ کے صحابہؓ کی طرح ایمان لائیں۔

پارہ نمبر۲
سیقول

رکوع نمبر ۱۷: ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَاوَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانَتْ﴾

ہجرت کے بعد حضور ﷺ سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے، پھر رجب یا شعبان ۲ ہجری میں کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آیا۔ اس پر اہل کتاب نے بہت ناک بھوں چڑھائی اور اعتراضات کئے تھے۔ اس رکوع میں ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے کہ جن لوگوں کے دماغ تنگ ہوتے ہیں، نظر محدود ہوتی ہے اور سمت اور مقام کے بندے ہوتے ہیں، وہی یہ گمان کر سکتے ہیں خدا کسی خاص سمت میں مقید ہے۔ حالانکہ مشرق و مغرب سب اللہ کے لئے ہیں، کسی سمت کو قبلہ بنانے کے معنی یہ نہیں کہ اللہ اسی طرح ہے، دوسرے یہ کہ ان سارے گروہوں کا کوئی ایک قبلہ نہیں بلکہ مختلف گروہوں کے مختلف قبلے ہیں، ایک کا قبلہ اختیار کر کے بس ایک ہی کو راضی کیا جا سکتا ہے۔ دوسروں کا جھگڑا بدستور باقی رہے گا اور رسول ﷺ کا یہ کام نہیں کہ لوگوں کی خوشنودی کی خاطر لین دین کے اصول پر مصالحت کیا کریں۔ بلکہ اللہ نے جو حکم دیا ہے اس پر جم جانا ہے۔ نیز گذشتہ رکوعوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی تعمیر کعبہ کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اس طرح کعبہ کو قبلہ بنانے کی وجہ باآسانی سمجھی جا سکتی ہے کہ یہ کعبہ تعمیر ہی اس لئے ہوا تھا کہ امت مسلمہ کا قبلہ بنے۔ نیز اس رکوع میں امت مسلمہ کی امامت کا اعلان ہے کہ یہ ''امت وسط'' برپا ہی اس لئے کی گئی ہے تاکہ دنیا کے سامنے حق کی شہادت دے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ لہذا اب دنیا کی امامت و قیادت اس امت کے لئے ہوگی (بشرطیکہ یہ اپنی ان ذمہ داریوں کو انجام دیتی رہی جن کی خاطر یہ برپا کی گئی ہے)۔

رکوع نمبر ۱۸: ﴿وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾

اس رکوع میں کعبہ کے اسی قبلہ بنائے جانے کا ذکر و سلسلہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ کعبہ کا قبلہ بنایا جانا رسول اکرم ﷺ کی بعثت اور قرآن جیسی کتاب کا نازل کیا جانا وہ نعمتیں ہیں جن کا شکر ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

نیز نیک عملی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش اور اللہ سے خوف کی تعلیم ہے۔

رکوع نمبر ۱۹: ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ﴾

اس رکوع میں مسلمانوں کو صبر اور نماز پر ثابت قدم رکھنے کی تعلیم ہے اور بتایا ہے کہ اسی طرح اللہ کی مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ پھر اللہ کی راہ میں جان دے دینے کو زندگی کہا گیا ہے اور اعلان کیا گیا ہے کہ شہید زندہ ہوتے ہیں، انہیں مردہ نہ کہا کرو۔ پھر بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے اپنے وفاداروں کو آزماتا ہے اور ان وفاداروں کی جانب سے صبر وثبات کا ثبوت دے دینے کے بعد پھر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ حج کرنا بھی رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ پھر ایسے آدمیوں پر جو حق کو چھپاتے اور قرآنی تعلیم سے روگردانی کرتے ہیں لعنت کی گئی ہے۔ بعد یہ بتایا گیا ہے کہ انسان سے لغزش ہو ہی جاتی ہے، لیکن اس وقت صحیح طرز عمل یہ ہے کہ توبہ واستغفار کیا جائے اور نیک عملی کی زندگی گذارنے کا عہد کیا جائے، جو لوگ ایسا کریں گے وہ یقین رکھیں کہ اللہ معاف فرمانے والا ہے۔

رکوع نمبر ۲۰: ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ﴾

اس رکوع میں کائنات کے اندر پھیلی ہوئی چند قدرتوں اور نشانیوں کا تذکرہ کرکے سمجھایا گیا ہے کہ اگر انسان عقل وہوش سے کام لے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ توحید کا اعتراف نہ کرے، لیکن کتنے ناسمجھ ہیں وہ لوگ جو دن رات اللہ کی ان قدرتوں اور نشانیوں اور انسانوں پر ان انعامات الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اسکے باوجود مخلوق کو اللہ کا شریک گردانتے ہیں اور ان شریکوں سے اتنی محبت رکھتے ہیں جتنی اللہ سے ہونی چاہئے۔ اسکے برخلاف مؤمنین صرف اللہ سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ پھر بتایا ہے کہ قیامت میں ان مشرکین کو معلوم ہوجائے گا کہ اللہ کتنی زبردست قوت والا ہے۔ وہاں ان کے شرکاء کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ سب ساتھ چھوڑ دیں گے اور یہ مشرکین حسرتوں اور پشیمانیوں سے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور جہنم سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

رکوع نمبر ۲۱: ﴿یَا اَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا﴾

اس رکوع میں چند حرام چیزوں (مردار، خون، سور کا گوشت، غیر اللہ کے نام پر پکائی ہوئی چیزوں) کا ذکر ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ صرف حلال چیزوں کو اپنا رزق بنانا چاہئے۔ رزق نہ صرف حلال ہو بلکہ طیب بھی ہو، یعنی جائز طریقہ سے حاصل بھی کیا گیا ہو۔ نیز جو لوگ رشوتیں کھاتے ہیں، ان کے لئے سخت وعید ہے کہ وہ اپنے پیٹ

کو آگ سے بھرتے ہیں، قیامت کے دن نہ اللہ ان سے بولے گا اور نہ پاکیزہ ٹھہرائے گا۔ ساتھ ہی جو لوگ احکام الٰہی سے سرتابی کرتے ہیں، ان کے حق میں کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے ہدایت کے عوض گمراہی کو اور اللہ کی مغفرت کے بدلے عذاب کو خریدا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ ان کے لئے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

رکوع نمبر ۲۲: ﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾

اس رکوع میں نیکی کی حقیقت کو بتایا گیا ہے کہ نیکیاں تمہارے اپنے اپنے تصورات کی کاشت کا نام نہیں ہے، بلکہ خدا جن باتوں کو نیکیاں قرار دیتا ہے، وہ نیکیاں کہلانے کی مستحق ہیں اور ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) اللہ، اللہ کے رسولوں، ملائکہ، اللہ کی کتابوں اور یوم آخر پر ایمان۔

(۲) اللہ کی محبت میں مستحق لوگوں پر مال کا خرچ کرنا۔

(۳) نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا۔

(۴) ایفائے عہد۔

(۵) احکام الٰہی کی اطاعت میں جو مشکلات اور سختیاں پیش آئیں، ان پر صبر و ثبات۔

پھر اسلام کے کچھ تعزیری اور فوجداری قوانین کا بیان ہے اور پھر یہ حکم ہے کہ موت کے وقت قرآن کے اصولوں کے مطابق اپنے مال میں تمہیں وصیت کرنی چاہئے۔

رکوع نمبر ۲۳: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى﴾

اس رکوع میں رمضان کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن کریم جیسی کتاب ہدایت نازل ہوئی، جس نے انسان کو اس کے مجد و شرف سے آگاہ کیا۔ نیز رمضان کے روزوں کی فرضیت کا اعلان ہے۔ اور ان روزوں کے اس مقصد کا اظہار کہ تقویٰ حاصل کرنے کا یہ ایک بہترین نسخہ ہے، پھر روزوں سے متعلق مریضوں، مسافروں اور روزوں کی مطلقاً طاقت برداشت نہ رکھنے والوں کے لئے رعایتوں کا ذکر ہے کہ مریض جب صحت پا جائیں اور مسافر کا سفر جب ختم ہو جائے تو چھوڑے ہوئے روزے پورے کر سکتے ہیں اور مذکورہ قسم کے بوڑھے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کا کھانا دیں۔ اس کے علاوہ بعض دوسرے روزے کے مسائل کا بیان ہے۔ ساتھ ہی اعتکاف کی ترغیب اور اس کے کچھ مسائل کا ذکر ہے۔ پھر آخر میں کسی طرح کی بے ایمانی کر کے کسی کی ملکیت سے فائدہ اٹھانے کو سختی سے روکا گیا ہے، اور رشوت پر بندش لگائی گئی۔

رکوع نمبر ۲۴: ﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ﴾

اس رکوع میں ہلال کے بارے میں بعض لوگوں کے استفسار کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ ہلال تمہارے لئے اوقات کار بتانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ نیز موسم حج کا وقت اس سے معلوم کر سکتے ہو۔ پھر بعض آداب معاشرت کی تعلیم دے کر جہاد اور قتال فی سبیل اللہ پر ابھارا گیا ہے۔ اور مسجد حرام (کعبہ) کے آس پاس جنگ سے روکا گیا ہے، سوائے اس کے کہ دشمن خود ہی لڑنے لگیں۔ اسی سلسلہ میں حرمت والے مہینوں کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد حج اور عمرہ کے احکام بیان کرتے ہوئے ان کے چند مسائل کا تذکرہ ہے۔

رکوع نمبر ۲۵: ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو حج کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ ضمناً یہ بتایا ہے کہ حج کے زمانہ میں وہاں تجارت کی جاسکتی ہے۔ (مگر محض تجارت کی خاطر حج ناروا ہے) پھر حج کے ایک رکن عرفات میں قیام کا تذکرہ کرتے ہوئے وہاں ذکر الٰہی کی تعلیم ہے اور اس جگہ اللہ سے دعائیں کرنے کی ترغیب ہے۔ ساتھ ہی ایام تشریق کا تذکرہ ہے، پھر لڑائی جھگڑا کرنے والوں کی برائیاں بیان کی گئی ہیں تاکہ حج کے زمانہ میں حرم کے اندر اس کا شدت سے لحاظ رکھا جائے۔ پھر اسلام میں پوری طرح آجانے کی ہدایت ہے۔

رکوع نمبر ۲۶: ﴿سَلْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍ بَیِّنَةٍ﴾

گذشتہ رکوعوں میں چونکہ چند انعامات الٰہی کا بیان تھا جو امت مسلمہ کو ملے ہیں اور جنگ و جدال سے روکا گیا تھا اور بنی اسرائیل پر بھی اللہ نے انعامات کئے تھے اور انہیں بھی قتل و غارت گری اور فتنہ وفساد سے روکا تھا، مگر انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی نہایت ناقدری کی۔ قتل و غارت گری اور فتنہ وفساد کو اپنا شیوہ بنالیا، اس لئے اس رکوع میں پھر بنی اسرائیل کا ذکر کیا گیا ہے اور انہیں جو نعمتیں ملی تھیں ان کا مجمل ذکر ہے۔ اور ان کی سرکشیوں کے سبب انہیں جو اللہ نے سزا دی اس کا بیان گذشتہ رکوعوں میں کیا جا چکا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ دیکھو، تم ان بنی اسرائیل کی طرح اللہ کی نعمتوں کی ناشکری و ناقدری نہ کرنا اور قتل و غارت گری اور فتنہ وفساد میں مبتلا نہ ہو جانا۔ پھر بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی آزمائش ہوگی اور شدید آزمائش ہوگی، کیونکہ جنت کا حاصل کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے، جب صبر و استقامت کا ثبوت دے دوگے تب اللہ کی مدد بھی آئے گی اور پھر تم پر آسمان اپنی برکتیں نازل کرے گا۔ زمین اپنے خزانے اگل دے گی اور آخرت میں جنت اور اس کی نعمتوں کے

وارث ہو گے۔

رکوع نمبر ۲۷: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ﴾

اس رکوع میں حرمت والے مہینوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ان مہینوں میں جنگ گناہ کی بات ہے اوراس سے بڑھ کر گناہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ سے کسی کو روکا جائے، مسجد حرام میں عبادت سے روکا جائے، حرم کے باشندوں کو بے گھر کردیا جائے (اور معلوم ہے کہ یہ سارے کام کفار و مشرکین نے کئے تھے) پھر ارتداد کی شدید برائی بیان کی گئی ہے، اس کے بعد ایمان، ہجرت اور جہاد کو اللہ کی رحمت کے وسیلے بتایا گیا ہے، پھر شراب اور جوئے کی برائیوں کا ذکر ہے، پھر انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب ہے، پھر یتیموں کی خبر گیری کی اچھائیاں بیان ہوئی ہیں، پھر مومنہ اور مشرکہ عورتوں کے درجوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ایماندار لونڈی مشرک آزاد عورت سے بہتر ہے۔اسی طرح مؤمن اور مشرک مردوں کے مرتبوں کا فرق ظاہر کیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۲۸: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَآءَ﴾

اس رکوع میں زیادہ تر عورتوں کے متعلق مسائل بیان ہوئے ہیں کہ ان کے مخصوص دنوں میں ان سے مباشرت جائز نہیں۔طہارت کے بعد قربت جائز ہے۔اور یہ کہ مطلقہ عورت کی عدت تین حیض ہے اور اگر مطلقہ حاملہ ہو تو وضع حمل، چاہے اس کی مدت جو بھی ہو، اثناء میں پھر قسم کی اہمیت کا ذکر اور یہ کہ فضول قسمیں کھانے کی عادت بری ہے۔

رکوع نمبر ۲۹: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾

اس رکوع میں طلاق اور خلع سے متعلق چند مسائل کا سلسلہ ہے اور یہ کہ عورتوں سے ہر حال میں حسن سلوک کرتے رہنا چاہئے۔انہیں محض ضرر پہنچانے کے لئے روکے رکھنا اور نہ ان کے حقوق ادا کرنا اور انہیں بھلے مانسوں کی طرح رخصت کردینا نہایت نازیبا حرکت ہے، ساتھ ساتھ ہر قوم پر تقویٰ اور خوف الٰہی کی تعلیم و ہدایت ہے۔

رکوع نمبر ۳۰: ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾

سلسلہ وہی طلاق اوراس کے متعلقات کا چل رہا ہے اور عورتوں سے ناانصافیاں کرنے کی برائی بیان ہوئی ہے۔نیز یہ بتایا ہے کہ لڑکوں کو دودھ پلوانے کی ذمہ داری باپ کی ہے۔دودھ پلانے والی عورت کا نظم کرنا اوراس

کا معاوضہ دینا لڑکے کے باپ کی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلہ میں مدت رضاعت کا بیان ہے۔ پھر عورتوں کے نکاح ثانی کے جائز ہونے کا بیان ہے کہ اگر وہ طلاق یا شوہر کے مرنے کے بعد عدتیں پوری کر کے دوسرا نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں، اس پر کسی کو برا نہ ماننا چاہئے۔

رکوع نمبر ۳۱: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ بتایا ہے کہ نکاح کے بعد رخصتی اور مباشرت سے قبل اگر کسی وجہ سے کوئی اپنی منکوحہ بیوی کو طلاق دے دے تو اس پر مہر کا نصف ادا کرنا ضروری ہے اور اگر کوئی پورا مہر ادا کر دیتا ہے تو نور علی نور یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ پھر نماز خصوصیت سے ''صلوٰۃ وسطیٰ'' کی پابندی کرنے کی تاکید ہے۔

یہ صلوٰۃ وسطیٰ (بیچ والی نماز) کون سی ہے؟ اس کے بارے میں مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں، ترجیح نماز عصر کے متعلق ہے۔ پھر خوف اور خطرے کی حالت میں چلتے ہی چلتے یا سواری ہی میں نماز ادا کر لینے کی اجازت کا بیان ہے۔

رکوع نمبر ۳۲: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ﴾

اس رکوع میں پہلے تو جہاد وقتال فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا، پھر یہ تعلیم دینے کے لئے کہ اس معاملہ میں اختلاف نقصان دہ ہے اور یہ کہ جہاد وقتال کی سختیوں کو پامردی سے برداشت کرنا چاہئے، بنی اسرائیل کے ایک گروہ کی ایک حکایت بیان ہوئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اختلاف بھی کیا اور صبر کو بھی ہاتھ دیا۔ اس طرح گویا یہ کہا گیا ہے کہ تم اس گروہ کی طرح نہ بن جانا۔ قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ کسی ایسے صاحب قوت کو ہمارا حاکم بنا دیجئے، جس کی زیر سرکردگی ہم جہاد وقتال کریں۔ چنانچہ حضرت طالوت کو اس کے لئے منجانب اللہ منتخب کیا گیا۔ بنی اسرائیل نے اس پر اعتراض کیا، کیونکہ ان کے خیال میں اس کام کے لئے دنیاوی حیثیت سے کسی جاہ ومنصب والے کا انتخاب ہونا چاہئے تھا۔ جواب دیا گیا کہ علم اور شجاعت میں یہی اس کے مستحق ہیں، اللہ کی نظر میں دنیاوی کروفر اور جاہ ومنصب کوئی شے نہیں اور دیکھ لینا کہ ان کا انتخاب کتنا صحیح اور درست ہے کیونکہ ان کی نشانی یہ ہے کہ یہ وہ تابوت (صندوق) جس میں تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کی چیزیں ہیں، فرشتے اٹھائے ہوئے لائیں گے۔

رکوع نمبر ۳۳ : ﴿فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ﴾

حضرت طالوت والے قصہ ہی کا سلسلہ ہے کہ جب وہ فوج لے کر بڑھے تو فوجیوں سے کہا کہ ایک نہر پر اللہ کی جانب سے تمہاری آزمائش ہونے والی ہے (وہ یہ کہ نہر کا پانی نہ پینا، سوائے ایک دو گھونٹ کے) جو پانی پی لے گا اس کا رشتہ اللہ سے کٹ جائے گا اور جو مطلقاً نہ چکھے گا وہ اللہ کا فرمانبردار ہے سوائے ایک دو گھونٹ کے۔ لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ سب نے پانی پی ڈالا۔ پھر حضرت طالوت اور ان کے ایماندار ساتھی آگے بڑھے تو لوگ کہنے لگے کہ آج ہم جالوت اور اس کی فوج سے مقابلہ کی طاقت نہیں پاتے، اس پر ان لوگوں نے جو آخرت پر یقین رکھتے تھے، کہا کہ بسا اوقات یہ ہوا ہے کہ اللہ کی مدد سے چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے، شرط صبر و ثبات کی ہے۔ غرض مقابلہ کے لئے دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا، تو طالوت اور ان کی فوج کے مومنین نے سب سے پہلے اللہ سے صبر و ثبات کی دعا مانگی، اور یہ کہ کافروں کے مقابلہ میں اللہ ان کی مدد کرے، جنگ ہوئی اور یہی مختصر سی جماعت اللہ کی مدد سے جالوت اور اس کی طاقتور فوج پر غالب رہی۔ اسی طرح اگر مسلمان متحد رہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتے رہے اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھا تو دشمنوں پر غالب آتے رہیں گے۔

پارہ نمبر۳
تلک الرّسل

پھر بتایا ہے کہ سلسلہ رسالت کی ہر کڑی نے وہی دعوت دی ہے جو اسلام کی ہے اور ہر زمانے میں اس دین کو غالب کرنے کے لئے رسولوں نے کوششیں کی ہیں۔ انہی میں کلیم اللہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) روح اللہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بھی تھے۔ یہودیت اور نصرانیت وغیرہ کی یہ ساری گروہ بندیاں اور اختلافات انبیاء کے پیدا یا بتائے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ان کی تعلیم کو بھلا دینے والوں کے خود ساختہ ہیں۔

رکوع نمبر ۳۴: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِنْ قَبْلِ﴾

اس رکوع میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہنے کی تاکید ہے تاکہ آخرت میں کامیابی وسرخروئی حاصل ہو۔ پھر اللہ کی چند صفتوں کو ایک آیت میں نہایت اعلیٰ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کو "آیة الکرسی" کے نام سے ہم جانتے ہیں۔ پھر بتایا ہے کہ ہدایت نہایت روشن اور واضح طریقہ پر سامنے آ چکی ہے۔ اب اسے قبول کرنا یا نہ کرنا خود انسانوں کا اپنا کام ہے۔ دین اختیار کرنے میں کسی پر جبر نہیں۔ یہاں کی ساری آزمائشیں اختیار اور آزادی عمل ہی کے گرد گھومتی ہیں، جو لوگ رضا و رغبت سے اپنے اختیار و آزادی سے دستبردار ہو کر اللہ کے دین کے حوالہ اپنے آپ کو کر دیں گے، خدا ان کا دوست اور حامی و کارساز رہے گا اور جو لوگ طاغوت کی پیروی کریں گے، تو طاغوت انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں میں بھٹکاتے رہیں گے۔

رکوع نمبر ۳۵: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ آتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مشہور مکالمہ کا تذکرہ ہے کہ کس طرح نمرود اپنے اقتدار کے نشہ میں خدا کی ربوبیت کا منکر تھا اور کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے لاجواب کر دیا، پھر بھی وہ ایمان نہ لایا۔ پھر دو واقعات ذکر کئے ہیں۔

ایک تو یہ کہ ایک بزرگ (کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عزیز علیہ السلام تھے) کا گذر ایک بستی پر ہوا۔ جو ویران

تھی۔انہوں نے سوچا کہ اللہ کس طرح اس مردہ شہر کو زندگی عطا کرے گا تو اللہ نے سو برس تک ان پر موت طاری کر دی۔ پھر زندہ کیا، اور پوچھا کہ کیوں، کتنے عرصہ اس حال میں تم رہے ہو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ! اللہ نے فرمایا کہ تم سو برس تک مردہ حالت میں یہاں پڑے رہے ہو۔ اچھا اب ذرا اپنے کھانے پینے کا سامان دیکھو، وہ اسی حال میں ہے، ذرا بھی گلا سڑا نہیں ہے، اپنے سواری والے گدھے کو بھی دیکھو اور یہ اس لئے کیا گیا ہے تا کہ تم کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی جیتی جاگتی نشانی اور ثبوت بنا دیں گے۔ پھر اللہ نے ان کی آنکھوں کے سامنے بکھری ہوئی ہڈیوں کو جوڑا، ان پر گوشت چڑھایا اور زندہ کر دیا۔ جب انہوں نے یہ سب ہوتا دیکھ لیا تو کہا کہ میں خوب جان گیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ انہوں نے اللہ سے خواہش ظاہر کی تھی کہ انہیں بتا دیا جائے کہ وہ کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا۔ اس پر اللہ نے ان سے کہا کہ چار پرندے لے لو، سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف ٹکڑوں کو مختلف پہاڑوں پر رکھ دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اللہ نے کہا کہ اب سب کو پکارو۔ انہوں نے ادھر آواز دی۔ ادھر اللہ نے ہر ایک کے ٹکڑے آپس میں ملا دیئے اور سب زندہ ہو کر آ گئے۔ اس طرح اللہ نے ان واقعات کے ذریعے یہ تعلیم دی ہے کہ انبیاء اور رسول جو کہتے ہیں وہ قیاس و گمان نہیں بلکہ انہوں نے ان حقائق کو بچشم سر دیکھا ہے اور اسی سلسلہ انبیاء کی آخری کڑی رسالت محمدی ہے۔ لہذا ان کی آنکھوں دیکھی حقیقتوں کو سچ جاننا چاہئے اور آخرت اور ان تمام باتوں پر ایمان لانا چاہئے جس کے لئے یہ دعوت دے رہے ہیں۔

رکوع نمبر ۳۶:﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

اس رکوع میں صدقات کی ترغیب و تاکید ہے اور یہ کہ نمود و نمائش اور ریاکاری سے صدقات نہیں دینا چاہئے، بلکہ اخلاص کے ساتھ محض رضائے الٰہی کے حصول کی نیت سے اور کسی کو صدقہ و خیرات دے کر اس پر احسان دھرنا یا اسے دکھ دینا، صدقات و خیرات کو ضائع کر دیتا ہے۔

رکوع نمبر ۳۷:﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا﴾

سلسلہ صدقات و خیرات ہی کا چل رہا ہے۔ اور تعلیم دی جا رہی ہے کہ خراب اور بری چیزیں صدقہ و خیرات میں نہ دینی چاہئیں۔ بلکہ پاکیزہ اور اچھی چیزیں دینی چاہئیں۔ پھر بتایا ہے کہ صدقات و خیرات سے دولت گھٹتی

نہیں ہے بلکہ اس میں برکت ہوتی ہے کیونکہ جس خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو خدا ہی کے حکم کے مطابق استعمال کرو گے وہی خدا برکتوں کا بھی دینے والا ہے اور برکتیں دے گا۔ البتہ شیطان انسان کے کانوں میں پھونکتا رہتا ہے کہ صدقات وخیرات سے فقر وافلاس آ جائے گا اور اس طرح وہ سوسائٹی میں برائیاں پھیلانا چاہتا ہے۔

پھر یہ بتایا ہے کہ صدقات وخیرات پوشیدہ طور پر دینا زیادہ اچھا ہے اور اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ اگرچہ اعلانیہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے پھر بتایا ہے کہ صدقات وخیرات کے مستحق کون لوگ ہیں ۔محتاج وفقیر اور وہ لوگ جو معاشی جدوجہد میں گر پڑے ہوں انہیں بھی صدقات وخیرات کے ذریعہ سہارا دینا چاہئے۔ خاص طریقہ سے وہ لوگ جو خودداری کی بناء پر باوجود فاقوں کے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے، ان کے فاقوں کا حال ان کے چہروں سے پڑھ سکتے ہیں۔

رکوع نمبر ۳۸:﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾

صدقات وخیرات پر ابھارتے ہوئے سود کی ممانعت کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ سود انسان کو سنگدل بناتا ہے۔ سوسائٹی میں طرح طرح کی خرابیاں لاتا ہے۔ حاجت مندوں سے حسن سلوک کے بجائے ان کا خون تک چوس لینے کی راہ پر لگا دیتا ہے۔ اخوت، مساوات اور باہمی محبت پر ضرب کاری لگاتا ہے۔ پھر سود کے لین دین کو اللہ اور رسول سے جنگ قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کر کے کوئی نہ دنیا میں پھل پھول سکتا ہے اور نہ آخرت میں سرخرو ہو سکتا ہے۔

پھر یہ تعلیم دی ہے کہ جن لوگوں کو تم قرض دو، اگر وہ وقت مقررہ پر قرض ادا نہ کر سکیں، کہ حقیقت میں وہ اس قابل نہ ہو سکے کہ ادائیگی کریں، اور باوجود سعی وکوشش کے وہ ادائیگی کا سامان نہ کر سکے، عسرت وتنگی میں مبتلا ہیں تو انہیں فارغ البالی تک مہلت دے دیا کرو اور اگر اپنے قرض کو صدقہ بنا دو یعنی معاف کر دو، تو تمہارے حق میں بہت بہتر ہے۔ اس میں خدا کی بڑی خوشنودی ہے۔

رکوع نمبر ۳۹:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾

اس رکوع میں چند اسلامی قوانین کا بیان ہے۔ وہ یہ ہے کہ:

(۱) لین دین کے معاملات کو تحریر میں لے آنا چاہئے۔ خواہ قرض کا معاملہ ہو یا گرو رکھنے کا یا ادھار تجارت کا۔ البتہ جو سودا دست بدست اور نقد ہو رہا ہے اس کے لئے ایسا کرنا ضروری نہیں اور اس تحریر پر دو مردوں یا ایک

مرد اور دو عورتوں کی گواہیاں بھی ثبت کرلینی چاہئے۔

(۲) سفر کی حالت میں کوئی لین دین ہو اور کوئی کاتب نہ ملے تو بغیر کتاب کے معاملہ کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

(۳) امانت کو مطالبہ کے وقت امانت رکھوانے والے کے حوالہ کردینا ضروری ہے۔ اس میں لیت ولعل (دیر) نہ کرنا چاہئے۔

(۴) کسی قسم کی شہادت کا چھپانا گناہ ہے۔

رکوع نمبر ۴۰: ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ بتایا ہے کہ آسمان وزمین سب اللہ ہی کے قبضہ میں ہے، اس لئے کوئی ایسی جگہ موجود نہیں، جہاں اللہ کی گرفت کا ہاتھ نہ پہنچ سکے، لہذا انسان جو بھی عمل کریگا، اس کی جوابدہی اسے کرنی ہوگی، یہاں تک کہ اگر اپنے دل میں کوئی ارادہ اور بری نیت رکھتا ہے، تو بھی وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں، اس کا بھی مواخذہ ہوگا، اس لئے انسان کی صحیح روش جو ہونی چاہئے اسے سمجھانے کے لئے کہا گیا ہے کہ یہ رسول ﷺ اور یہ مومن بندے اللہ پر، اللہ کے فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر، اللہ کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اللہ کے رسولوں میں تفریق نہیں کرتے (جیسا کہ یہودیوں اور نصرانیوں نے کر رکھا ہے) اور نہ صرف ایمان رکھتے ہیں بلکہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے سمع وطاعت کا اقرار وعزم بھی کرتے ہیں اور اللہ سے مغفرت کے طالب رہتے ہیں کیونکہ انہیں قیامت کا یقین ہے۔

پھر ضمناً بتایا ہے کہ اللہ کسی کو اس کی طاقت برداشت سے زائد کا حکم نہیں دیتا (لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ اپنی طاقت برداشت کا اندازہ خود انسان نہیں کرسکتا کیونکہ وہ اولاً تو جسمانی مشین کا بنانے والا نہیں کہ جان سکے کہ کتنا بار اٹھانے کی اس میں صلاحیت وطاقت ہے اور پھر نفس کے بہکاوے میں آکر یہ حیلہ وبہانہ کرسکتا ہے کہ یہ ہماری طاقت برداشت سے زائد ہے اس کا اندازہ اور علم خدا ہی کو ہے، کیونکہ وہی خالق ہے اور کسی مشین کا بنانے والا ہی جان سکتا ہے کہ اس مشین میں کتنے وزن اٹھانے کی پاور ہے)۔

پھر ان مومنین کا یہ طرز عمل بتایا ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی جانب رجوع کرتے رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ انسان خطا ونسیاں سے مرکب ہے، اس لئے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو معاف

فرما، ہم پر ہماری طاقت برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال، ہم سے درگذر کر، ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما، کیونکہ تو ہی ہمارا آقا و مالک ہے اور دین کو سربلند کرنے میں ہماری مدد فرما۔ اسی طرح رسول ﷺ اور ان مومنین کے طرز عمل کا گویا ایک نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے، تا کہ ہر زمانے کے مسلمان اسی کے مطابق اپنے عقیدہ و مسلک اور اپنے عمل کو بنائیں اور استوار کریں۔

سورۂ آل عمران

وجه تسمیه : اس سورۃ میں ایک مقام پر آل عمران کا ذکر آیا ہے اس کو علامت کے طور پر اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔

خطاب: سورۃ کا خطاب خصوصیت کے ساتھ دو گواہوں کی طرف ہے۔ ایک اہل کتاب یعنی یہود و نصاری، دوسرے مومنین پہلے گروہ کو اسی طرز پر تبلیغ کی گئی ہے جس کا سلسلہ سورہ بقرہ سے شروع کیا گیا تھا، دوسرے گروہ کو اس سلسلے میں مزید ہدایات دی گئی تھیں جو سورہ بقرہ میں شروع ہوا تھا، ساتھ ہی اس سورۃ میں غزوہ احد کی سرگذشت پر ایک مفصل تبصرہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ فتح کو شکست میں تبدیل کر دینے والی کونسی خامیاں تھیں اور ان خامیوں کا علاج کیا ہے۔

زمانه نزول: سورۃ کی مختلف تقریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے چار حصے ہیں۔

(۱) آغاز سورۃ سے چوتھے رکوع کی ابتدائی دو آیات تک، یہ غالباً غزوہ بدر کے بعد قریبی زمانے میں نازل ہوئی۔

(۲) چھٹے رکوع کی تیسری آیت سے چھٹے رکوع کے اختتام تک، یہ ۹ ھ میں وفدِ نجران کی آمد کے موقع پر نازل ہوئی۔

(۳) ساتویں رکوع سے بارہویں رکوع کے اختتام تک، اسکا زمانہ بھی پہلی تقریر سے متصل معلوم ہوتا ہے۔

(۴) تیرہویں رکوع سے ختم سورۃ تک، غزوہ احد کے بعد نازل ہوئی۔

رکوع نمبر ۱: ﴿الٓـمّٓ اَللّٰهُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾

اس رکوع میں سب سے پہلے قرآن کریم کی صداقت کا ذکر ہے۔ پھر تورات وانجیل کا تذکرہ ہے کہ اہل کتاب نے جب ان کا انکار کیا تو سخت عذاب میں مبتلا ہوئے لہذا قرآن کریم سے اعراض اور انکار کی بھی یہی سزا ہوگی کہ وہ دنیا میں ذلیل ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں کچھ آیات محکمات ہیں اور کچھ متشابہات ہیں۔ پھر متشابہات کے معنی میں غلطاں رہنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اور آیات محکمات یعنی جن میں صاف صاف احکامات ہیں ان پر عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پھر اہل علم کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر بے چوں چرا ایمان رکھتے ہیں اور ثبات قدم، رحمت الٰہی اور صحیح اعتقاد رہنے کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔

رکوع نمبر ۲: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلاَ اَوْلاَدُهُمْ﴾

اس رکوع میں غزوہ بدر کا ذکر ہے اور کفار کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ ان کے مال واولاد ان کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ یہ لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ پھر فرمایا کہ بدر کے موقعے پر مسلمانوں کو کفار کی نظر میں دوگنا کر کے دکھایا تھا تا کہ اہل عبرت اس سے نصیحت حاصل کریں۔

پھر فرمایا کہ ہم نے آدمیوں کی نظر میں ان کی بیویوں، اولادوں اور سونے چاندی کے ڈھیروں سواریوں، چوپایوں اور کھیتوں وغیرہ کو نہایت پر کشش بنا دیا ہے۔ لیکن یہ چیزیں محض دنیوی زندگی کا سامان اور آزمائش ہیں۔ باقی اصل ٹھکانہ تو اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ ٹھکانہ جنت ہے۔ جس میں مومن ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سب سے بڑی نعمت اللہ کی رضا ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مذہب صرف اسلام ہے او ریہ ہدایت کا راستہ صرف اسلام سکھاتا ہے۔

آخر میں یہ بات سمجھ لی جائے کہ اسلام ان خیالات اور خواہشات کا نام نہیں جو انسان اپنے فائدہ کی خاطر بنایا کرتا ہے، اسلام وہی ہے جو قرآن اور سنت کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ﴾

اس رکوع میں یہودیوں کی چند شرارتیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام اور ان علماء کو قتل کروا دیتے تھے جو صحیح دین پیش کرتے تھے اور ایسے لوگوں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ ان کے اعمال دین و دنیا میں ضائع کر دیئے

جائیں گے۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ ہم چند دن کے لئے دوزخ میں جائیں گے۔ قرآن کہتا ہے کہ ان کے یہ دعوے محض فریب نفس کی بناء پر ہیں۔ وہاں عمل کے لحاظ سے جزا اور سزا ملے گی۔ پھر خدا کی قدرت اور مالکیت کا ذکر ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں زمانے کی باگ ڈور ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی عطا کرتا ہے (کسی کو اس کے سامنے لب کشائی کی اجازت نہیں ہے)۔

رکوع نمبر ٤: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾

اس رکوع میں اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ فوز و فلاح اور کامیابی کا راز خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت میں پوشیدہ ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور عمران کی اولاد یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بزرگی کا تذکرہ ہے۔ پھر حضرت مریم کی والدہ کی دعا کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے پہلی اولاد کو اللہ کی نذر کرنے کی دعا کی تھی۔ چنانچہ حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں تو ان کو عبادت کے لئے مخصوص کر دیا۔

پھر حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے۔ ان کی زوجہ بانجھ تھیں اور وہ اپنی کبرسنی کے سبب اولاد سے مایوس ہو چکے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے جواب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ﴾

اس رکوع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا اور اس کا بیٹا ہونے کے اعتقاد کی غلطی کو واضح کرنے کی ابتداء ہو رہی ہے۔ نیز یہ کہ یہود نے جو حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی تھی وہ غلط تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا مختصر حال، پھر انکی نبوت اور کتاب دیئے جانے کا ذکر ہے، پھر انکے معجزات کا تذکرہ ہے کہ وہ مٹی کا پرندہ بنا کر بحکم خداوندی جلا دیتے اور نابینا کو بینا اور کوڑھیوں کو تندرست کر دیتے تھے۔ پھر آپ کے بارے میں عیسائیوں کی بداعتقادی اور بدسلوکی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ پھر دشمنوں نے جو آپ کے قتل کے سلسلے میں منصوبے بنائے تھے ان سے بچانے کی تدبیر الٰہی کیا تھی اسکا ذکر اگلے رکوع میں آ رہا ہے۔

رکوع نمبر ٦: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ﴾

اس رکوع میں سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں سے نجات دلائے جانے کے وعدے کا ذکر

ہے اوران ہی آیات میں آپ کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کا اشارہ ہے۔ پھر آپ کے دشمنوں کو کافر قرار دے کر عذاب کی دھمکی دی گئی ہے اور پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزانہ تعلق کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے تشبیہ دی گئی ہے کہ آپ صرف بے باپ کے پیدا ہوئے۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے محض اللہ کے کرم سے وجود میں آئے۔ پھر آخر میں بتایا ہے کہ یہ قصے بالکل سچے ہیں اور معبود تو صرف اللہ ہی ہے اور وہ مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔

رکوع نمبر ۷:﴿قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾

اس رکوع میں یہود کو توحید کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر ملت ابراہیمی کو سامنے لاکر ہدایت کی گئی ہے کہ ابراہیم یہودی تھے اور نہ نصاریٰ لہذا جب تم خود کو ابراہیم کا پیرو بتاتے ہو تو ابراہیم کی طرح اپنے آپ کو محض مسلمان ہی سمجھو۔ یہودیت اور نصرانیت کی تفریق کو الگ کرو۔

رکوع نمبر ۸:﴿وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ﴾

اس رکوع میں اہل کتاب کے دو گروہوں کے طرز فکر اور طرز عمل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔:

ایک تو یہ کہ یہودیوں نے اسلامی دعوت کی طرف سے بدی پھیلانے کی غرض سے ایک خفیہ گروہ تیار کیا جس کو یہ ہدایت دی گئی کہ وہ پہلے اعلانیہ اسلام قبول کریں اور پھر مرتد ہو جائیں۔ اس طرح جگہ جگہ لوگوں میں یہ بات پھیلائیں کہ ہم پہلے اسلام لائے، لیکن مسلمانوں اور رسول میں یہ یہ خرابیاں دیکھیں تو ان سے الگ ہوئے۔

دوسرا گروہ بد دیانت یہودیوں کا تھا۔ جن پر اگر کوئی بھروسہ کر کے امانت رکھ دیتا تو وہ اس کو ہضم کرنے کی کوشش کرتا اور کہتا کہ غیر یہودیوں کا مال ہمارے لئے حلال اور طیب ہے۔ قیامت میں اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت میں بدعمل کا مواخذہ ہوگا اور ہر بد دیانتی کی سزا ہوگی۔ نیز اس رکوع میں یہودیوں کی ایک اور حرکت بتائی گئی ہے کہ وہ تورات میں نت نئی تحریف کرتے اور حق کو چھپانے کے لئے بگاڑ بگاڑ کر پڑھتے تھے، سننے والا خیال کرتا کہ یہ تورات پڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ الفاظ کتاب کی عبارت سے الگ ہوتے تھے۔

رکوع نمبر ۹:﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ﴾

اس رکوع میں یہودیوں کی ان باتوں کی جامع تردید ہے جن کو انہوں نے نبیوں کی طرف اپنی مذہبی کتابوں کے اندر شامل کر دیا تھا اور وہ ان مذہبی کتابوں کے ذریعہ یہ باور کراتے تھے کہ نبی یا فرشتے کی حیثیت معبود کی سی ہے۔ چنانچہ اس رکوع میں یہ قاعدہ کلیہ بتایا گیا ہے کہ ایسی کوئی تعلیم جو اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی اور پرستش سکھاتی ہو ہرگز کسی رسول کی تعلیم نہ تھی اور نہ ہو سکتی ہے، جہاں کسی کی مذہبی کتاب میں یہ چیز نظر آئے سمجھ لو کہ یہ گمراہ لوگوں کی ایجاد ہیں۔ پھر یہ بتایا کہ نبیوں نے اپنے اپنے زمانے میں اسی دین اسلام کی دعوت دی ہے اور اس لئے مسلمان کا کام یہ ہے کہ سارے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کے درمیان تفریق نہ کرے۔ یعنی ایسا نہ کرے کہ کسی کو مانے اور کسی کو نہ مانے۔ ایسا کرنا کفر ہے۔

پارہ نمبر۴
لن تنالوا

رکوع نمبر ۱۰: ﴿لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ﴾

اس رکوع میں سب سے پہلے یہ بتایا ہے کہ جسمانی عبادت صحیح معنوں میں اسی وقت مکمل ہوگی جبکہ ساتھ ساتھ مالی عبادت بھی ہو۔ مالی عبادت یہ ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات کے ذریعہ اہل حق کے حقوق دیئے جائیں۔ پھر بتایا ہے کہ اللہ کی راہ میں ایسی چیز ہرگز ہرگز نہ دی جائے جو پسند نہ ہو۔ جس طرح نماز گندگی اور نجاست کی صورت میں ادا نہیں ہوتی۔ اسی طرح خراب مال سے زکوٰۃ وخیرات ادا نہیں ہوتی۔ اللہ کی راہ میں بہتر اور پاک مال دینا چاہئے۔ پھر ملت ابراہیم یعنی دین اسلام کی اتباع کا حکم دیا اور اسی مناسبت سے خانہ کعبہ کی عظمت بتائی ہے اور بتایا کہ جنگ اور قتل وخونریزی نہ کی جائے۔ پھر اہل کتاب کی یہ برائی بیان کی ہے کہ وہ حق کو جانتے ہوئے گریز کی راہ اختیار کرتے تھے۔ لہذا ایسی خصلت سے مسلمانوں کو باز رہنا چاہئے۔ جب حق ظاہر ہو جائے تو اس کو قبول کرنے ہی میں نجات اور سلامتی ہے۔

رکوع نمبر ۱۱: ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ﴾

اس رکوع میں تفرقہ بازی کی برائیاں بیان کی گئی ہیں اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ فرقہ بندی سے بچیں اور متحد ہو کر اللہ کی رسی (یعنی قرآن وسنت) کو مضبوط پکڑیں۔ پھر بتایا ہے کہ اسلام وہ نعمت ہے جس نے دشمنوں کو دوست بنا دیا اور عرب کے دشمن قبیلوں کو بھائی بھائی کر دیا۔ اب جو تفرقہ سازی کرے گا وہ دنیا میں بھی نامراد ہوگا اور آخرت میں بھی سزا پائے گا۔

رکوع نمبر ۱۲: ﴿کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ﴾

اس رکوع میں یہ بتایا ہے کہ اب دنیا کے اندر بہترین امت مسلمان ہیں اور یہ شرافت ان کو اس وجہ سے ملی ہے کہ ان پر دعوت تبلیغ کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور اب ان کو چاہئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔

یعنی بھلائی کے حکم دیں اور برائی سے روکیں اور اس معاملہ میں طاقت سے مرعوب اور خوفزدہ نہ ہوں۔ نیز ان کو یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ دشمنان اسلام کی وفاداری اور وعدوں پر اعتماد نہ کریں۔

رکوع نمبر ۱۳: ﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

اس رکوع میں جنگ احد پر تبصرہ کی ابتداء کی گئی ہے۔ اس کے لئے پہلے تمہید کے طور پر جنگ بدر کا تذکرہ ہے کہ کفار کے مقابلے میں مسلمان بہت تھوڑے تھے، لیکن ان کی ثابت قدمی اور تقویٰ کے سبب غیب سے ان کی تائید ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے جن میں جنگی نشانات لگے ہوئے تھے، مسلمانوں کی مدد کو نازل فرمائے اور اس طرح مؤمنوں کو قلبی سکون عطا کیا گیا۔ اس میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ دین کی راہ میں جو ثابت قدمی کا ثبوت دیں گے اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔

رکوع نمبر ۱۴: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾

اس رکوع میں ان چیزوں سے باخبر کیا گیا ہے جو انسان کو خدا سے غافل کرتی ہیں۔ فرمایا کہ ان میں سب سے بری چیز دنیا پرستی اور مال ودولت کی محبت ہے۔ مال ودولت کی محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ آدمی کا دل ہمدردی کے جذبے سے خالی ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی چیز سودی لین دین ہے۔ اس لئے سود کو حرام کر دیا گیا ہے اور سودی کاروبار کو کفر کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ پھر اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور تقویٰ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر آخر میں گذشتہ قوموں کی تباہی کے اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں سب سے بڑا سبب مال وجاہ کی محبت بتایا ہے پھر مسلمانوں کو جہاد میں نقصان پہنچنے پر تسلی دی گئی ہے کہ جہاد کرتے ہوئے ثابت قدم رہنے والے خدا کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔

رکوع نمبر ۱۵: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾

اس رکوع میں جنگ احد کے موقع پر جہاد کرنے والوں سے جو ایک غلطی ہوگئی تھی اس پر تنبیہ کی گئی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو جو تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اس کے دو بڑے سبب یہ بتائے گئے ہیں کہ جس وقت مسلمانوں کو فتح ہونے لگی تو مجاہدین مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوگئے اور ایک جماعت جس کو آنحضرت ﷺ نے پہاڑ پر کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا اور تاکید فرمائی تھی کہ حکم ثانی کے بغیر جگہ نہ چھوڑنا وہ جماعت بھی مال غنیمت جمع کرنے کے لئے پہاڑ سے اتر آئی۔ دوسری بات یہ تھی کہ جنگ میں یہ افواہ اڑ گئی تھی کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیا

گیا۔اس خبر کو سن کر کچھ لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان سے بھاگنے لگے تو اس رکوع میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم دین حق کے لئے جنگ کر رہے تھے۔یا کسی انسان کے لئے ،رہی رسول اللہ ﷺ کی عظمت و محبت تو مسلّم مگر آخر وہ انسان ہی تو ہیں۔کسی نہ کسی وقت ان کی وفات ہوگی تو کیا تم جاہلیت اور کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے۔جہاد کا مقصد تو صرف اللہ کے نام کو بلند کرنا ہے۔اس رکوع کی آخری آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان رسول اکرم ﷺ کی عدم موجودگی میں آپ کی عطا کردہ شریعت پر قائم رہیں اور قرآن مجید آپ ہمیں امانت کے طور پر چھوڑ گئے ہیں جو ایک ابدی اور دائمی چشمہ ہدایت ہے۔اس کے علاوہ آپ کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ہمیں چاہئے کہ پوری استقامت کے ساتھ دین پر قائم رہیں اور استقامت کے لئے اللہ سے دعا مانگتے رہیں۔

رکوع نمبر ۱۶ :﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَرُدُّوْکُمْ﴾

اس رکوع میں جنگ احد ہی پر تبصرہ ہے،اس میں مسلمانوں کو کفار کے مکر و فریب سے بچے رہنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ کفار کا کہنا ماننے کی بجائے اللہ کی مدد کے طلب گار رہیں۔پھر وعدہ کیا گیا ہے کہ جب تم اللہ ہی کو وکیل وکارساز سمجھو گے تو اللہ تعالیٰ کفار کے دلوں پر تمہارا رعب ڈال دے گا۔چنانچہ غزوہ احد میں اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔لیکن رسول اللہ ﷺ کے حکم سے غفلت برتنے کے باعث فتح شکست سے بدل گئی۔رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازوں کو پہاڑ پر کھڑا کیا تھا اور تاکید فرمائی تھی کہ حکم ثانی کے بغیر اپنی جگہ نہ چھوڑیں،مگر فتح ہوتی ہوئی دیکھ کر مال غنیمت جمع کرنے کے لئے پہاڑ سے اتر آئے تو فتح شکست سے بدل گئی اور مسلمانوں کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔فرمایا یہ وقت مسلمانوں کے لئے ایمان کی کسوٹی تھی۔غم پر غم پڑ رہے تھے۔پھر عین اس وقت جب مجاہدین زخموں سے چور تھے ان پر غنودگی طاری ہوئی جس کے اثر سے دشمنوں کا خوف و ہراس دلوں سے نکل گیا۔پھر منافقین کے اس خیال کی تردید ہے کہ اگر ہم مدینے میں رہ کر جنگ کرتے تو شکست نہ ہوتی۔فرمایا جس زمین پر تمہاری تقدیر میں موت ہوگی وہ بہر حال آکر رہے گی۔اور یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تھا تاکہ مومن اور منافق سامنے آجائیں اور منافقین کے نفاق کا بھید کھل جائے۔

رکوع نمبر ۱۷ :﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقَالُوْا﴾

اس رکوع میں منافقین کی ریشہ دوانیوں سے بچے رہنے کی ہدایت کی گئی ہے اور حضور اکرم ﷺ کے رحم دل ہونے کی تعریف کی گئی ہے۔نیز آپ نے غزوہ احد کے سلسلے میں جو بعض لوگوں کی رائے سے اختلاف کرتے

ہوئے مدینے سے باہر جنگ کی تھی اس پر آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ لوگوں سے مشورہ تو ضرور لیجئے لیکن جو رائے آپ کے نزدیک صائب ہو اس پر توکل علی اللہ عمل کر ڈالئے۔ پھر منافقین کی طرف سے آپ پر خیانت کے الزام لگائے جانے کی تردید ہے اور یہ آپ کی ذات گرامی کو مومنین کے لئے باعث احسان قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ رسول عام انسان نہیں ہوتا۔ اس کی بعثت کتاب اللہ کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے، تزکیہ قلوب اور کتاب وحکومت کی تعلیم دینے اور انسانوں کو گمراہی سے نجات دینے کے لئے ہوئی ہے۔ پھر آخر میں مجاہدین کو غزوہ احد میں جانی اور مالی نقصان پہنچنے پر تسلی دی گئی کہ موت تو بہر حال ہر شخص کو آنی ہے اور جو کچھ نقصان ہوا ہے وہ دنیا کے لحاظ سے کتنا ہی کیوں نہ ہو لیکن آخرت کے لحاظ سے کوئی نقصان نہیں بلکہ بڑی کامیابی کی بات ہے۔ پھر یہ بتایا ہے کہ شہید ہونے والوں کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے۔

رکوع نمبر ۱۸: ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ﴾

اس رکوع میں غزوہ احد کے بارے میں منافقین کی شرارتوں کا ذکر اور مجاہدین کی ہمت واستقلال کی تعریف کی گئی ہے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کو کفار کی شرارتوں سے بے خوف رہنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ پھر بخل اور کنجوسی کی مذمت کی گئی ہے کہ قیامت کے روز وہ مال و دولت جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روک لیا گیا وہ آگ کا طوق ہوگا، راہ خدا میں جو خرچ کرنے پر قرآن کریم نے جابجا زور دیا ہے وہ اس لئے کہ ہر مسلمان پر جہاد کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جہاد صرف میدان جنگ ہی میں نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے ہر اس قوت پر جو اللہ نے انسان کو بخشی ہے، اس لئے جہاد کے واسطے جس طرح اللہ تعالیٰ جان طلب کرتا ہے، اسی طرح مال کو بھی طلب کرتا ہے، تاکہ جن کے پاس مال ہے وہ اس ذریعہ سے اللہ کے دین کو بلند کریں۔ گذشتہ رکوعوں میں مسلمانوں کو اتباع رسول کی تاکید کی گئی ہے۔ اس لئے بطور تنبیہ کے جو وہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ۔

رکوع نمبر ۱۹: ﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ﴾

اس رکوع میں اہل کتاب کی ان شرارتوں کا تذکرہ ہے جو وہ مسلسل کرتے آئے تھے۔ مثلاً نبیوں کا قتل کرنا، ساتھ ہی مشرکین کے مظالم بیان ہوئے ہیں جو وہ اہل حق پر کرتے رہے ہیں اور دین حق کے علمبرداروں کے حق میں کرتے رہے ہیں۔ پھر یہ بتایا ہے کہ آخرت کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی زندگی بسر کی جائے اور

ایمان پر خاتمہ ہو۔ پھر دنیا پرستی کی برائی بیان کی گئی ہے کہ دنیا کے معاملات کو خوش اسلوبی سے تو ضرور انجام دینا چاہئے لیکن دنیا پرستی اختیار نہ کرنی چاہئے۔ دنیا میں رہ کر دنیا کے سارے کام آخرت کی کامیابی کے لئے کرنے چاہئیں کیونکہ یہ دنیا دارالعمل بھی ہے اور امتحان گاہ بھی، اس لئے ترک دنیا بھی غلط ہے اور دنیا پرستی تو بس کی گانٹھ ہے۔ اس دنیا کو چھوڑنا بھی غلط ہے لیکن اسی کو مقصد حیات بنالینا صحیح نہیں۔ آخر میں بتایا ہے کہ یہ دنیا پرستی ہی تھی جس نے اہل کتاب کو تورات میں تحریف کرنے اور حق کو چھپانے پر آمادہ کیا تھا۔

رکوع نمبر ۲۰:﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ﴾

اس رکوع میں پہلے تو اس کائنات میں پھیلی ہوئی خدا کی بے شمار نشانیاں بتائی گئیں جنہیں دیکھنے کے بعد کوئی عاقل اور ذی ہوش خدا کی قدرت کے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اسی طرح توحید کا سبق دے کر پھر آخرت پر انہی چیزوں سے دلیل لائی گئی ہے کہ اگر دنیا کی کوئی چیز بیکار اور عبث نہیں پیدا کی گئی تو کیا انسان جو اشرف المخلوقات ہے یوں ہی بلا مقصد پیدا کیا گیا ہے اور اگر اس پیدائش کا کوئی مقصد ہے تو کیا ضروری نہیں کہ محاسبہ اعمال نہ ہو۔ پھر اس رکوع میں ان دعاؤں کی تلقین کی گئی جو ہمیشہ خدا سے مانگنی چاہئیں۔ پھر صبر وقناعت کی تلقین ہے۔ ساتھ ہی اتحاد واتفاق کا سبق دہرایا گیا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا﴾

ترجمہ: مومنو! صبر وثبات اختیار کرو اور ایک دوسرے کو صبر پر آمادہ کرو اور ایک دوسرے سے جڑے رہو۔

سورۂ نساء

وجہ تسمیہ : نساء معنی عورتیں۔ چونکہ اس سورۃ میں عورتوں کے متعلق بھی احکام ہیں اس مناسبت سے بطور علامت کے یہ نام ہے۔

زمانہ نزول: یہ سورہ متعدد خطبوں پر مشتمل ہے، جو غالباً ۲ ہجری کے اواخر سے لے کر ۴ ہجری کے اواخر یا ۵ ہجری کے اوائل تک مختلف اوقات میں نازل ہوئے ہیں۔

مضامین : اس سورہ میں خاص طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان اپنی اجتماعی زندگی کو اسلام کے

طریق پر کس طرح درست کریں۔ خاندان کی تنظیم کے اصول بتائے گئے، نکاح پر پابندیاں عائد کی گئیں۔ یتیموں کے حقوق معین کیئے گئے۔ وراثت کی تقسیم کا ضابطہ مقرر کیا گیا۔ معاشی معاملات کی درستی کے متعلق ہدایات دی گئیں، خانگی جھگڑوں کی اصلاح کا طریقہ بتایا گیا۔ تعزیری قوانین کی بنیاد ڈالی گئی۔ محرمات (وہ عورتیں جن سے نکاح ناجائز ہے) کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ ساتھ ہی منافقین کے طرز عمل پر تنقید کر کے سچی ایمانداری کے تقاضے واضح کیئے گئے ہیں۔ نیز یہودیوں اور عیسائیوں اور مشرکین کے غلط مذہبی تصورات اور غلط اخلاق و اعمال پر تنقید کرتے ہوئے ایک طرف تو مسلمانوں کو ایسے مفاسد سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کی تعلیم ہے اور دوسری طرف ان گروہوں کو دین حق کی طرف بلایا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾

اس سے پہلے جنگ بدر کا تذکرہ اور جنگ احد پر تبصرہ ہوا تھا، جنگ کے بعد یتیموں، بیواؤں اور لونڈی غلاموں کے سوالات سامنے آیا کرتے ہیں، لہذا سورہ نساء میں بیواؤں اور یتیموں وغیرہ کے حقوق کی حفاظت کی نصیحت کی گئی ہے اور چونکہ آگے انسانوں کے باہمی حقوق، خصوصاً خاندانی نظام کی بہتری و استواری کے لئے ضروری قوانین ارشاد فرمائے جانے والے تھے اس لئے تمہید میں ایک طرف اللہ سے خوف اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی تاکید ہے اور دوسری طرف یہ بات ذہن نشین کرائی گئی کہ تمام انسان ایک اصل سے ہیں، اور ایک دوسرے کا خون اور گوشت ہیں۔ اس کے بعد یتیموں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک کی تاکید و ہدایت کرتے ہوئے چار نکاح تک کرنے کی اجازت دی گئی ہے، پھر تعدد ازدواج کی اجازت کو چار میں محدود کرنے کے ساتھ ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے کہ ایک سے زیادہ نکاح کی صورت میں بیویوں کے درمیان عدل و انصاف کرنا لازمی ہے، اور اگر کوئی عدل نہیں کر سکتا تو پھر اسے ایک ہی نکاح کرنا چاہیئے، ساتھ ہی مہر کو فرض قرار دیتے ہوئے اس کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے، نیز بیواؤں کی دستگیری اور یتیموں کے مال کی نگرانی و حفاظت کی ہدایت ہے۔

پھر یہ واضح کیا ہے کہ میراث صرف مردوں ہی کا حصہ نہیں ہے بلکہ عورتیں بھی اس کی حقدار ہیں اور یہ کہ میراث بہر حال تقسیم ہونی چاہیئے، خواہ وہ کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔ اسی سلسلہ میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تقسیم میراث کے موقع پر دور و نزدیک کے رشتہ دار اور کنبہ کے غریب و مسکین لوگ اور یتیم بچے آ جائیں تو ان کے ساتھ تنگ دلی نہ برتنی چاہیئے۔ میراث میں شریعت کی رو سے ان کا حصہ نہیں ہے تو نہ سہی، لیکن وسعت قلب سے کام

لے کر انہیں بھی کچھ نہ کچھ دے دینا چاہئے، اوران کی دل شکنی نہ کرنی چاہئے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾

اب اس رکوع میں وراثت کے تفصیلی اصول بیان کئے گئے ہیں کہ مرنے والے کے کون سے رشتہ دار ترکہ پانے کے مستحق ہیں اور کن کا کس قدر حصہ ہے۔ نیز یہ کہ اگر مرنے والے نے مرتے وقت کوئی وصیت کی ہے اور کچھ قرض بھی چھوڑا ہے تو پہلے اس کے مال میں سے اس کا قرض ادا ہوگا، پھر وصیت پر از روئے شرع عمل ہوگا اور اس کے بعد ترکہ تقسیم ہوگا۔ ساتھ ہی یہ ہدایت دی ہے کہ مرنے والا جو وصیت کرے وہ ضرر رساں نہ ہو، یعنی رشتہ داروں کے شرعی حیثیت سے جو مقررہ حقوق ہیں وہ تلف نہ ہوں، اسی طرح قرض میں ضرر رسانی نہ ہو، یعنی محض حقداروں کو محروم کرنے کے لئے مرتے وقت خواہ مخواہ ایسے قرض کا اپنے اوپر اقرار نہ کرنا چاہئے جو فی الواقع نہ لیا ہو، اوراس سلسلہ میں ایسی چال نہ چلنی چاہئے کہ حقدار وراثت سے محروم ہو جائیں۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا﴾

پہلے رکوع سے یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ مرد وزن کے درمیان جائز جنسی تعلق کی ایک اور صرف ایک شکل ہے، اور وہ ہے نکاح۔ اب اس رکوع میں بدکاری کی مذمت کرتے ہوئے دو خاص قسم کی بدکاریوں سے متعلق احکام بتائے۔

(۱) عورت اپنے شہوانی جذبات کی تسکین کے لئے کسی دوسری عورت سے ملوث ہو، جس کی شہادت چار آدمی دیں، تو ان عورتوں کو گھروں میں مقید کردو، تا آنکہ انہیں موت آجائے۔ یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ نکال دے۔

(۲) لواطت کی سزا یہ ہے کہ ایسے دونوں مردوں کو جسمانی سزا (مارنا پیٹنا) دی جائے، پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے۔

پھر توبہ کا ذکر آ گیا تھا، اس لئے اصولی طور پر یہ بتایا دیا کہ توبہ ایسے ہی لوگوں کی قبول ہوگی جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر گذریں اور پھر جلد ہی توبہ کریں، نہ یہ کہ گناہ کرتے رہیں اور یہ سوچیں کہ توبہ کرلیں گے، دوسرے یہ کہ جو لوگ ٹھیک مرتے وقت توبہ کرتے ہیں ان کی توبہ قابل قبول نہیں:

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ﴾

ترجمہ: اور توبہ کی قبولیت کا حق ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو برے کام کئے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو پھر اس وقت کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی اسی طرح ان لوگوں کی بھی توبہ قابل قبول نہیں جو مرتے دم تک کافر رہیں۔

پھر یہ حکم دیا ہے کہ کسی بیوہ کو میت کی میراث سمجھ کر اس کے ولی وارث نہ بن بیٹھیں، مطلب یہ کہ وہ آزاد ہے، عدت گذار کر جہاں چاہے جائے اور جس سے چاہے نکاح کرے۔ محض اس خیال سے کہ اگر وہ کہیں چلی جائے گی یا کسی اور سے نکاح کرلے گی تو اس کے مال سے انتفاع کا موقع نہ رہے گا، بیوہ کو روکے رکھنا جائز نہیں۔ اسی طرح یہ جائز نہیں کہ عورتوں کو تنگ کر کے ان کے مہر کا کچھ حصہ اڑا لینے کی کوشش کی جائے۔ ہاں، سوائے اس کے کہ وہ کسی صریح بدچلنی کا ارتکاب کریں۔

پھر سمجھایا ہے کہ اگر کسی کو اس کی بیوی پسند نہ ہو تو دل برداشتہ ہو کر فوراً اسے چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جانا درست نہیں۔ حتیٰ الامکان صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز ناپسند ہو، مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

اس کے بعد ہدایت دی گئی ہے کہ اگر ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کرلو تو پھر خواہ اسے تم نے کتنا ہی مال کیوں نہ دیا ہو، اس سے کچھ واپس نہ لینا چاہئے۔

رکوع نمبر ۴: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ﴾

اس رکوع میں سب سے پہلے تو تفصیل سے ان عورتوں کا بیان ہے، جن سے نکاح کرنا دائمی طور پہ حرام ہے۔ مثلاً ماں، بیٹی، سگی بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی، رضاعی ماں، رضاعی بہن، ساس وغیرہ۔ نیز بعض دیگر ایسی محرمات کا بیان ہے جو دائمی طور پر تو حرام نہیں ہیں، مگر کسی خاص مانع کی وجہ سے ان کا نکاح حرام ہے۔ مثلاً دو سگی بہنوں سے نکاح اس صورت میں کہ ایک بہن زوجہ کی حیثیت سے موجود ہو اور اس کی سگی بہن سے اس کا شوہر نکاح کرے۔

پارہ نمبر ۵
والمحصنٰت

پھر مہر کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ نکاح کے بعد اگر میاں بیوی باہمی رضامندی سے مہر کی رقم میں کمی بیشی کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ ساتھ ہی اس رکوع میں غلاموں اور لونڈیوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۵ :﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾

اس رکوع میں پہلے تو ایسے طریقوں سے کسی کا مال کھانے سے روکا گیا ہے، جو حق کے خلاف ہو اور شرعاً و اخلاقاً جائز نہ ہوں، پھر بتایا گیا ہے کہ انسانیت کے لحاظ سے ہر انسان برابر ہے، امیر یا غریب، جاہل ہو یا عالم، مرد ہو یا عورت، لیکن اللہ نے فضل و نعمت سے کسی کو زیادہ نوازا ہے اور کسی کو کم، اور اس میں ہر ایک کے لئے آزمائش ہے۔ مالدار کے لئے اس لحاظ سے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی اس امانت کو کیونکر، کس طرح اور کن کاموں میں خرچ کرتا ہے اور غریب کے لئے آزمائش، قناعت و شکر ہے، پھر بتایا ہے کہ مرد ہو یا عورت، جس کا جو مال ہے وہ اس کا مالک و مختار ہے، لہٰذا ترکہ کے جو حقدار اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں، ان کے حصے انہیں دینے میں حیل و حجت نہ کرنا چاہئے۔

رکوع نمبر ٦ :﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ ہدایتیں دی گئی ہیں:

ا: مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے، کیونکہ وہ سربراہ اور نگران ہیں اور عورتوں کی معاشی کفالت کے ذمہ دار ہیں۔

۲: عورتوں کو اللہ کے حقوق ادا کرنے چاہئیں، انہیں اپنے شوہروں کی اطاعت شعار ہونا چاہئے اور اپنے شوہروں کی عدم موجودگی میں ان کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرنی چاہئے۔

۳: بیوی سے سرکشی اور غلط کاری کا اندیشہ ہو تو انہیں پہلے نصیحت کرنی چاہئے، اگر نہ مانیں تو خوابگاہوں میں ان سے الگ ہو جانا چاہئے۔ پھر بھی نہ مانیں تو اس قدر تنبیہ کرنی چاہئے کہ ان کو کوئی ضرر اور نقصان نہ پہنچے۔

۴: اگر میاں بیوی کے درمیان اختلافات ہوں اور آپس کے افہام وتفہیم سے کام نہ چلے تو پنچایت فیصلہ کرے، یہ پنچایت مرد کے رشتہ داروں میں سے ایک فرد اور عورت کے رشتہ داروں میں سے ایک فرد پر مشتمل ہوگی اور وہ جو فیصلہ کریں، میاں بیوی اسے قبول کرلیں۔ زوجین اور پنچایت سب کو اپنے پیش نظر اصلاح رکھنی چاہئے، نہ کہ معاملہ کو اور بگاڑنا۔

پھر توحید کا سبق دیتے ہوئے شرک سے بچے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت ہے، نیز پڑوسیوں، مسافروں اور زیردستوں سے نیک برتاؤ کرنے اور ان کے حقوق کا لحاظ رکھنے کی تاکید ہے۔ اسی سلسلہ میں غرور اور کبر سے بچے رہنے کی تاکید ہے۔

پھر بخل کی مذمت بیان کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں انفاق (خرچ) کی ترغیب و ہدایت ہے۔ اور یہ کہ انفاق خالصتاً للہ ہونا چاہئے۔ نہ کہ ریاکاری کے طور پر۔ ضمناً ریاکاری کی برائی سمجھانے کے لئے بتایا ہے کہ اس کی سرحد اللہ اور قیامت پر ایمان نہ ہونے سے مل جاتی ہے۔

پھر قیامت کی یاددہانی کرتے ہوئے کفر اور رسول ﷺ کے احکام کی نافرمانی کی دردناک سزا کا تذکرہ ہے۔

رکوع نمبر ۷: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى﴾

اس رکوع میں طہارت کی اہمیت اور اس کا لحاظ رکھنے کی تاکید ہے، نیز نماز کی ادائیگی میں توجہ اور جو کچھ اس میں پڑھا جائے اسے سمجھنے کی نصیحت کی گئی ہے، پھر وضو اور تیمم کے چند مسائل بیان ہوئے ہیں۔

پھر یہود و نصاریٰ کی دنیا پرستی کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے دنیوی مفاد کی خاطر اللہ کی کتاب تک میں تحریف کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ مسلمانوں کو اللہ کے احکام پر عمل پیرا رہنا چاہئے اور دنیا پرستی میں مبتلا ہو کر خدائی احکام سے سرتابی اور اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق خدائی احکام کو زبردستی کھینچ کرلانے کی حرکت نہ کرنی چاہئے۔ پھر مسلمانوں کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ وہ ذو معنی باتیں نہ کہا کریں۔

پھر اہل کتاب کو خطاب کرتے ہوئے انہیں قرآن حکیم پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اور بتایا ہے کہ جو لوگ اس دعوت کو قبول نہ کریں گے، انجام کار وہ دنیا و آخرت میں گھاٹے میں رہیں گے، پھر شرک کی مذمت

کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ ہر گناہ قابل عفو ومغفرت ہے سوائے شرک کے کہ شرک کسی حال میں معاف نہیں کیا جائیگا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

ترجمہ: اللہ بس شرک ہی کو کسی حال میں معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا جس قدر دوسرے گناہ ہیں، وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے، اس لئے اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اس نے بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔

رکوع نمبر ۸: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ﴾

اس رکوع میں بت پرستی سے منع کرتے ہوئے بخل اور حسد سے بچے رہنے کی ہدایت کی گئی ہے، پھر امانت داری کا سبق دیا گیا ہے کہ جو جس بات اور جس چیز کا اہل ہو اس کو وہ چیز دینا امانت داری کا تقاضا ہے، پھر خدا اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اس طرح امانت سے متعلق حکم و تاکید کے بعد ہی اللہ اور رسول کی اطاعت کا تذکرہ کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ انسان اگر اپنے اور اس کائنات کی پیدائش پر غور کرے تو باآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ خدا کا حق ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے، اور اس کا حق ادا کرنا، امانت کا ادا کرنا ہے، کیونکہ انسان کی پیدائش کا مقصد خلافت ارضی ہے اور خلافت کی ذمہ داریاں امانت ہیں۔ ان میں خیانت نہ کرنا چاہئے، یعنی خدا کی بتائی ہوئی راہ سے ہٹ کر زندگی نہ گذارنی چاہئے اور رسول کو رسول مان لینے کے بعد رسالت کا یہ حق ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت واتباع کی جائے ورنہ یہ رسول کے ساتھ خیانت ہوگی۔ خدا اور رسول کی اطاعت تو اصل ہے۔

اس کے بعد اپنے حکاموں کی اطاعت کا حکم ہے اور بتایا ہے کہ حاکموں سے اگر کسی معاملہ میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول ﷺ (قرآن وسنت) کو حکم بناؤ، اور اس میں جو ہدایت ملے اس پر بے چوں چرا عمل کرو، فرمایا ہے کہ اس طریقہ پر جو لوگ گامزن ہوں وہ ہیں دراصل اللہ اور آخرت پر ایمان لانے والے۔

رکوع نمبر ۹: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ﴾

اس رکوع میں منافقین کی دوغلی پالیسی کا تذکرہ ہے اور کہا ہے کہ دعوائے ایمان کے باوجود قرآن اور رسول کے حکم وفیصلہ سے اعراض کرتے ہیں اور اس کے لئے طرح طرح کے حیلے اور بہانے تراشتے ہیں۔ پھر اپنی اس

حرکت کی پاداش وہ کیوں بھگتیں گے، پھر بتایا ہے کہ رسول محض پیغام الٰہی کا نامہ بر ہو کر نہیں آتا، بلکہ رسول اس لئے آتا ہے کہ وہ اللہ کا پیغام پہنچانے کے ساتھ ساتھ اللہ کی منشا کے مطابق عمل کر کے بتائے اور اس کے عملی نمونہ کے مطابق انسان عمل کرے، رسول کی اتباع ہی میں اللہ کی اطاعت ہے، اور جو لوگ رسول کے فیصلے سے اعراض کرتے ہیں، وہ مومن نہیں ہیں۔

پھر آخر میں اعلان کیا ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو انسان کو انعام الٰہی کا مستحق بناتا ہے، اور ایسے لوگ بڑے اجر کے مستحق ہیں اور ایسے لوگوں کا آخرت میں انبیاء، صدیقین اور شہداء اور صالحین کا ساتھ ہوگا، کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آجائیں۔

رکوع نمبر ۱۰:﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا﴾

اس رکوع میں اسلام دشمن عناصر سے چوکنے رہنے کی ہدایت ہے اور اس بات کی تلقین ہے کہ دشمنوں سے مقابلہ کے لئے ہر وقت مستعد اور ہر طرح کے سامان سے لیس رہنا چاہئے۔

پھر جہاد کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اسلام میں وہی جہاد معتبر ہے جو فی سبیل اللہ ہو، جس سے مظلوم مسلمانوں کی حفاظت ودستگیری ہوتی ہو، پھر الٰہی حکومت اور الٰہی قوانین کے لئے مسلمانوں کو اپنی جانیں قربان کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱۱:﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَیْدِیَكُمْ وَاَقِیْمُوْا﴾

اس رکوع میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو جہاد کے نام سے گھبراتے ہیں۔ حالانکہ موت وزیست اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔ موت بہر حال آکر رہے گی۔ خواہ انسان کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں اپنے آپ کو محفوظ کرلے، ساتھ ہی اس ذہنیت کی سخت مذمت کی گئی ہے کہ اگر فائدہ پہنچے اور فتح وکامرانی اور مال غنیمت وغیرہ حاصل ہوتے ہیں تو اسے اللہ کا فضل قرار دیتے ہیں، لیکن جب اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کے سبب کہیں شکست ہوتی ہے تو سارا الزام نبی پر ڈالتے ہیں اور خود بری الذمہ ہونا چاہتے ہیں، حالانکہ وہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے جو کچھ بھی اور جب کبھی فضل وانعام سے نوازا تو یہ فضل نبی کے ذریعہ ہی فرمایا اور ناکامی خود ان کی ذاتی کمزوریوں اور غلطیوں کے سبب ہوتی ہے۔ یہ ساری حرکتیں منافقین کرتے ہیں، اس لئے ان کی ریشہ دوانیوں سے ہوشیار رہنے کے لئے اس قسم کی ذہنیت کی مذمت کی گئی ہے، ساتھ ہی اس رکوع میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے والے

مومنین کی شان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اپنی جانیں لڑوادیتے ہیں، ایسے مخلص اور رضائے الٰہی کے طالب کو صبر و ثبات کی تلقین کی گئی ہے۔

اس کے بعد قرآن میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر حسن معاشرت کا ایک اصول یہ بتایا ہے کہ افواہوں پر کان نہ دھرا کرو، کوئی خبر ملے تو پہلے تحقیق کرلیا کرو، پھر دوسروں سے بیان کرو، پھر جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مسلمان جہاد پر عمل کریں گے تو اللہ کی نصرت ان کے ساتھ ہوگی، ساتھ ہی حسن معاشرت کے سلسلہ میں اسلام کی یہ تعلیم دی گئی ہے اور بتایا ہے کہ کوئی سلام کرے تو بہتر طریقہ سے اس کا جواب دینا چاہئے۔

رکوع نمبر ۱۲:﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ﴾

اس رکوع میں ایسی سرزمین سے ہجرت کو مسلمانوں کی علامت قرار دیا ہے جہاں کے باشندے مسلمانوں پر اسلامی زندگی گذارنی دوبھر کردیں، اس لئے اسلام پر عمل کرنے کے لئے ایسی جگہ ہجرت کرجانا، جہاں اسلام پر عمل ہوسکے، مسلمانوں کی پہچان ہے، پھر منافقوں اور سرکشوں کی شرارتوں کے تذکرے ہیں اور آخر میں صلح و جنگ اور معاہدات سے متعلق چند اہم احکام بتائے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جولوگ جنگ سے دل برداشتہ ہوں اور وہ تم سے نہ لڑیں اور نہ اپنی قوم کا ساتھ دیں، ان پر دست درازی نہ کرنی چاہئے۔

رکوع نمبر ۱۳:﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا﴾

اس رکوع میں انسانی جان کے احترام کا سبق دیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ ناحق کسی کو قتل کرنا سنگین جرم ہے اور قیامت میں سخت ترین سزا کا موجب، پھر عمداً قتل اور غلطی سے کسی کو قتل سے متعلق چند احکام بتائے ہیں، جہاد کے لئے نکلنے کے بعد دوست دشمن میں تمیز کی تاکید ہے اور بتایا ہے کہ جو تمہیں آگے بڑھ کر سلام کرے اسے فوراً نہ کہہ دو کہ تو مومن نہیں ہے، بلکہ تحقیق سے کام لو۔

پھر جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے مجاہدین کی غیر مجاہدین پر بدرجہا شرافت وفضیلت کا تذکرہ ہے اور اندھے، لولے، لنگڑے وغیرہ معذوروں کیلئے جہاد سے مستثنیٰ ہونے کا بیان ہے۔

رکوع نمبر ۱۴:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا﴾

اس رکوع میں ہجرت نہ کرنے والوں کو وعید سنائی گئی ہے اور سمجھایا ہے کہ اسلامی زندگی بسر کرنے کے لئے

یہ بہانہ بنالینا درست نہیں کہ مخالفین اسلام نے مجبور و بے بس کر رکھا ہے۔ یہ دراصل اپنے نفس اور اپنے خاندان اور اپنی جائیداد اور املاک اور دنیوی مفاد کی محبت ہوتی ہے جو انسان کو ترک وطن سے روکتی ہے، حالانکہ جب وطن اور اسلام کے درمیان ٹھن جائے تو ایسی صورت میں ایک مسلم کو بہر حال وطن کو خیر باد کہہ دینا چاہئے۔ ساتھ ہی کہا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کے لئے ہجرت کرتے ہیں اللہ کی زمین اپنے لئے وسیع پاتے ہیں۔ معذوروں اور بچوں کے لئے البتہ ہجرت عدل وانصاف کی تلقین ہے اور توکل کا درس دیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۱۵: ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ﴾

اس رکوع میں سفر کی حالت میں نماز قصر سے متعلق احکام ہیں، پھر صلوٰۃ خوف کا تذکرہ ہے اور بتایا ہے کہ عین میدان جنگ میں نماز کس طرح پڑھنی چاہئے، اس طرح یہ سمجھا دیا کہ نماز کسی حال میں چھوڑی نہیں جاسکتی، ساتھ ہی یہ بتایا ہے کہ نماز کے لئے پابندی وقت ضروری ہے۔

رکوع نمبر ۱۶: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ﴾

اس رکوع میں نزول قرآن کا مقصد بتاتے ہوئے حضور ﷺ سے ارشاد ہوا ہے کہ اس قرآن کے مطابق جیسا اللہ آپ کو دکھائے، اس طرح لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا کریں، پھر کسی کی بیجا طرفداری سے روکا گیا ہے، اور سبق دیا گیا ہے کہ محض خاندان اور قبیلہ کی عصبیت میں مجرموں کی حمایت ہرگز نہ کرنی چاہئے، انصاف کے معاملہ میں کسی قسم کا تعصب روا نہیں، مسلمانوں کا کام حق کی شہادت ہے اور یہ ہرگز دیانت نہیں کہ اپنے گروہ کا آدمی اگر برسر باطل ہو تو اس کی بے جا حمایت کی جائے اور دوسرے گروہ کا آدمی اگر برسر حق ہو تو اس کے ساتھ بے انصافی کی جائے۔

پھر نفاق اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ لوگ انسانوں سے اپنی حرکات چھپاسکتے ہیں مگر خدا سے نہیں چھپاسکتے، وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب راتوں کو چھپ کر اس کی مرضی کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ نیز بہتان کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱۷: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ﴾

اس رکوع میں لوگوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، بری سرگوشیوں سے روکا گیا ہے، پھر رسول ﷺ کی اتباع سے انحراف اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلنے والوں کے لئے آخرت میں

دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ جب کسی مجلس میں چند مسلمان بیٹھیں تو نیک مشورے اور اچھی باتیں کریں نہ کہ فتنہ وفساد کے منصوبے بنائیں۔

رکوع نمبر ۱۸: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾

اس رکوع میں شرک کی برائیوں کو دہراتے ہوئے پھر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ سارے گناہ قابل عفو ومغفرت ہیں۔ البتہ شرک کسی حال میں قابل عفو ومغفرت نہیں، پھر جاہلیت کے دور میں جانوروں سے متعلق جو مشرکانہ رسمیں جاری تھیں ان سے روکا گیا ہے۔ مثلاً جانور کا کان چیر کر چھوڑ دینا، کسی جانور کا بت پر بھینٹ چڑھانا وغیرہ، پھر ایمان اور عمل صالح کی اہمیت بتا کر کہا گیا ہے کہ فوز وفلاح انہی کے لئے ہے، پھر یہ تعلیم دی ہے کہ انجام کی بہتری کسی کی آرزوؤں پر موقوف نہیں جو بھی برائی کرے گا اس کا برا پھل پائے گا اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، وہ جنت کا مستحق ہے، قیامت میں ذرہ برابر بھی حق تلفی نہ ہوگی۔ پھر ملت ابراہیم کی پیروی کی ہدایت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ایسے لوگ اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اور اپنا رویہ نیک رکھتے ہیں۔

رکوع نمبر ۱۹: ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ﴾

اس رکوع میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی پھر ہدایت کی گئی ہے، یتیموں، کمزوروں وغیرہ کے ساتھ عدل کی تاکید ہے، پھر زن وشوہر کے لئے حسن تعلقات کی ہدایت دی گئی ہے، اور کہا ہے کہ اختلاف کی شکل میں پہلے صلح کی تدبیریں کرنی چاہئیں اور جب صلح کی تدبیروں میں ناکامی ہو تو بدرجہ مجبوری تفریق ہو۔ نیز خداترسی، بیویوں کے درمیان عدل اور طرز عمل کے درست رکھنے کی تاکید وہدایت ہے، اور آخر میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے احکام کی اطاعت سے اعراض اچھے نتیجے پیدا نہیں کرتا، اور اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود جو لوگ ایسا کریں گے تو اللہ اس پر قادر ہے کہ وہ انہیں ہٹا کر دوسروں کو ان کی جگہ لے آئے۔

رکوع نمبر ۲۰: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ﴾

اس رکوع میں امت مسلمہ کا فریضہ یاد دلا کر کہا گیا ہے کہ ہمیشہ اس پر کاربند رہنا چاہئے، یعنی حق کی شہادت۔ اگرچہ اس معاملہ میں والدین یا دوسرے رشتہ داروں پر زد ہی کیوں نہ پڑتی ہو، بلکہ خود اپنی ذات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، پھر مومنین سے کہا گیا ہے کہ وہ ایمان پر اچھی طرح ثابت قدم رہیں، پکے مومن بنیں اور

اگر کوئی کسی حیثیت سے کفر کی روش اختیار کرے گا تو یہ انتہائی ضلالت ہے، اور ضلالت کا انجام دنیا و آخرت میں ہلاکت ہے، ساتھ ہی یہ نصیحت ہے کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی ہرگز نہ کی جائے، یہ کام کبھی راس نہیں آ سکتا، نیز یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑانا کفر ہے، اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑائیں، ان کی مجلسوں میں ہرگز شرکت نہ کرنی چاہیے۔

رکوع نمبر ۲۱: ﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾

اس رکوع میں منافقوں کی عادتوں اور خصلتوں کا تذکرہ ہے، خاص کر نفاق کی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ نماز کے لئے مارے باندھے آتے ہیں، اور محض مسلمانوں کو دکھانے کے لئے ریاکاری کے طور پر نماز پڑھتے ہیں، یہاں پھر مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ کافروں سے دوستی نہ رکھیں، مطلب یہ کہ منافق دراصل کافر ہوتا ہے، صرف فریب دینے کیلئے ظاہر میں محض زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے، اسلئے اس سے دوستی اور میل جول نہ رکھا جائے، البتہ اگر وہ سچے دل سے توبہ کرلیں اور اپنی حالت کی حقیقی اصلاح کرلیں تو اللہ انہیں اجر دے گا۔

پارہ نمبر۶
لا یحبّ اللہ

نیز اس رکوع میں خدا کے علم غیب اور اس کے وسیع علم کو بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ تمہارا ہر کام اور تمہاری ہر حرکت خدا دیکھ رہا ہے، بھلائی کا اظہار کر دیا اسے پوشیدہ رکھو، یا کسی کی برائی کو معاف کر دو، سب اللہ کے علم میں ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ سے پہلے کے سارے انبیاء کی تصدیق کرنی چاہئے، رسولوں کے درمیان تفریق نہ کرنی چاہئے کہ کسی کو مانیں، کسی کو نہ مانیں، ایسا کرنا بھی کفر ہے، نیز ایسا کرنا اللہ اور رسولوں کے درمیان تفریق ہے۔ یعنی اطاعت کے باب میں اللہ اور رسول کے درمیان فرق کرنا کہ ہم اللہ کی تو اطاعت کریں گے اور رسول کی اتباع نہ کریں گے جس طرح دراصل اللہ کی نافرمانی ہے، اور کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ اللہ کی اطاعت نہیں کرتا، بلکہ اپنے ذہن کے تراشیدہ کسی اور ہی معبود کی اطاعت کرتا ہے، اسی طرح رسولوں کے درمیان تفریق کرنا، اطاعت الٰہی سے انحراف ہے۔ ایمان انہی لوگوں کا معتبر ہے اور وہی اجر کے مستحق ہیں جو اللہ اور اللہ کے سارے رسولوں پر ایمان لائیں اور ایمان کے معاملے میں کسی رسول کے درمیان تفریق نہ کریں۔

رکوع نمبر ۲۲: ﴿یَسْئَلُکَ اَھْلُ الْکِتَابِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتَابًا﴾

رسولوں کے درمیان تفریق اہل کتاب کا شیوہ ہے، اس لئے اس رکوع میں اہل کتاب کی بے جا باتوں کا تذکرہ ہے، اور خدا سے کئے ہوئے اپنے عہد سے جو وہ سرکشی کرتے رہے ہیں، ان کا ذکر ہے، منجملہ ان باتوں کے ایک یہ کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم خدا کو بچشم سر دیکھنا چاہتے ہیں، تو بجلی گری اور وہ ہلاک ہوگئے، نیز یہ کہ انہوں نے سامری کے سونے کے بچھڑے کو معبود بنالیا تھا۔

پھر یہودیوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر جو اتہام لگایا تھا، اس کی تردید ہے اور حضرت مریم علیہا السلام کی پاکیزگی وعصمت بیان کی گئی ہے، پھر عیسائیوں کے عقیدے کی تردید ہے، ساتھ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو سولی دیئے جانے کی شہرت ہے، اس کی تردید ہے کہ:

﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾

ترجمہ: انہوں نے نہ عیسیٰ کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا، بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کردیا گیا۔

پھر آخر میں بتایا ہے کہ ان یہودیوں کی ضلالت اور شرارت میں منجملہ دوسری باتوں کے سودی لین دین کا بھی بہت کچھ دخل رہا ہے، حالانکہ سود ان کے لئے بھی حرام تھا، لیکن یہ دنیا پرستی اور حب جاہ چیز ہی ایسی ہے کہ انسان کو حیوانیت کے درجہ میں گرادیتی ہے۔ اس طرح مسلمانوں کو دنیا پرستی سے روکا گیا ہے اور حلال وحرام کا لحاظ رکھنے اور احکام الٰہی کی سختی سے پابندی کی ہدایت وتاکید ہے۔

رکوع نمبر ۲۳: ﴿اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ جس زمانے میں رسول آئے، ان کا دین یہی اسلام تھا، اور اسی اصل دین کے لئے ان کی دعوت رہی، البتہ شریعتیں بدلتی رہیں، پھر اہل کتاب کو دعوت دی گئی ہے کہ جب تورات وانجیل کی اصل تعلیمات وہی تھیں جو قرآن دے رہا ہے تو پھر قرآن پر اور حضور ﷺ پر ایمان لاؤ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ ہی کے رسول تھے، ان کے بارے میں جو لوگوں نے تثلیث کا عقیدہ گھڑ لیا، وہ شرک ہے، اللہ تو بس ایک ہی ہے، اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی لڑکا ہو۔

رکوع نمبر ۲۴: ﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ﴾

اس رکوع میں خاص طور پر عیسائیوں کے عقیدوں کی تردید ہے، اور بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشر تھے، اللہ کی مخلوق تھے، اللہ کے رسول تھے، فرشتے وغیرہ سب اللہ کی مخلوقات ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کے ایک بندہ ہوں اور نہ فرشتے اللہ کی مخلوق ہونے کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں، اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لئے عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئے گا جب سب اللہ کے حضور حاضر ہوں گے۔ اس وقت عمل صالح کرنے والے مومنین اپنے اجر پورے پورے پائیں گے اور جنہوں نے بندگی رب کو اپنے لئے عار سمجھا اور تکبر کیا، اللہ ان کو دردناک سزا دے گا۔

نیز اس رکوع میں قرآن کو "نور" سے تعبیر کرکے بتایا ہے کہ اس روشنی نے گمراہی کی ساری تاریکیاں چھانٹ دی ہیں۔ اس سے حضور ﷺ کی نبوت عامہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ ﷺ ساری دنیا کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور آپ ﷺ پر ایمان لائے بغیر نجات ممکن نہیں، پھر کلالہ کے مسئلہ کا بیان ہے۔ کلالہ وہ

مرنے والا شخص جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد، صرف بھائی بہنیں ہوں۔ اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

سورۂ مائدہ

وجہ تسمیہ : پندرہویں رکوع میں مائدہ (خوان) کا لفظ آیا ہے، اسی کو علامت کے طور پر اس سورۃ کے نام کی حیثیت دے دی گئی۔

زمانہ نزول : صلح حدیبیہ کے بعد ۶ ھ کے اواخر یا ۷ ھ کے اوائل میں نازل ہوئی۔

مضامین : یہ سورۃ تین بڑے بڑے مضامین پر مشتمل ہے۔

۱: مسلمانوں کا مذہبی، تمدنی اور سیاسی زندگی کے متعلق مزید احکام وہدایات۔ مثلاً سفر حج کے آداب، کھانے پینے کی چیزوں میں حلال وحرام کے حدود، وضو اور غسل اور تیمّم کے قاعدے، بغاوت اور چوری کی سزائیں، قسم توڑنے کا کفارہ، حرمت شراب وغیرہ۔

۲: مسلمانوں کو نصیحت کہ اب چونکہ تم ایک حکمران قوم بن چکے ہو، اس لئے سخت آزمائش کے دور میں قدم رکھ رہے ہو، اس آزمائش سے حسن وخوبی اور سلامتی کے ساتھ کس طرح نکل سکتے ہو۔

۳: یہودیوں اور عیسائیوں کو نصیحت، یہودیوں کا زور ٹوٹ چکا تھا اور شمالی عرب کی تقریباً ساری یہودی بستیاں مسلمانوں کے زیر نگیں آ گئی تھیں۔ اس موقع پر ان کو ایک بار پھر دعوت حق اور ان کے غلط رویہ پر تنبیہ کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ﴾

اس میں عہد وپیمان اور قسم کی پابندی کی تعلیم ہے اور عہد شکنی سے روکا گیا ہے، پھر کھانے پینے میں جو چیزیں حرام ہین ان کو بیان کیا گیا ہے (مردار، سور کا گوشت وغیرہ) آخر میں عورتوں سے حسن سلوک کی تعلیم ہے، نیز یہ تعلیم ہے کہ عورت ومرد کے درمیان نکاح ہی کے ذریعہ جائز تعلق ہونے چاہئیں۔ پوشیدہ آشنائی وغیرہ سخت گناہ ہے، پھر اسلام کے آخری مذہب ہونے کا اعلان ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے کو پسند کرلیا۔

رکوع نمبر ۲: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا﴾

سب سے پہلے وضو کا طریقہ بتایا گیا ہے، پھر حالت مرض میں یا پانی نہ ملنے کی شکل میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے، پھر امت مسلمہ کے فریضہ شہادت حق کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ عدل وانصاف کی تلقین ہے اور توکل کا درس دیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ﴾

اس رکوع میں ان صفتوں اور شرطوں کو بتایا گیا ہے جن کی وجہ سے رضائے الٰہی اور قرب الٰہی کا درجہ حاصل ہوسکتا ہے، وہ یہ ہیں۔ نماز، زکوٰۃ۔ سارے انبیاء پر ایمان صادق، تبلیغ دین، جہاد اور جہاد کے لئے مالی مدد۔ پھر یہودیوں کی دنیا پرستی کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے چند روزہ زندگی کے عوض آخرت بیچ ڈالی ہے۔ ساتھ میں یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ کل (قیامت میں) نہ کہنا کہ کوئی نذیر و بشیر نہ آیا۔ دیکھ لو یہ رسول یعنی حضرت محمد ﷺ آ گئے، اور اتمام حجت ہوگئی ہے۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾

اس رکوع میں اس واقعہ کا تذکرہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور جہاد کے لئے ان کی پکار کا جواب کس طرح اور کتنے حیلوں اور بہانوں سے یہودیوں نے دیا تھا۔ کیونکہ یہودیوں کی تو یہ خصلت رہی ہے کہ حق اختیار نہ کرتے تھے۔ طرح طرح کے بہانے اور چور دروازے نکالتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ تک کہہ دیا کہ:

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾

ترجمہ: تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

ساتھ ہی بزدلی کی مذمت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ دنیا و آخرت میں فوز و فلاح دلیری اور ثبات قدمی سے حاصل ہوسکتی ہے۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا﴾

اس رکوع میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے ہابیل اور قابیل کے مشہور واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے سبق دیا گیا ہے کہ حسد نہایت بری چیز ہے، اس سے بچے رہنا چاہئے، پھر بتایا گیا ہے کہ کسی برائی اور گناہ کی بنیاد جو قائم کرتا ہے، تو جب تک دنیا میں وہ برائی اور گناہ ہوتا رہے گا اس کے عذاب میں وہ بانی بھی شریک رہے گا۔ اسی طرح جو نیکی کی کوئی بنیاد رکھے گا تو جب تک وہ نیکی ہوتی رہے گی اس کے ثواب کا ایک حصہ اس بانی کو بھی ملتا رہے گا۔ پھر اللہ اور رسول سے دشمنی اور ان کے احکام سے سرتابی کی قیامت میں ہولناک سزا کا تذکرہ ہے۔

رکوع نمبر ۶: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾

اس رکوع میں اسلام کے حاکمانہ اقتدار کو برا بتایا گیا ہے اور جہاد کی تلقین ہے۔

پھر چوری کی سزا کا بیان ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا﴾

ترجمہ: چور مرد ہو یا چور عورت ہو ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔

پھر یہودیوں کی شرارتوں اور بدعملیوں کا تذکرہ ہے۔

واضح رہے کہ اکثر و بیشتر جو اہل کتاب کی ضلالت و شرارت کے تذکرے ہو رہے ہیں، وہ مسلمانوں کو خبردار کرنے کے لئے ہیں تاکہ یہ امت اہل کتاب جیسی سرگرمیوں میں مبتلا نہ ہو جائے اور اگر کبھی ایسا ہوگا تو اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو یہودیوں کا ہوا، یعنی ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔

رکوع نمبر ۷: ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ﴾

اس رکوع میں تورات کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ تورات میں بھی اللہ کے دین کو قائم کرنے ہی کی ہدایت تھی، اور قرآن میں بھی یہی حکم ہے۔ لہٰذا اللہ کے دین کو قائم کرنا مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے، اور جو اللہ کے احکام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کفر کی روش پر ہیں۔

پھر قصاص کے متعلق چند احکام بیان ہوئے ہیں:

﴿اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ﴾

ترجمہ: جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، اور کان کے بدلے کان۔

رکوع نمبر ۸ : ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اَوْلِیَاءَ﴾

اس رکوع میں یہود ونصاریٰ سے دوستی رکھنے کو منع کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ منجملہ اور خرابیوں کے یہ بھی ہوگا کہ صحبت کی اثر سے تم بھی انہی کی طرح ہو جاؤ گے۔ پھر ارتداد کی مذمت بیان کر کے اس پر دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۹ : ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا﴾

اس رکوع میں تمام ایسے لوگوں سے دوستی کے تعلقات رکھنے سے منع کیا ہے جو دین کو مذاق بنائے ہوئے ہیں۔ پھر قرآن سے سرکشی کرنے والوں کی سخت تنبیہ کی گئی ہے۔ ساتھ ہی اہل کتاب کے علماء ومشائخ کے کرتوتوں کا بیان ہے کہ وہ حرام کھاتے ہیں اور وہ بھی دنیا پرستی میں گرفتار ہیں۔

رکوع نمبر ۱۰ : ﴿یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ﴾

اس رکوع میں رسول ﷺ کو دعوت وتبلیغ کا حکم دیا گیا ہے، پھر عیسائیوں کے مشرکانہ عقیدوں کا تذکرہ ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل منصب کا بیان ہے۔ فرمایا ہے کہ مسلم ہو، یہودی یا مجوسی ہو یا عیسائی، خدا کے ہاں ان ناموں سے کامیابی نہیں ہوگی، وہاں وہی شخص کامیاب ہوگا جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔

رکوع نمبر ۱۱ : ﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ﴾

اس رکوع میں یہودیوں اور عیسائیوں کی خصلتوں کے بیان کا سلسلہ چل رہا ہے، ساتھ ہی اہل کتاب کی گمراہی کا یہ سب سے بڑا سبب بتایا ہے کہ سوسائٹی میں گناہ ہوتے رہتے تھے مگر اس سے روکنے والا کوئی نہ تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غفلت سوسائٹی کو ہلاکت کے فریب سے دوچار کر دیتا ہے۔

پارہ نمبر ۷
و اذا سمعوا

نیز اس میں بعض عیسائی راہبوں کی ایک صفت بیان کی گئی ہے کہ جب وہ قرآن سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور ان کی سلامت روی کا تذکرہ ہے۔ اور یہ کہ یہ لوگ قبولیت حق کی استعداد رکھتے ہیں۔

رکوع نمبر ۱۲ :﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ﴾

اس رکوع میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ شریعت کی حدود کو نہ توڑیں۔ کسب حلال اور اکل حلال کی تلقین کی گئی ہے۔ شراب، جوا، پانسہ وغیرہ شیطانی کاموں سے روکا گیا ہے۔ نیز اللہ اور اس کے رسول کی سختی کے ساتھ اطاعت کا حکم ہے۔ ایمان اور تقویٰ کی تلقین کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱۳ :﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ﴾

اس رکوع میں احرام کی حالت میں جو کام کرنا ممنوع ہیں ان کا بیان ہے اور جو جائز ہیں ان کا تذکرہ ہے۔ مثلاً یہ کہ برّی (خشکی میں شکار) شکار ممنوع ہے لیکن مچھلی کا جائز۔ پھر خانہ کعبہ کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱۴ :﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ﴾

اس رکوع میں بے ہودہ اور لغو باتوں کے بارے میں رسول سے سوالات کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ پہلی امتیں اس قسم کے سوالات کرنے سے کفر کے قریب ہو گئیں۔

پھر چند مشرکانہ رسموں کا بیان ہے (جیسے جانور جو نشان لگا کر آزاد چھوڑ دیئے جاتے تھے) اور ان سے احتراز کی تاکید ہے، آخر میں وصیت کے متعلق گواہی کا بیان ہے کہ وصیت کرنے والے کو اپنی وصیت کے گواہ ضرور مقرر کر دینے چاہئیں اور گواہوں کی گواہی نہ چھپانی چاہیے۔

رکوع نمبر ۱۵ :﴿یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَا ذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا﴾

پہلے قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا تذکرہ کر کے سبق دیا گیا ہے کہ اگر آخرت میں سرخروئی کی تمنا ہے تو

خدااوررسول ﷺ کی اطاعت کرو، پھرحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ وہ خدایا خدا کے بیٹے نہ تھے، وہ بھی بشر ہی تھے، جن کواللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا تھا، اور معجزے کے طور پر سب سے پہلے گہوارے میں اللہ نے ان سے بات کرائی۔ نیز اندھوں اور کوڑھیوں کو صحت یاب کردینے اور مردے کوزندہ کردینے کا معجز انہیں دیا گیا۔ پھر چونکہ رسالت وبشریت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آ گیا ہے تو یہ سمجھانے کے لئے کہ ان کے حواری اورصحابی بھی ان کواللہ کا رسول اور بشر ہی سمجھتے تھے۔

ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے، وہ یہ کہ ان کے صحابیوں نے آسمان سے خوان اترنے کی فرمائش کی او حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا۔ یہ خوان اترایانہیں، قرآن اس کے باری میں خاموش ہے، ممکن ہے اتر ہواور ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سمجھانے پرانہوں نے درخواست واپس لے لی ہو۔

رکوع نمبر ۱۶: ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ﴾

گذشتہ رکوع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت وبشریت کا تذکرہ کرنے کے بعد اس رکوع میں نہایت بلیغ انداز میں عیسائیوں کے باطل عقیدوں کی تردید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جودعوت تھی، وہ ایک رسول ہی کی دعوت تھی، یعنی یہ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اسی کی عبادت واطاعت کرو، نہ یہ کہ انہوں نے اپنے کو خدا کا بیٹا کہا۔ یہ عیسائیت کا من گھڑت عقیدہ ہے اور بالکل بے بنیاد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسی بات کہنے سے بری ہیں۔

سورۂ انعام

وجہ تسمیہ: رکوع نمبر ۱۶ اور نمبر ۱۷ میں بعض انعام (مویشیوں) کے حرام ہونے اور بعض کے حلال ہونے کے متعلق اہل عرب کے توہمات کی تردید کی گئی ہے۔ اس مناسبت سے یہ نام رکھا گیا ہے۔

زمانہ نزول: یہ سورۃ مکی دور کے آخری زمانے میں نازل ہوئی اور پوری سورۃ بیک وقت ناز ہوئی تھی۔

مضامین: اس سورۃ کے مضامین کوسات بڑے بڑے عنوانات پرتقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) شرک کا ابطال اور عقیدہ توحید کی طرف دعوت۔

(۲) عقیدہ آخرت کی خاص طور پر تبلیغ، اور ساتھ ہی اس وہم کی تردید کہ زندگی جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔

(۳) جاہلیت کے ان توہمات کی تردید جن میں لوگ مبتلا تھے۔

(۴) اسلامی معاشرہ کی تعمیر جن بڑے بڑے اصول و بنیاد پر ہوتی ہے ان کا تذکرہ۔

(۵) دعوت نبوی اور رسول کے خلاف اعتراضات کا جواب۔

(۶) رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو جو مشکلات پیش آ رہی تھیں ان پر ان کی تسلی۔

(۷) منکرین اور مخالفین کی غفلت پر تنبیہ۔

ان عنوانات پر الگ الگ یکجا گفتگو نہیں ہے بلکہ سلسلہ کلام ایک دریا کی سی روانی کے ساتھ چلتا ہے اور اس کے دوران یہ عنوانات مختلف طریقوں سے بار بار چھیڑتے ہیں اور ہر بار ایک نئے انداز سے ان پر گفتگو کی جاتی ہے۔ جس کا اندازہ آگے ہر رکوع کے مضامین سے ہوتا جائے گا۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ﴾

اللہ کی حمد و ثنا کے بعد علم توحید پر قدرت خداوندی اور اللہ کی بے شمار ان نشانیوں سے دلیل لائی گئی ہے جو دنیا میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ کفار کے ان اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ تبلیغ کے لئے فرشتے کیوں نہ آئے۔ انسانوں کو کیوں بھیجا گیا کہ انسانوں کی آبادیوں میں فرشتے بھی آتے تو آدمی کی ہی شکل میں آتے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ﴾

اللہ کی فرمانبرداری سے غفلت برتنے کا انجام دنیا میں نامرادی اور تباہی ہوتا ہے۔ اس کی شہادت تباہ شدہ قوموں کی کھنڈر سے مل سکتی ہے۔ اس کے لئے رکوع میں سیر و سفر کی تلقین کی گئی ہے تا کہ آنکھوں سے نقشہ دیکھ کر عبرت حاصل کی جا سکے:

﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ﴾

ترجمہ: ان سے کہو ذرا زمین پر چل کر دیکھو۔ جھٹلانے والوں کو کیا انجام ہوا ہے۔

پھر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مسلم بن کر زندگی گذارنے ہی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کی جا سکتی

ہے۔اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے دونوں جہاں میں کامیابی کے راستے دکھائے ہیں ۔اسلام کے معنی اطاعت کے ہیں۔حضورﷺ سے فرمایا گیا کہ:

﴿قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اللہ کی اطاعت کروں۔

رکوع نمبر ۳:﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ﴾

اس رکوع میں حشر کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔عدالت الٰہی میں سوال و جواب کی کیفیت کا بیان ہے۔اعمال کی باز پرس کا منظر لفظوں پر کھینچا گیا ہے۔

پھر گناہ گاروں کی سزاؤں کی کیفیت بیان ہوتی ہے تاکہ امت مسلمہ ہر گھڑی قیامت کے خوف سے لرزاں وترساں رہے۔فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

ترجمہ: کاش تم اس وقت کی حالت دیکھ سکتے۔اب وہ دوزخ کے کنارے کھڑے کئے جائیں گے۔اس وقت وہ کہیں گے کاش ہم دنیا میں پھر واپس بھیجے جائیں۔اور اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں۔

رکوع نمبر ٤:﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ﴾

اس رکوع میں دنیا کی بے ثباتی اور اس کے بے حقیقت ہونے کا بیان ہے اور تعلیم دی گئی ہے کہ دنیا میں غرق ہو کر آخرت سے جو غافل ہو گیا وہ سخت گھاٹے میں رہا۔پھر دعوت وتبلیغ کی ضرورت واہمیت بتائی ہے اور اس راہ میں پیش آنے والی تکلیفوں وصبر وثبات کی تعلیم دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ٥:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى اُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنَاهُمْ بِالْبَاْسَاءِ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ انبیاء اور رسول آئے اور لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا اور ان کی تکذیب کی۔نتیجہ میں تباہ و برباد ہوئے۔نیز دنیا کی عیش کوشیوں میں وہ خدا کو بھول گئے۔جس کی وجہ سے اچانک ان کو عذاب الٰہی نے پکڑ لیا۔پھر بتایا کہ اللہ کی گرفت اور قبضہ سے کوئی شخص باہر نہیں:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ﴾

ترجمہ: کہو کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ تمہاری سماعت اور بینائی تم سے چھین لے، اور تمہارے دلوں پر مہر کردے تو اللہ کے سوا کونسا خدا ہے جو یہ قوتیں تم کو واپس دلا سکتا ہے۔

عذاب کی دھمکی کے بعد ایمان والوں کو خوشخبری دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ٦: ﴿وَاَنۡذِرۡ بِهِ الَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ اَنۡ يُّحۡشَرُوۡۤا اِلٰى رَبِّهِمۡ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، نہ سفارش چلے گی اور نہ مال و دولت فائدہ دیں گے۔ بس عمل صالح ہی ہولناک عذاب سے بچا سکتا ہے۔ پھر رسول ﷺ کو اور رسول ﷺ کے واسطہ سے امت مسلمہ کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے غافل نہ رہیں اور جو لوگ اللہ کے ذکر میں لگے رہتے ہیں انہیں اپنے پاس سے نہ ہٹائیں۔ ان سے حسن سلوک کریں۔ پھر گناہوں سے توبہ کی تلقین ہے۔

رکوع نمبر ۷: ﴿قُلۡ اِنِّىۡ نُهِيۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾

اس رکوع میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کسی کی خواہش کی پیروی ہرگز نہ کریں بلکہ اطاعت صرف خدا کی ہونی چاہئے۔ ہر قسم کے شرک سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا چاہئے۔ پھر فرمایا ہے کہ غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں۔ اس کو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ حتیٰ کہ درخت سے پتہ اس کے علم کے بغیر نہیں گرتا۔ زمین کی تہوں میں خشکی ہو یا تری سب باتوں کا اس کو علم ہے۔

رکوع نمبر ۸: ﴿وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً﴾

اس رکوع میں اللہ کی قدرت کا بیان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر پوری طرح قادر ہے۔ اس لئے اس کے احکام سے سرتابی کر کے بچنا محال ہے۔ پھر شرک سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔ اس نے ہر ایک پر اپنے نگہبان فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ پھر دنیا میں جو اللہ کے عذاب اترتے ہیں، ان کی قسموں کا بیان ہے۔ مثلاً آپس کے اختلافات سے جو خانہ جنگی ہونے لگتی ہے۔ یہ بھی اصل میں عذاب الٰہی ہے۔ پھر ایمان کی تلقین ہے۔ اتحاد و اتفاق کی تعلیم ہے۔ پھر دنیا پرستی سے بچنے کی ہدایت ہے۔ ساتھ ہی یہ حکم بھی کہ ایسے لوگوں کی صحبت سے کنارہ کش رہیں جو خدا اور رسول سے اعتراض کئے ہوئے ہیں اور دنیا میں غرق ہیں۔

رکوع نمبر ۹: ﴿قُلۡ اَنَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ﴾

پہلے شرک کی برائیاں بیان ہوئی ہیں۔ پھر قیامت کا ذکر ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ شرک کا نتیجہ کیا ہوگا۔

اس کے بعد یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس طرح اپنے باپ آذر کو بت پرستی پر ٹوکا تھا اور کہا تھا کہ تم اور تمہاری قوم گمراہی میں ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان دلیلوں کا بیان ہے جو انہوں نے ستارہ پرستوں کے مقابلہ میں پیش کی تھیں اور بتایا تھا کہ رب صرف ایک ہی ہے اور یہ ستارے اور پوری کائنات اسی کی محکوم ومخلوق ہے۔ پھر آخر میں کہا گیا ہے کہ ہدایت پر صرف وہ شخص ہے جو ایمان لایا اور اپنے ایمان کو ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رکھا۔

رکوع نمبر ۱۰:﴿وَتِلْکَ حُجَّتُنَا اٰتَیْنٰهَا اِبْرَاهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ﴾

اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسالت کے تذکرہ کے بعد اٹھارہ رسولوں کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت ہارون، حضرت یحیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسمٰعیل، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم الصلاۃ والسلام وغیرہ، اور بتایا ہے کہ ان تمام انبیاء کی دعوت وہی تھی جو قرآن کریم کی ہے۔ یعنی آخرت پر ایمان اور عمل صالح کی ترغیب۔ تو جب ایسا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن کی مخالفت کی جارہی ہے۔ رسول رحمۃ للعالمین ﷺ کی تکذیب کی جارہی ہے۔ ساتھ ہی اس رکوع میں پھر شرک سے بچنے کی تاکید ہے۔

رکوع نمبر ۱۱:﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی﴾

اس رکوع میں خدا کی اس ناخدائی کا تذکرہ ہے جو مخالفین کررہے ہیں کہ اللہ نے تو اپنی رحمت کی بناء پر ہدایت بھیجی اور لوگ اس کا انکار کررہے ہیں۔ خاص کر یہود کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا نے آج تک اپنی کتاب کسی پر نازل نہ کی۔ آخر ایسا ہے تو پھر تورات کس نے نازل کی؟ اور جس پر وہ نازل کی وہ بھی انسان ہی تو تھا۔ پھر قران کا مرتبہ بیان کیا ہے کہ یہ نہایت مبارک کتاب ہے۔ مکہ والوں اور پھر ساری انسانی آبادی کو اس کے ذریعہ نصیحت کی جانی چاہئے:

﴿وَهٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا﴾

ترجمہ: یہ ایک کتاب ہے، جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ بڑی خیر و برکت والی کتاب ہے۔ اس چیز کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے آئی تھی۔ وہ اس لئے نازل کی گئی کہ اس کے ذریعہ تم مکہ اور اسرہ اعراف میں رہنے والوں کو متنبہ کرو۔

رکوع نمبر ۱۲: ﴿إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے ثبوت میں کائنات میں پھیلی ہوئی اپنی ربوبیت کی کارسازیوں کی ایک جھلک دکھائی ہے۔ اتنی بڑی کائنات اور اس نظام میں کسی کو کوئی دخل نہیں تو پھر دوسرے کو کس عقل سے خدا بنایا جارہا ہے۔ ساتھ ہی انسانوں کو یہ بتایا جارہا ہے کہ خدا کے یہ انعامات واحسانات پر جوان کی پرورش کے لئے مہیا ہوئی ہیں، پھر کتنی بڑی ناشکری کی بات ہے کہ خدا کا انکار کیا جارہا ہے۔ اس کے احکام سے غفلت اختیار کی جائے۔

رکوع نمبر ۱۳: ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ﴾

اس رکوع میں خدا کے خالق اور صانع ہونے کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ اس کا کوئی بیٹا وغیرہ نہیں سب اس کی مخلوق ہیں۔ پھر قرآن کو بصائر کہا گیا ہے۔ کیونکہ عقل وشعور والوں کے لئے اس میں بصیرت وعبرت ہے۔ پھر اخلاق کو بلند رکھنے کی تعلیم ہے اور کہا گیا ہے کہ مشرکین اور کفار کو برا بھلا نہ کہو۔ بلکہ شرافت واخلاق کے ساتھ عمدہ پیرایہ میں نصیحت کرو۔ تم ان کی عزت پر حملہ کروگے تو وہ تمہاری بے عزتی کریں گے۔

پارہ نمبر ۸
ولو اننا

رکوع نمبر ۱۴: ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلآئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا﴾

اس رکوع میں پہلے تو ہٹ دھرمی کرنے والوں کی ذہنیت بتائی ہے کہ اس وقت بھی ایمان نہ لائیں گے جب ان کی آنکھوں کے سامنے فرشتے اتریں گے یا مردے قبر سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں۔ پھر بھی یہ ایمان لانے میں طرح طرح کے حیلے اور بہانے کریں گے۔ پھر قرآن کریم کی حقانیت بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس کے احکام واضح طور پر خدا کی نازل کی ہوئی کتاب ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ اس لئے قرآن کریم کی ہی فرماں برداری کرنی چاہیئے۔ کسی کی خواہش کی پیروی نہ کی جائے۔ پھر بتایا ہے کہ اس قرآن کریم میں حلال و حرام سے متعلق مفصل احکام ہیں ان کی پابندی لازمی ہے۔

رکوع نمبر ۱۵: ﴿أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْرًا يَمْشِيْ بِهِ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ خدا کے نافرمانوں کو اپنے اعمال خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ خدا کی طرف رجوع نہیں کرتے اور نہ آخرت سے ڈرتے ہیں۔ یہ انکار فریب نفس ہے۔ پھر بتایا ہے کہ جن ہو یا انسان، جو خدا سے باغی ہوگا اور ان کے پوجنے والے سب جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اللہ جس کو ہدایت فرمانا چاہتا ہے اسلام کے لئے ان کا راستہ کھول دیتا ہے۔

رکوع نمبر ۱۶: ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالانْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّوْنَ﴾

اس میں یہ بتایا ہے کہ جن وانس کی ہدایت کے لئے ہادی اور رسول آئے، کیونکہ یہ اللہ کی سنت ہے کہ بغیر اتمام حجت کئے ہوئے کوئی بستی تباہ نہیں کی جاتی۔ پھر خدا کی قدرت کا تذکرہ ہے تاکہ معلوم رہے کہ وہ آج بھی اس پر اسی طرح قادر ہے جس طرح کل تھا کہ بستیوں کو تباہ و برباد کر دے۔ ساتھ ہی شرک اور مشرکین کی مذمت ہے۔ پھر ان کی حرکتوں کا بیان ہے۔

رکوع نمبر ۱۷: ﴿وَهُوَ الَّذِىٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ﴾

اس رکوع میں پہلے تو اس کا حکم ہے کہ باغ یا کھیتی کی زکوٰۃ اس وقت ادا کی جائے جبکہ پھل توڑے جائیں یا کھیتی کاٹی جائے۔ پھر خدا نے اپنے بہت سے انعامات کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے بندوں پر کر رکھے ہیں۔ مثلاً سواری اور گوشت کمانے کے لئے جانور پیدا کئے، پھر چند حلال جانوروں کے تذکرے ہیں اور بتایا کہ بتوں پر چڑھاوے کا دستور مشرکانہ رسم ہے۔ جاہلیت کے دور میں یہ مشرکانہ رسم ہوتی تھی اور کہا جاتا تھا کہ یہ خدا کا حکم ہے۔ اس لئے اس رکوع میں اس کو خدا پر بہتان قرار دیا اور کہا ہے کہ خدا پر بہتان بہت بڑا گناہ ہے۔

رکوع نمبر ۱۸: ﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ﴾

اس رکوع میں مشرکین کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ خدا نے مردار بہتا ہوا خون یہود کی نافرمانیوں کی سزا میں ان پر بعض چیزیں حلال کردی تھیں۔ لیکن اب وہ حرام نہیں ہیں۔ مسلمان اسے کھا سکتے ہیں۔ پھر بتایا ہے کہ منکرین قرآن کے بارے میں اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

رکوع نمبر ۱۹: ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا﴾

اس رکوع میں دس باتوں کو بتایا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنا سخت گناہ ہے اور قیامت میں باری تعالی کے عذاب کا موجب ہے:

(۱) شرک (۲) والدین سے حسن سلوک نہ کرنا (۳) مفلسی کے خوف سے اولاد کا قتل
(۴) زنا (۵) ناحق قتل (۶) یتیم کا مال بلاوجہ کھانا (۷) ناپ تول میں کمی بیشی
(۸) عدل وانصاف نہ کرنا (۹) عہد شکنی (۱۰) اسلام پر نہ چلنا بلکہ ایک ملت میں رہ کر اصل دین میں فرقہ بندی کر کے اس پر چلنا۔ پھر کہا ہے کہ تورات میں بھی اسی طرح کے احکام تھے۔

رکوع نمبر ۲۰: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کے نزول کے بعد حجت تمام ہوگئی۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہماری طرف نہ کتاب بھیجی گئی اور نہ کوئی رسول آیا۔ تو اب جب رسول ﷺ آگئے اور کتاب (قرآن) نازل ہوگئی تو لوگوں کو ہدایت اختیار کر لینی چاہئے۔ ورنہ قیامت میں سخت عذاب ہوگا۔ پھر بتایا ہے کہ عذاب آتا دیکھ کر ایمان مقبول نہیں۔ پھر آخر میں اسی سبق کی یاد دہانی کرائی گئی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی

قوم سے کہا تھا۔

﴿قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾

ترجمہ: کہہ دو کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

سورۂ اعراف

وجہ تسمیہ : پانچویں رکوع میں ایک مقام پر اعراف والوں کا ذکر ہے۔اس مناسبت سے یہ نام ہے۔اعراف جنت اور جہنم کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔

زمانہ نزول: اس سورۃ کا زمانہ نزول تقریباً وہی ہے جو سورہ انعام کا ہے۔

مضامین : اس سورۃ کا مرکزی مضمون دعوت رسالت ہے۔ساری گفتگو کا مدعا یہ ہے کہ لوگوں کو اتباع رسول پر امادہ کیا جائے۔لیکن اس دعوت میں انذار (ڈرانا) زیادہ ہے۔

اثنا میں خطاب کا رخ یہود کی طرف بھی پھر گیا ہے۔اس لئے ساتھ ساتھ دعوت رسالت کے اس پہلو کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ رسول پر ایمان لانے کے بعد ان کی ساتھ منافقانہ روش اختیار کرنے اور سمع وطاعت کا عہد کرنے کے بعد اسے توڑنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

سورۃ کے آخر میں رسول اور آپ کے صحابہ کو حکمت تبلیغ کے متعلق چند اہم ہدایات دی گئی ہیں۔

رکوع نمبر ۱ :﴿الٓمّٓصٓ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ﴾

اس رکوع میں پہلے تو نزول قرآن کی یہ غرض بتائی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ سے منکرین کو ان کی اعتقادی و عملی گمراہیوں کے برے انجام سے ڈراؤ اور مومنین کی یاددہانی ہو۔پھر بتایا ہے کہ انسان کو اپنے وجود کی غرض و غایت سمجھنے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے جس ہدایت نامہ کی ضرورت تھی وہ (قرآن) آ گیا۔ پھر نافرمانوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا وراس کے لئے تاریخی شہادت کے طور پر اجمالی حیثیت سے بہت سی ایسی ہستیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے انکار وسرکشی کی تھی کہ ان پر اچانک رات کو عذاب الٰہی نازل ہو گیا۔ ساتھ ہی قیامت اور اس کی ہولنا کیوں سے ڈرایا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾

گذشتہ رکوع میں چونکہ یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ انسان اس دنیا میں بلامقصد پیدا نہیں کیا گیا، اسے جو اختیارات اور آزادی عمل ملی ہے وہ اس لئے نہیں کہ خواہش نفس کے مطابق زندگی بسر کرے بلکہ اس لئے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی مرضی پوری کرے۔ اس لئے اس رکوع میں تفصیل سے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، فرشتوں کے سجدے اور ابلیس کے انکار کا تذکرہ ہے اور یہ کہ ابلیس کے بہکانے میں آ کر حضرت آدم علیہ السلام سے ایک لغزش ہوگئی، وہ یہ کہ جس درخت کے قریب جانے سے انہیں روکا گیا تھا اس کا پھل کھالیا۔ نتیجہ میں جنت سے اتار کر زمین پر بھیج دیئے گئے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اسی لئے ہوئی تھی، نیز اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ ابلیس اپنی سرتابی اور تکبر کی بناء پر راندہ درگاہ ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام نے تکبر نہ کیا، توبہ کی۔ مقبول بارگاہ قرار دیئے گئے، لہذا انسان کی صحیح روش یہی ہونی چاہئے کہ تکبر اور خدا سے سرکشی نہ کرے۔ غلطی سے کوئی لغزش ہو جائے تو فوراً توبہ اور استغفار کرے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ لباس سر چھپانے کے لئے ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ایسا لباس جس سے عریانی جھلکتی ہے، استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ پھر اخلاقی لباس کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ ﴿وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾۔ جو تقویٰ اختیار نہیں کرتے وہ شیطان کے حملوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ پھر اللہ کی عبادت واطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ بہت سے گمراہ لوگ اپنے آپ کو راہ حق پر گامزن سمجھتے ہیں۔ ان سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

رکوع نمبر ٤: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ حلال اور جائز زینت اور رزق کو حرام سمجھنا غلطی ہے۔ اللہ نے اسے حرام نہیں قرار دیا۔ اس نے کفر، نفاق، ظلم، تکبر اور شرک وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ انبیاء اور رسول، خدا کی آیات لے کر آتے ہیں۔ اس لئے اسے مان کر جو تقویٰ اور عمل صالح اختیار کر لے وہ کامیاب رہا اور جو اللہ کی آیات کو جھٹلائیں اور تکبر کریں ان کے لئے قیامت کے دن دردناک عذاب ہوگا۔ جس طرح اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہیں جاسکتا۔

رکوع نمبر ۵: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَاسۡتَكۡبَرُوۡا عَنۡهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ﴾

اسی طرح اس رکوع میں بتایا ہے کہ اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے جنت میں نہیں جاسکتے۔ پھر اہل جنت اور اہل نار کے مکالمہ کا بیان ہے کہ جنت والے کہیں گے کہ کیا تم نے دیکھ لیا کہ پروردگار کا وعدہ کتنا سچا ہے؟ تو اہل دوزخ کہیں گے کہ ہاں۔ اور اصحاب اعراف اور اصحاب جنت کے مکالمہ کا بھی بیان ہے کہ اصحاب اعراف امیدوار جنت کھڑے ہوں گے تو اہل جنت سے پکار کر کہیں گے کہ سلامتی ہو تم پر اور جب یہ اعراف والے دوزخیوں کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم کو ظالموں کا ساتھی نہ بنا۔

رکوع نمبر ٦: ﴿وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا يَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ﴾

اس رکوع میں بھی اہل جنت اور اہل دوزخ اور اعراف والوں کے درمیان کچھ مکالموں کا بیان ہے۔ پھر بتایا ہے کہ کس طرح جنت میں آرام وآسائش کے ساتھ رہیں گے اور دوزخی کتنی سختیوں اور دردناکیوں میں گرفتار ہوں گے۔ پھر کہا گیا ہے کہ ہمیشہ کے لئے یہ صورتحال ہوگی۔ اور پھر دنیا میں واپسی کا سوال نہ ہوگا۔ لہذا آخرت کے لئے عمل صالح کے ذخیرے جمع کر لئے جائیں۔

رکوع نمبر ۷: ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ آسمان وزمین، چاند وسورج اور ساری کائنات کو اللہ نے چھ دن میں بنایا۔ گویا کائنات میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ اسی کے حکم سے یہ نظام حکومت چل رہا ہے اور اسی ذریعہ سے انسان کی پرورش اور زندگی کی بقا کے سامان ہورہے ہیں۔ لہذا انسان کا کام یہ ہے کہ اپنے رب کی رحمتوں کا شکر ادا کرے۔ قرآن کے مطابق اپنی راہ بنائے، اپنے خودساختہ قوانین اور اپنے ذہن کے تراشیدہ اصول کو اپنے لئے چراغ ہدایت نہ بنائے۔

رکوع نمبر ۸: ﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖ فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ﴾

اس رکوع میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت، ان کی قوم کی سرکشی اور انکار اور پھر طوفان کی شکل میں عذاب کا تذکرہ کر کے بتایا ہے کہ کس طرح اللہ نے اپنے رسولوں کے دشمنوں کو تباہ کردیا اور کس طرح اپنے رسولوں اور ان کی سچائی کی پیروی کرنے والوں کو عذاب سے بچالیتا ہے۔ اس واقعہ سے عبرت دلانا مقصود ہے اور یہ کہ وہی خدا اب بھی اس قسم کا عذاب لانے پر قادر ہے۔

رکوع نمبر ۹: ﴿وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ﴾

اس رکوع میں حضرت ہودعلیہ السلام کے واقعہ کا تذکرہ ہے کہ ان کی دعوت کا انکار ان کی قوم (عاد) نے کیا۔قوم عاد نے خدا سے سرکشی وتکبر کو اپنی روش بنایا۔نتیجہ وہی ہوا جو قوم نوح کا ہوا۔یعنی عاد پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور اللہ نے اپنے رسول یعنی حضرت ہودعلیہ السلام کو بچالیا۔

رکوع نمبر ۱۰: ﴿وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ﴾

اس رکوع میں حضرت صالح علیہ السلام اوران کی قوم ثمود کا بیان ہے کہ ثمود نے بھی اپنے رسول کو جھٹلایا خدا سے بغاوت کی۔ بالآخر سخت زلزلے کے عذاب سے ملیامیٹ کردیئے گئے اور حضرت صالح کو اللہ نے بچالیا۔

پھر حضرت لوط علیہ السلام اوران کی قوم کا تذکرہ ہے کہ انکی قوم خدا کی منکر تھی۔فحاشی اور بے حیائی میں مبتلا تھی حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا،مگر نہ مانی۔آخرکار پتھروں کی بارش کے عذاب سے ہلاک کردی گئی۔

﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھِمْ مَطَرًا فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُجْرِمِیْنَ﴾

رکوع نمبر ۱۱: ﴿وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ﴾

اس رکوع میں حضرت شعیب علیہ السلام اور اہل مدین کا تذکرہ ہے۔مدین والے دنیا پرستی میں مبتلا تھے۔ مال ودولت کے حریص تھے۔ناپ تول میں کمی بیشی کیا کرتے۔حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں اللہ کا پیغام پہنچایا اور طرح طرح سے نصیحت کرتے رہے۔ اہل مدین نے تکبر کیا۔ مال ودولت پر انہیں بڑا گھمنڈ تھا۔اللہ کے پیغام کو انہوں نے نہیں مانا۔نتیجہ یہ ہوا کہ راتوں رات زلزلے نے انہیں آن دبوچا اور صبح کو اوندھے منہ مرے پڑے تھے۔ ان کو فجر کے وقت زلزلے نے آدبوچا اور وہ زانوؤں کے بل پڑے رہ گئے۔

پارہ نمبر ۹
قال الملأ

ان سارے واقعات سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ خدا کے احکام سے سرتابی اور بے حیائی کے کام اور مال و دولت کی حرص اور دنیا پرستی عذاب الٰہی کو دعوت دینے والی چیزیں ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ وہ اپنے اندر کی پرورش نہ ہونے دیں اور انہیں ہرگز پروان نہ چڑھنے دیں۔

رکوع نمبر ۱۲: ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَهْلَهَا بِالْبَأْسَآءِ﴾

اس رکوع سے پہلے چار رکوعوں میں جو تاریخی استشہاد بیان ہوا ہے ان کے ذریعہ بطور ایک اصول و کلیہ کے اس رکوع میں ارشاد ہوا ہے کہ اسی طرح جس جگہ جہاں کسی نبی کی بعثت ہوئی اور ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا تو تنبیہ کے لئے پہلے معاشی تنگی، قحط سالی، وبائیں وغیرہ میں ان قوموں کو مبتلا کیا گیا۔ پھر فراغت و خوشحالی سے ان کو آزمایا گیا۔ ان تمام آسائشوں کے باوجود انہوں نے حق کا راستہ اختیار نہ کیا تو پھر عام تباہی و بربادی کے عذاب کے حوالہ کر دیا گیا۔

اس سنت اللہ کے تذکرے کے بعد ڈرایا ہے کہ اس طرح اب آئندہ بھی قرآن کے ساتھ معاملہ کیا گیا اور خدا سے سرتابی و بغاوت اختیار کی گئی تو وہی اس پر قادر ہے کہ گزشتہ قوموں کی طرح عذاب نازل کر دے۔

رکوع نمبر ۱۳: ﴿اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَا اَنْ لَّوْ نَشَآءُ﴾

اس رکوع میں چند ایسی نافرمان ہستیوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے اپنے پہلوں کی تباہی کے بعد ان کی جگہ لی۔ لیکن پھر رفتہ رفتہ یہ بھی اپنے پیش رو کی طرح نافرمانیوں میں شامل ہو گئیں تو نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بھی عذاب کی لپیٹ میں آ گئیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگذشت کی ابتداء کی گئی۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشہور معجزات کا بیان ہے۔

رکوع نمبر ۱۴: ﴿قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ﴾

اس رکوع میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام وفرعون کا قصہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر فرعون نے جادوگروں کو جمع کیا، پھر کس طرح وہ سارے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔

رکوع نمبر ۱۵: ﴿وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ ایمان والوں کی سخت آزمائش ہوتی ہے، اس لئے انہیں صبر اور خدا سے مدد کی درخواست سے غافل نہ رہنا چاہئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہی حکم دیا۔ پھر اس کی تعلیم دی ہے کہ اللہ کسی کو زمین پر اقتدار اس لئے نہیں دیتا کہ وہ زمین کو فتنہ وفساد سے بھر دے۔ بلکہ اس لئے یہ نعمت ملتی ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ ہی کی مرضی کا بول بالا کرے۔

رکوع نمبر ۱۶: ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾

گزشتہ رکوع میں جو تعلیم تھی اس پر تاریخی استشہاد کے طور پر فرعون کے قصہ کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح جب اس نے اپنی حکومت واقتدار کو سرکشی کے کاموں میں صرف کیا اور بتایا ہے کہ پھر کس طرح مع اپنے لاؤلشکر کے دربار برباد کر دیا گیا اور آج اس کی لاش مرقع عبرت بنی پڑی ہے۔

رکوع نمبر ۱۷: ﴿وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ﴾

اس رکوع میں اس کا تذکرہ ہے کہ جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں فرعون سے نجات پائی اور مصر سے نکل کر وادی تیہ میں پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے طور پر بلایا تا کہ ان کو تورات حوالہ کر دی جائے۔ چنانچہ وہ وہاں تشریف لے گئے اور اپنا قائم مقام حضرت ہارون علیہ السلام کو بنا کر گئے۔ طور پر انہوں نے چالیس دن کا اعتکاف کیا اور پھر ان کو تورات دی گئی۔ اسی موقع پر انہوں نے درخواست کی تھی:

﴿رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ﴾

ترجمہ: اے رب! مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے فرمایا گیا تم مجھے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے۔

رکوع نمبر ۱۸: ﴿وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلاً جَسَدًا﴾

اس رکوع میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں کس طرح بنی اسرائیل گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ ذرا دیندار پیشوا نظروں سے اوجھل ہوا کہ سامری کی فریب کاریوں میں پھنس گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے بہت سمجھایا، مگر نہ مانے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تو یہ صورت حال دیکھ کر غصے میں حضرت ہارون علیہ السلام سے باز پرس کی، پھر حقیقت حال جان لینے کے بعد اپنے اور اپنے بھائی (ہارون) کے لئے خدا سے دعا کی۔

رکوع نمبر ۱۹: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾

اس رکوع میں ابتداء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح خدا سے نافرمانی کے سبب اس امت پر خدا کا غضب نازل ہوا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عاجزانہ دعا کا تذکرہ ہے پھر اس دعا کی مقبولیت کا بیان ہے۔

اس کے بعد توریت وانجیل میں مذکورہ ان پیشین گوئیوں کا تذکرہ ہے جو رسالت محمدی کو واضح کرتی ہیں۔ اس کے بعد بتایا ہے کہ اب قیامت تک نجات وفلاح کی واحد سبیل ایک ہے۔ رسول کی اتباع میں اور قرآن پر عمل کرنے میں۔

رکوع نمبر ۲۰: ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨ الَّذِيْ﴾

اس رکوع میں اعلان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کسی خاص قوم، خاص خطہ اور خاص زمانے کے لئے رسول بنا کر مبعوث نہیں ہوئے ہیں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے کچھ ایماندار اور صالح لوگوں کا تذکرہ ہے۔ پھر بنی اسرائیل کی عام طور پر نافرمانیوں کا ذکر ہے جن کی پاداش میں ان پر عذاب کا تذکرہ ہے۔

رکوع نمبر ۲۱: ﴿وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ﴾

اس رکوع میں بنی اسرائیل پر اللہ کے مختلف عذابوں میں سے بعض کا ذکر ہے۔ مثلاً مسخ صورت وشکل، پھر اس بات کی تعلیم ہے کہ حق کے داعی کا کام نصیحت اور تبلیغ ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے اس کی ذمہ داری داعی پر نہیں۔ پھر بنی اسرائیل کی دنیا پرستی اور حب جاہ و مال کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ دنیا کو آخرت کے عوض پسند کر لینے کا نتیجہ کس قدر عبرتناک ہوا کرتا ہے۔

رکوع نمبر ۲۲: ﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ﴾

اس رکوع میں پہلے تو ازل میں انسانوں کے کئے ہوئے اعتراف توحید کا تذکرہ ہے:

﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى﴾

پھر انسانوں کی سرکشی و بغاوت کا ذکر کرتے ہوئے ایسے لوگوں کی جو دنیا میں غرق رہتے ہیں اور مال و دولت اور حرص کے شکار رہتے ہیں، مثال کتے سے دی گئی ہے جو ہر حال میں زبان نکالے ہانپتا رہتا ہے، چاہے بھوکا ہو یا خالی پیٹ۔ انسانوں کے سامنے ہدایت نہیں ہوتی تو عذر کرنا تو کیا جائز مجبوری ہے۔ روشنی میں گویا ہانپ رہا ہے اور جب ہدایت اور حق ملتی ہے تو انکار کر کے نفس پرستی کرتا ہے اور مال و دولت کی جوع البقری اسے چین نہیں لینے دیتی۔ اس طرح پھر بھی ہانپتا ہے۔

رکوع نمبر ۲۳: ﴿وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

اس رکوع میں دنیا پرستوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ دنیا کی چندروزہ زندگی پر گھمنڈ نہ کریں۔ اس مہلت سے اگر فائدہ نہ اٹھایا تو دائمی عذاب کے لئے تیار رہیں۔ پھر بتایا ہے کہ محمد ﷺ جو عذاب الٰہی اور قیامت سے ڈرا رہے ہیں تو نعوذ باللہ یہ جنونی نہیں ہیں بلکہ ایک مستحکم حقیقت کا بیان ہے۔ سب سے پہلے رکوع میں جو بات کہی گئی ہے اور جس بناء پر کہی گئی تھی۔

رکوع نمبر ۲۴: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾

سورۃ ختم کرتے ہوئے اس آخری رکوع میں پھر اسی بات کو ذہن نشین کرانے کے لئے بتایا ہے کہ سارے انسان ایک ہی جنس سے پیدا کئے گئے ہیں۔ دنیائے انسانیت کی اصل ایک ہے۔ ان کا خالق ایک ہے، اس خالق کی ہدایات ایک، مگر یہ انسان کی نادانی ہے کہ دنیا کے خودساختہ امتیازات کو شرافت وفضیلت کی سند بنالیا ہے۔ پھر شرک کی مذمت بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ حماقت کی انتہاء ہے کہ خدا بنایا بھی تو ایسوں کو جو چند گھڑی کے لئے بھی کسی کو کوئی پہنچا دینے پر قادر نہیں۔ اگر مدد کی ضرورت تھی تو کم از کم ایسوں کو تو ''خدا'' بنانے کی حماقت کی جاتی جو دو گھڑی کے لئے طاقت کا مظاہرہ کرتے۔ پھر تبلیغ اور دعوت حق کے اصول بیان کئے گئے ہیں کہ نرمی کے ساتھ کی جائے۔ نادانی کی باتوں کو درگذر کرتے رہا جائے، مخالفوں کی ایذاؤں پر صبر کیا جائے اور اپنے اندر اشتعال نہ پیدا ہونے دیا جائے۔

سورۂ انفال

نام: سورۃ کی پہلی ہی آیت میں انفال (غنیمت) کا لفظ آیا ہے۔ اسی لفظ کو علامت کے طور پر اس سورۃ کے نام کے لئے مقرر کرلیا گیا۔

زمانہ نزول: ۲ھ ہجری میں غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورۃ میں اسلام اور کفر کی سب سے پہلی جنگ (بدر) پر مستقل تبصرہ کیا گیا ہے، لیکن یہ تبصرہ ان تبصروں سے مختلف ہے جو دنیاوی بادشاہ اپنی فوج کی فتحیابی کے بعد کیا کرتے ہیں۔

اس میں سب سے پہلے بعض ایسی خامیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو صحابہ کی شان کے خلاف تھیں۔ پھر بتایا گیا ہی کہ اس فتح میں تائید الٰہی کا کتنا بڑا حصہ تھا تا کہ اپنی جرأت واستقلال پر نہ پھولیں بلکہ خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کا سبق لیں۔ پھر اس اخلاقی مقصد کو بتایا گیا ہے جو حق و باطل کے اس معرکہ کا تھا اور ہونا چاہئے۔ پھر جنگ کے قیدیوں اور مشرکین اور یہود کو نہایت سبق آموز انداز میں خطاب کیا گیا ہے۔

پھر مال غنیمت سے متعلق احکام بتائے گئے ہیں۔

پھر جنگ وصلح کے کچھ اسلامی قوانین بتائے گئے ہیں۔

پھر اسلامی مملکت کے دستوری قانون کی بعض دفعات بیان کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ﴾

اس رکوع میں مال غنیمت کے بارے میں مجملاً کہا گیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے تفصیلی احکام آگے بیان ہوئے ہیں۔ پھر غزوہ بدر کے واقعہ کو ذکر کر کے اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں کی یاد دہانی کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَآءِ﴾

غزوہ بدر کے واقعے کا سلسلہ چل رہا ہے اور ان نعمتوں اور رحمتوں کی یاد دہانیاں ہو رہی ہیں جو بدر کے میدان میں منجانب اللہ ہوئیں۔ پھر حکم دیا گیا ہے کہ دشمنوں کے مقابلے میں اسی طرح اگر ایمان اور صبر وثبات کے مظاہرہ کیا گیا تو اسی طرح رحمتوں اور نعمتوں کی بارشیں ہوں گی۔

رکوع نمبر ۳: ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ﴾

اس رکوع میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ رسول ﷺ کی لائی اور بتائی ہوئی ہدایت تمہارے لئے ابدی حیات کی ضامن ہے۔ اس لئے اس سے اعراض کر کے ناکامی و نامرادی کو دعوت نہ دو۔ پھر بتایا ہے کہ جہاد زندگی کی کلید ہے۔ اس کو ترک کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ دشمنوں سے مغلوب ہو کر محکومی کی زندگی میں اپنی ساری متاع غارت کر دو گے اور پھر تمہارا وجود و عدم برابر ہوگا۔

پھر بتایا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری انجام نہ دینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عذاب الٰہی کی لپیٹ میں نیک و بد سب ہی آئیں گے۔ یہ تو برے اعمال کی پاداش ہیں اور نیک اپنی ذمہ داری سے غفلت کی بناء پر۔ اس کے بعد مال و دولت اور اولاد وغیرہ کی آزمائش کا تذکرہ کیا گیا ہے اور تعلیم دی گئی ہے کہ ان کی محبت میں پڑ کر خدا سے غافل نہ ہوں۔

رکوع نمبر ٤: ﴿یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾

اس رکوع میں پہلے تو کفار کے مشورے اور ہجرت رسول ﷺ کا تذکرہ ہے۔ پھر رسول ﷺ کی وہ شان رحمۃ للعالمین کا ذکر ہے کہ کس طرح لوگوں کے دکھ اور اذیت دینے پر وہ دعائے خیر کرتے رہے اور کرتے رہتے ہیں۔ پھر کافروں کی شرارتوں کا بیان ہے اور بتایا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ان کی جو کچھ بھی صلاحیت اور مال و دولت استعمال ہو رہی ہے ایک دن وہ انہیں کے گلے کا طوق بنے گی۔

رکوع نمبر ٥: ﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ﴾

پہلے کافروں سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی چالبازیوں اور شرارتوں سے باز آ جائیں تو ان کی مغفرت ہو سکتی ہے ورنہ تاریخ شاہد ہے کہ انکار و کفر پر اصرار کرنے والے آخر کار نامراد ہو کر رہے۔ پھر جہاد کی ترغیب دی گئی ہے۔

پارہ نمبر ۱۰
واعلموا

اس کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کے اصول بیان کئے گئے ہیں کہ چار حصے تو مجاہدین میں تقسیم ہوں گے اور پانچواں حصہ اسلامی حکومت کے بیت المال میں جمع ہوگا۔ پھر بتایا ہے کہ ان کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے ساتھ اللہ کی مدد شامل ہوتی ہے۔

رکوع نمبر ۶: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ﴾

اس رکوع میں بھی جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے فائدے اور قوانین کا بیان ہے۔ پھر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم ہے۔ اتحاد و اتفاق اور صبر و ثبات کی تعلیم ہے۔

رکوع نمبر ۷: ﴿اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۤءِ﴾

اس رکوع میں منافقین کی ریشہ دوانیوں کا تذکرہ ہے تاکہ مسلمان ان سے ہوشیار رہا کریں۔ پھر مسلمانوں کو ان پر توکل کا سبق دیا گیا ہے۔ پھر کافروں کو ڈرایا گیا ہے کہ اگر وہ اپنے انکار و سرکشی سے باز نہ آئے تو ان کا وہی حشر ہوگا جو فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کا ہوا۔ پھر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی ایسی قوم سے دغابازی کا خطرہ ہو جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہوا ہو، تو پھر صاف صاف ان کے معاہدے کو انہیں واپس کر دینا چاہئے کیونکہ بدعہدی بہر حال بری چیز ہے اور جب صاف صاف کہہ دیا جائے گا کہ معاہدہ ختم تو پھر ہر کارروائی کے لئے مسلمان آزاد رہیں گے۔

رکوع نمبر ۸: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ﴾

اس رکوع میں جہاد کے لئے ہر طرح کے ساز و سامان سے تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہر ممکن مادی طاقت فراہم کرنے کی ہدایت ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کی تعلیم بھی ہے کہ اصل چیز مادی ذرائع نہیں، اعتماد مادی

ذرائع پر نہ ہو بلکہ اللہ اور اس کی قدرت و مدد پر ہو۔ مادی ذرائع تو محض ایک وسیلہ ہیں، توکل کرنے کی چیز نہیں، توکل اور اعتماد صرف اللہ پر ہونا چاہئے۔

رکوع نمبر ۹: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ﴾

اس رکوع میں حضور ﷺ سے کہا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو جہاد پر ابھاریں اور اس معاملہ میں صبر و ثبات کی تلقین ہے۔ پھر بتایا ہے کہ اگر مسلمان اللہ کی رضا کے لئے جہاد کریں گے اور صبر و ثبات کا دامن نہ چھوڑیں گے اور اللہ ہی پر توکل کریں گے تو اپنے سے دوگنے پر غالب آتے رہیں گے۔

رکوع نمبر ۱۰: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ﴾

اس رکوع میں جنگ کے قیدیوں سے متعلق چند احکام بیان کرنے کے بعد ایمان، ہجرت اور جان و مال سے جہاد کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں اور بتایا ہے کہ اگر وطن کی سرزمین اسلامی زندگی گذارنے کے لئے تنگ ہو جائے تو پھر ہجرت لازمی ہے اور جو ایسی حالت میں ہجرت نہیں کرے گا کہ خدا کے احکام پر عمل ممکن ہو سکے اس کا کوئی تعلق اللہ اور رسول سے نہیں، پھر بتایا ہے کہ دشمن قوم و ملک کے قبضے میں پھنسے ہوئے مظلوم مسلمان اگر اسلامی حکومت سے مدد طلب کریں تو ظلم و جور سے ان کو نجات دلانے کے لئے مدد دینی ضروری ہے۔

سورہ توبہ

نام: یہ سورۃ دو ناموں سے مشہور ہے۔ ایک "التوبہ" دوسرے "البرأۃ"۔

توبہ اس لحاظ سے کہ اس میں ایک جگہ بعض اہل ایمان کے قصوروں کی صفائی کا ذکر ہے اور برأۃ اس لحاظ سے کہ اس کی ابتداء میں مشرکین سے بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے۔

بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ:

اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی جاتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب منجانب اللہ ہوئی اور حضور ﷺ نے خود اس کے آغاز پر بسم اللہ نہیں لکھوائی۔ اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی نہیں لکھی اور آج تک تواتر و تعامل اسی پر ہے۔

زمانہ نزول: یہ سورۃ تین تقریروں پر مشتمل ہے:

(۱) ابتداء سے پانچویں تک اس کا زمانہ نزول ذیقعدہ ۹ ہجری کے لگ بھگ ہے۔

(۲) رکوع نمبر چھ کی ابتداء سے رکوع نمبر ۹ تک اس کا زمانہ نزول رجب ۹ ہجری کے لگ بھگ ہے۔

(۳) رکوع نمبر ۱۰ کی ابتداء سے ختم سورۃ تک غزوہ تبوک سے واپسی پر نزولی ترتیب سے نمبر ایک سب سے آخر میں آنی چاہئے تھی لیکن مضمون کی اہمیت کے لحاظ سے وہی سب سے مقدم تھی۔ اس لئے قرآن کی جمع و ترتیب کے وقت رسول ﷺ نے اس کو سب سے پہلے لکھا۔

مضامین: اب چونکہ عرب کا نظم ونسق بالکل اہل ایمان کے ہاتھ میں آ گیا تھا اس لئے عرب کو مکمل دارالسلام بنانے کے لئے مندرجہ ذیل اصلاحات کی ہدایتیں دی گئی ہیں:

(۱) قدیم مشرکانہ رسوم کا پوری طرح استیصال۔

(۲) کعبہ کی تولیت اب مشرکین کے قبضے میں نہ رہے۔

(۳) عرب کے باہر دین حق کو باطل دینوں پر غالب کرنے کی طرف رہنمائی۔

(۴) منافقین کے ساتھ اب کسی طرح کی نرمی نہ برتی جائے۔

(۵) مومنین صادقین میں تھوڑا بہت جو ضعف عزم باقی تھا اس کا علاج۔

رکوع نمبر ۱: ﴿بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

اس رکوع میں ان مشرکوں کو چار مہینے از ۱۰ ذی الحجہ تا ۱۰ ربیع الثانی کی مہلت دی گئی ہے۔ جن سے مسلمانوں کا عہد ہوا تھا۔ پھر کہا گیا ہے کہ جو لوگ توبہ کرلیں، نماز اور زکوٰۃ ادا کریں ان سے کوئی تعرض نہیں ہوگا۔ پھر کہا گیا ہے کہ جو مشرک پناہ کے طالب ہوں گے ان کو پناہ دی جائے گی۔

رکوع نمبر ۲: ﴿كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ﴾

اس رکوع میں بنی کنانہ، بنی خزاعہ اور بنی حمزہ کے ساتھ جو معاہدے ہوئے تھے ان کا بیان ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر وہ اس پر قائم رہیں تو تم بھی قائم رہو، ورنہ تم بھی اس کے پابند نہیں، پھر بتایا گیا ہے کہ جو مشرک یا کافر توبہ کرلے، نماز اور زکوٰۃ ادا کرے تو مسلمان کا دینی بھائی ہے۔ اس سے کسی قسم کا انتقام نہ لیا جائے۔ پھر اللہ کی محبت کو دنیا کی تمام محبتوں پر فوقیت دینے کا حکم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں ضرورت آن پڑی تو ہر چیز کی

محبت، وطن، مال و دولت اور اولاد وغیرہ سب کچھ خیر باد کہہ دینا چاہئے اور ایسا کرنے والے ہی حقیقی مومن ہیں۔

رکوع نمبر ۳: ﴿مَاكَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَاللّٰهِ شٰهِدِيْنَ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد رکھنے اور اس کی نگرانی اور دیکھ بھال کے مستحق تو اللہ اور آخرت پر ایمان لانے والے ہی ہو سکتے ہیں۔ یہ کام وہ مشرک کس طرح کر سکتے ہیں۔ چونکہ خانہ کعبہ کی نگرانی اور دیکھ بھال کے کام مسلمانوں کی تحویل میں جا رہے تھے اس لئے بطور تمہید کے یہ سلسلہ شروع ہے۔ پھر مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اگر تمہارے باپ دادا اور بھائی بند ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں تو پھر ان سے کسی قسم کی دوستی نہ رکھو اور اعلان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو باپ دادا، اولاد، بیویاں، رشتہ دار اور مال و دولت اللہ و رسول اور جہاد کی راہ میں زیادہ پیارے ہیں تو پھر گھبراؤ نہیں۔ وہ وقت جلد آ جائے گا جب اس روش کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

رکوع نمبر ۴: ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ﴾

اس رکوع میں اللہ نے یاددہانی کی ہے کہ وہ کس طرح بدر و حنین وغیرہ کے کئی موقعوں پر مسلمانوں کی مدد کرتا رہا ہے اور لہٰذا اگر مسلمان اللہ کی مدد یعنی اس کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور مشرکوں سے ترک موالات کریں تو پھر آئندہ بھی بدر کی طرح اللہ اپنے فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کرے گا اور دنیا کی نعمتیں بخشے گا اور آخرت کی سعادتیں بھی۔ پھر یہ حکم ہے کہ مسجد میں مشرک کا داخلہ ممنوع ہے۔ پھر اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہے اور ساتھ ہی یہ بتایا ہے کہ انہی دشمنوں سے لڑنے کا حکم ہے جو مسلمانوں سے برسرپیکار ہوں۔ ورنہ جو صلح رکھیں ان سے تعرض نہ کیا جائے۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہود و نصاریٰ کے مشرکانہ عقیدوں کا تذکرہ ہے جو عزیز بن اللہ اور مسیح بن اللہ سے متعلق ہے۔ پھر بتایا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کو پوری طرح چمکا کر رہے گا۔ پھر مال و دولت کی حرص اور سونے چاندی کے ذخیرے کرنے کی مذمت کی گئی ہے اور بتایا ہے یہی خزانے کل قیامت میں عذاب لائیں گے۔ پھر حرمت والے مہینوں کا بیان ہے اور خواہش نفس کی پیروی کو کفر تک پہنچانے والا کہا گیا ہے۔

رکوع نمبر ٦: ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ﴾

اس رکوع میں پھر مسلمانوں کو جہاد کے لئے اکسایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ دنیا اور دنیوی اسباب کی محبت میں جہاد سے دست کش ہونا اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا سزاوار بنا دیتا ہے۔ آخرت کی زندگی پیش نظر رہنی چاہئے کیونکہ دائمی زندگی وہی ہے۔ پھر یہ دھمکی بھی دی گئی ہے کہ اگر مسلمانوں نے جہاد چھوڑ دیا تو اللہ ان کی بجائے کسی اور قوم کو وہ شرف عطا کر دے گا جو مسلمانوں کو ملا ہے۔ اللہ کی قدرت کے آگے یہ کام مشکل نہیں، پھر ان منافقین کا تذکرہ ہے جو حیلے بہانے کر کے حضور ﷺ کے ساتھ جہاد پر نہیں گئے۔ ان کی یہ حرکت ان کے لئے تباہی لانے والی ہے۔

رکوع نمبر ۷: ﴿عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ﴾

اس رکوع میں سابق رکوع ہی کا سلسلہ ہے۔ یعنی مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا گیا ہے۔ اس میں شریک نہ ہونے والوں کی برائی بیان کی گئی ہے۔ پھر ذرا تفصیل سے منافقین کی ریشہ دوانیوں کو بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح انسان کے دل کا نفاق اس کے لئے نماز کے واسطے کاہلی لاتا ہے اور کس طرح کراہت کے ساتھ وہ مال خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ نماز و زکوٰۃ کے لئے شوق و ذوق اور خوشدلی ہونی چاہئے اور بتایا ہے کہ منافقین کے جی کا نفاق اس بناء پر ہوتا ہے کہ وہ مسلم سوسائٹی سے فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی آستین کے سانپ بن کر اسلامی معاشرہ کو تباہ کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ اس سلسلے میں غزوہ تبوک میں منافقوں نے شرکت سے جو معذوری کے وجوہ بیان کئے تھے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں دھمکی دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۸: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا﴾

اس رکوع میں پہلے تو زکوٰۃ کے مشہور ۸ مصارف بیان کئے گئے ہیں پھر ایسے بدبختوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے اپنی حرکتوں سے رسول ﷺ کو تکلیف اور دکھ پہنچایا اور ان کے لئے آخرت میں جو سزا تجویز ہوئی ہے اس کا بیان ہے پھر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی مخالفت سیدھے جہنم میں لے جانے والی حرکت ہے، پھر خدا اور رسول ﷺ کی ہدایتوں اور تعلیمات کے ساتھ افسوسناک رویہ رکھنے والوں کی ذہنیت بتائی گئی ہے کہ ان کی اس حرکت پر انہیں ٹوکا جاتا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو صرف ذرا خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے۔

رکوع نمبر ۹:﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ﴾

اس رکوع میں ایسے اعمال اور کردار کا تذکرہ ہے جو نفاق کی خاص علامتیں ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) خدا کی پسندیدہ باتوں کے پھلنے پھولنے کی راہ میں کانٹے بچھانا اور خدا کی ناپسندیدہ باتوں کو پروان چڑھانا۔

(۲) اللہ اور اس کے ذکر کو بھلائے بیٹھنا۔ یہ تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے پاس وہ کسوٹی رہے جس کے ذریعے سچے اور مخلص مسلمان اور اسلام کے زبانی دعویداروں کو پہچانا جاسکے۔

ان علامتوں کے تذکرے کے بعد کہا گیا ہے کہ گزشتہ قوموں میں جو نافرمان لوگ تھے وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور ان سے زیادہ دنیاوی ساز و سامان کے مالک تھے۔ اس کے باوجود ان کا جو انجام ہوا عبرت کے لئے ان کے کھنڈر دیکھ لو۔ چنانچہ پھر تباہ کی جانے والی قوموں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مثلاً نوح، عاد اور ثمود اور اہل مدین وغیرہ۔

پھر آخر میں بتایا گیا ہے کہ مومن مرد اور عورت کی سرگرمیاں منافقین کے مذکورہ دو اعمال و کردار کے ٹھیک خلاف ہوتی ہیں۔ یہ خدا کی پسندیدہ باتوں کو پروان چڑھاتے ہیں اور برائیوں کو مٹاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اپنے ہر عمل میں اللہ کی اطاعت مدنظر رکھتے ہیں۔ پھر مومنین کے لئے رحمت الٰہی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱۰:﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾

اس رکوع میں منافقین اور کفار کی ان حرکتوں اور سازشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے جو وہ مسلمانوں سے کیا کرتے تھے۔ مثلاً مسلمانوں کو طرح طرح سے جہاد سے روکنا اور مسلمانوں کے انفاق مال اور ایثار و قربانی کا مذاق اڑانا۔ جہاد کے موقع پر جب مالدار صحابہ نے مال کثیر دیا تو ان کو کہا کہ یہ ریا کار ہیں اور جنہوں نے اپنی قلیل مزدوری سے حقیری پیش کش کی تو ان کا مذاق بناتے تھے۔ ﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ﴾۔

یہ وہ لوگ ہیں جو برضا و رغبت دینے والے اہل ایمان کی مالی قربانیوں پر باتیں چھانٹتے ہیں اور ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جن کے پاس راہ خدا میں دینے کے لئے اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنی مشقت برداشت کرکے دیتے ہیں اور وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ گویا اس رکوع میں منافقین کی بعض شرارتوں کو بیان کرکے فرمایا

کہ اگر تم ان کی مغفرت کے لئے ہم سے ستر بار بھی دعا کرو گے تو ہم ان کو نہ بخشیں گے۔

رکوع نمبر ۱۱: ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْا﴾

اس رکوع میں بھی منافقین سے ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے جو غزوہ تبوک کے موقعہ پر مختلف حیلے حوالے اور بہانے کر کے بیٹھ گئے تھے اور جہاد کے لئے نہ نکلے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آئندہ کبھی ان کو ساتھ نہ لیں اور اگر وہ ساتھ جانا چاہیں تو ان سے صاف کہہ دیا جائے کہ ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ پھر ان منافقین کے لئے دردناک عذاب کا تذکرہ ہے۔ نیز فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ مر جائیں تو آپ ہرگز ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ پھر مجاہدین کی تعریف کی گئی۔

رکوع نمبر ۱۲: ﴿وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ﴾

اس رکوع میں بھی تبوک کے ہی واقعات ہیں۔ پھر بعض ان مسلمانوں کا ذکر ہے جو جہاد کے مکلّف نہ تھے۔ ان کو جہاد سے رخصت عنایت فرمائی گئی۔ پھر بعض ان لوگوں کی حالت بیان کی گئی ہے کہ جو اتنے غریب تھے کہ جہاد کرنے کو ان کے پاس سامان نہ تھا۔ جب انہوں نے درخواست کی اور دربار رسالت سے سواریاں نہ ہونے کے سبب ان کو لوٹا دیا گیا تو وہ زار و قطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رکوع میں ان کی اس حالت کو یوں بیان فرمایا ہے۔ ﴿تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾ وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے اور انہیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پر شریک جہاد ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

پارہ نمبر۱۱
یعتذرون

رکوع نمبر ۱۳: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ﴾

اس رکوع میں مہاجرین وانصار کے لئے رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی ہے۔ اس بناء پر کہ انہوں نے اپنے آپ کو اتباع رسول ﷺ کے لئے وقف کر دیا۔ پھر ایسے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جو گناہ کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ مگر پھر توبہ کر لیتے ہیں اور آئندہ سے باز آ جاتے ہیں۔ ارشاد ہوا ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرے گا۔ مگر وہ منافقین جو اپنے جرائم کا اقرار ہی نہ کریں اور نہ گناہ پر شرمندہ ہوں ان کی توبہ کی قبولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پھر مسجد ضرار کا تذکرہ ہے، یہ مسجد منافقوں نے اپنی سازشوں کے لئے اڈہ بنانے کی غرض سے بنائی تھی اور چاہا تھا کہ رسول ﷺ اس میں نماز پڑھ کر اس کا افتتاح فرما دیں تاکہ بھولے بھالے مسلمان وہاں آیا کریں اور منافقین کے شکار بن سکیں۔ اللہ نے اس مسجد کی اصلیت واضح کر کے اپنے رسول ﷺ کو اسے منہدم کر دینے کی ہدایت دی۔

رکوع نمبر ۱۴: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ﴾

اس رکوع میں اللہ نے ان مسلمانوں کو نہایت عظیم الشان انعامات کی خوشخبری دی ہے جو اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو اللہ کے لئے وقف کر دیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ﴾ اللہ نے مومنین سے ان کی جان اور مال جنت کی عوض خرید لیا ہے۔ اس طرح انہوں نے فانی دنیا کی فانی زندگی اور فانی مال ودولت کے عوض ہمیشہ باقی رہنے والی جنت خرید لی ہے۔ یہ وعدہ الٰہی تورات اور انجیل میں بھی تھا۔ ایسے مسلمانوں کی شناخت یہ بتائی ہے کہ

وہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوتے ہیں۔ توبہ کرتے ہیں، عبادت میں لگے رہتے ہیں، اس کی حمد و تسبیح میں مشغول رہتے ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہتے ہیں اور شریعت کے حدود سے کبھی تجاوز نہیں کرتے۔ پھر ان مہاجرین و انصار کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے نہایت نازک وقتوں میں اسلام کی خدمتیں کی ہیں۔ ان کے لئے رحمت الٰہی کے مقدر ہو جانے کا اعلان ہے، پھر آخر میں ان تین مخلص مسلمانوں کا تذکرہ کیا ہے جو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حالانکہ انہیں شریک ہونا چاہئے تھا۔ اور بتایا ہے کہ یہ ان کی کاہلی اور غلطی تھی۔ انہوں نے سچے دل سے توبہ کی ہے، ان کی توبہ قبول ہونے کا اعلان کیا گیا ہے:

﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا اِنَّ اللّٰهَ هُوَالتَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ﴾

ترجمہ: پھر اللہ ان کی طرف پلٹا تا کہ وہ سچے دل سے اللہ کی طرف پلٹ آئیں بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔

رکوع نمبر ۱۵: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اتَّقُوۡا اللّٰهَ وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو مسلمانوں کو تقویٰ اور صداقت شعاری کی تعلیم دی گئی ہے۔ پھر جہاد پر ابھارتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اس راہ میں بھوک پیاس کا برداشت کرنا بجائے خود ایک نیکی ہے، اور جہاد کے لئے تھوڑا بہت جو کچھ بھی خرچ کیا جائے، سب ایک اہم اور قابل قدر نیکی ہے۔

پھر آخر میں بتایا ہے کہ دین کے پھیلانے اور شریعت کا علم حاصل کرنے اور دوسروں کو وہ علم سکھانے کے لئے ضروری ہے کہ ایک جماعت اپنے آپ کو دینی علوم کو سیکھنے سکھانے کے لئے وقف کر دیا کرے۔

رکوع نمبر ۱۶: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قَاتِلُوۡا الَّذِيۡنَ يَلُوۡنَكُمۡ مِنَ الۡكُفَّارِ وَلۡيَجِدُوۡا﴾

اس رکوع میں جہاد کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اسلام کو سربلند کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دینے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس عمل کے بلند درجات بتائے گئے ہیں۔ پھر منافقین کے کچھ حالات بتائے گئے اور آخر میں حضور کی رحمۃ للعالمین اور خصوصاً اس قلبی تڑپ کو بیان کیا گیا ہے جو امت کی خیر خواہی کے لئے آپ ﷺ کو اللہ نے عطا فرمائی تھی:

﴿لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ الرَّحِيۡمُ﴾

ترجمہ: تم ہی میں سے تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے۔ تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ بے انتہا خواہشمند ہے، ایمان والوں کے لئے شفیق اور رحیم ہے۔

سورۂ یونس

نام: دسویں رکوع میں اشارۃً حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ اسے علامت کے طور پر نام کے سلسلے میں مقرر کر دیا گیا ورنہ سورۂ کا موضوع بحث حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ نہیں ہے۔

زمانہ نزول: اس سورۃ کے مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکی دور کے اواخر میں نازل ہوئی۔

مضامین: یہ سورۃ حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

(۱) تعصب اور تنگ نظری سے بلند ہو کر سوچنے سمجھنے والوں کے لئے توحید اور آخرت سے متعلق دلائل۔

(۲) توحید اور آخرت کے باب میں غلط فہمیوں اور غفلتوں کا ازالہ۔

(۳) قیامت اور اس کی ہولناکیوں کی خبر، تاکہ اس سے ہوشیار ہو کر انسان اپنا طرز عمل درست کر لے۔

(۴) یہ تعلیم کہ دنیوی زندگی دراصل امتحان کی زندگی ہے اور اس امتحان کے لئے مہلت بس اسی وقت تک ہے جب تک موت نہیں آتی۔ موت کے بعد پھر موقعہ میسر نہیں۔

(۵) چند کھلی کھلی جہالتوں اور ضلالتوں کی طرف اشارہ تاکہ ان سے اجتناب کیا جائے۔

(۶) رسالت محمدی ﷺ سے متعلق شبہات واعتراضات کے جوابات۔ اس سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ مختصر طور پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ یہ بات سامنے آجائے کہ منکرین اور معترضین آج جو معاملہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کر رہے ہیں وہ اس سے ملتا جلتا ہے، جو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان منکرین ومعترضین کے پیش رو کر چکے ہیں۔ لہذا وہ جو اپنا انجام دیکھ چکے ہیں، رسالت محمدی ﷺ کا انکار اور اس پر اعتراضات کرنے والے بھی اپنا وہی انجام دیکھیں گے۔ نیز یہ کہ رسول ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی بے بسی اور کمزوری سے یہ سمجھنا کہ صورتحال ہمیشہ یہی رہے گی، غلط ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھی معدودے چند تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم غلامی میں جکڑی اور پسی ہوئی تھی۔ حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے مخالفین کے لحاظ سے ظاہری طور پر مادی حیثیت

سے بے بس اور کمزور تھے۔ اس کے باوجود جس الٰہی طاقت نے ان انبیاء اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی اور آخر کار انہیں کامیابی عطا کی، وہی الٰہی طاقت محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی پشت پر ہے۔ غرض اس سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے جو قصے بیان ہوئے ہیں وہ اسی نقطہ نظر پر ہوئے ہیں جس کا ابھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا﴾

اس رکوع میں پہلے تو ایمان اور عمل صالح کی ترغیب دیتے ہوئے ان کو اختیار کرنے والوں کو خوشخبریاں دی گئیں۔ پھر کائنات کی ربوبیت کو سامنے لا کر توحید پر دلیل قائم کی گئی ہے کہ یہ عظیم کائنات اور اس کا یہ نظام بلا کسی مدبر اور حکیم کے کس طرح ممکن ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اسی ہستی کی عبادت کریں جس کی حکمت و تدبیر سے یہ کارخانہ عالم چل رہا ہے۔ ساتھ ہی قیامت پر دلیل لائی گئی ہے کہ کائنات کی ہر چیز کسی نہ کسی حکمت و مصلحت پر مبنی ہے۔ تو کیا انسان بلا کسی مقصد کے یوں ہی عبث پیدا کیا گیا ہے اور اگر اس کی تخلیق کا کوئی مقصد ہے تو پھر ضروری ہوتا ہے کہ ہر ایک انسان سے اس کا حساب کتاب لیا جائے کہ اس نے اپنی پیدائش کے مقاصد کس طرح اور کس انداز میں پورے کئے اور جن لوگوں کو دنیا پرستی نے خدا اور قیامت سے غافل کر دیا ان کو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے، ساتھ ہی ان مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی ہے، جو ایمان لا کر ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ سنت اللہ بیان کی گئی ہے کہ لوگوں کے انکار و سرکشی پر اللہ کی گرفت فوراً نہیں ہوتی بلکہ مہلت دی جاتی ہی، تاکہ وہ اپنی حالت سدھارنا چاہیں تو سدھار لیں۔ پھر انسان کے ناشکرا ہونے کی نوعیت بتائی ہے کہ جب اس پر مصیبت پڑتی ہے تو اللہ کے آگے گڑگڑاتا ہے اور اللہ اس کی مصیبت دور کر دیتا ہے۔ لیکن پھر اس طرح بے نیاز ہو جاتا ہے کہ گویا کبھی اس پر سخت اور برا وقت آیا ہی نہیں تھا اور درگاہ الٰہی پر یہ حضرت کبھی جھکے ہی نہ تھے۔ پھر اشارۃً بتایا ہے کہ گذشتہ قوموں کا بھی یہی حال تھا اور انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا کر جو بغاوت کی اس کا انجام ان کی تباہی و بربادی کی شکل میں نکلا۔ تو کیا قرآن کے مخالفین یہ چاہ رہے ہیں کہ ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے جو گذشتہ قوموں کے ساتھ ہوا تھا۔ پھر نبوت محمدی پر مختلف طور سے دلیلیں لائی گئی

ہیں اور قرآن کی راہ ہدایت کی طرف رہنمائی کا بیان ہے۔ پھر شرک اور مشرک کی برائیاں ہیں۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَاِذَا اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ﴾

اس رکوع میں رحمت خداوندی اور اس کے مقابلہ میں انسانوں کی ناشکری اور سرکشی کا بیان ہے۔ پھر دنیا کی چندروزہ زندگی اور اس کے اسباب کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ساتھ ہی ایک مثال کے ذریعے انسان کی ذہنیت بیان کی گئی ہے کہ مصیبت کے وقت تو اسے خدا یاد آتا ہے پھر جب وہ ٹل جاتی ہے تو بھول جاتا ہے اور سرکشی کرنے لگتا ہے۔ پھر حشر کا بیان ہے اور جنتیوں اور دوزخیوں کو جو کچھ ملنے والا ہے اس کا تذکرہ ہے۔

رکوع نمبر ٤: ﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ﴾

اس رکوع میں انسان کی جسمانی تربیت اور پرورش کے لئے جو سامان ربوبیت اللہ نے فراہم کر رکھے ہیں ان میں سے چند کو پیش کر کے فرمایا گیا ہے کہ اگر مشرکین سے پوچھا جائے کہ یہ سارے سامان کس نے پیدا کئے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ خدا نے۔ تو پھر وہی خدا اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ پھر ہدایت ربانی اور قرآن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ہدایت اور صراط مستقیم کی رہنمائی کا وہ کونسا سامان ہے جو مشرکین کے دیوتا فراہم کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر قرآن سے اعراض کیوں کیا جا رہا ہے جو صراط مستقیم کی رہنمائی کر رہا ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ اگر مشرکین اٹکل پچو کا میں گرے ہیں اور ٹھوس اور روشن حقیقت کے مقابلہ میں اٹکل پچو کا وزن اور قدر و قیمت کیا ہے؟ پھر چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ انسانی کوششوں کا نتیجہ ہے تو پھر اس جیسی ایک سورۃ ہی کوئی بنا کر پیش کر دے!!

رکوع نمبر ٥: ﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ﴾

اس رکوع میں لوگوں کی ہٹ دھرمی کی روش بیان ہوئی ہے کہ وہ راہ ہدایت دیکھ لینے اور مضبوط سے مضبوط دلیلوں کے سامنے آ جانے کے باوجود ایمان نہیں لاتے اور حق کو تسلیم نہیں کرتے۔ ایسے لوگ حشر کے دن یہ خیال کریں گے کہ دنیا میں ایک آدھ گھنٹے رہے ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ عروج و زوال کا بھی قانون قدرت ہے۔ جس طرح دوسری چیزوں کے لئے مقررہ ضابطے ہیں۔ اس لئے جو قوم وہ سرگرمیاں جاری رکھتی ہے جو ان کو زوال کے منہ تک لے جانے والی ہیں تو پھر میعاد مقرر ہے۔ جب وہ میعاد آن پہنچتی ہے تو پھر اس قوم کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا اور تباہ ہی ہو کر رہتی ہے۔

رکوع نمبر ٦: ﴿وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ﴾

اس رکوع میں پہلے تو قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا بیان ہے اور اس بات کا تذکرہ ہے کہ اس دن انسانوں کی بے بسی اور بے کسی کا کیا حال ہوگا کہ وہ ساری دنیا کو بھی بدلے میں دے کر چاہیں گے کہ عذاب ٹل جائے تو عذاب ان سے نہ ٹلے گا۔

پھر قرآن کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ نصیحت اور اخلاقی بیماریوں سے شفا دینے والا نسخہ ہے اور اس پر عمل کر کے قیامت کے دن عذاب سے محفوظ رہا جا سکتا ہے پھر حلال چیزوں کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال کرنے کی مذمت کی گئی ہے کہ خدا نے تم سے کہہ دیا کہ تم حلال اپنی طرف سے چیزوں کو نہ بناؤ۔

رکوع نمبر ۷: ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُوْنَ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اللہ سب کو دیکھ رہا ہے اور ہر ایک کا عمل اس کے سامنے ہے۔ اس سے چھوٹی بڑی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ پھر اولیاء اللہ کی صفت بیان کی گئی ہے کہ انہیں قیامت کے دن نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ کیونکہ وہ ایمان پر جمے رہتے ہیں اور تقویٰ ان کا شعار ہوتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ دشمنوں کی سرگرمیوں اور ہماہمی سے نہ گھبرائیں۔ اللہ ان کا زور توڑ کر رہے گا۔ پھر شرک اور مشرکین کی مذمت ہے اور اس ضمن میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے کہ جو خدا کے لئے بیٹا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

رکوع نمبر ۸: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ﴾

اس رکوع میں پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ جب اللہ کے پیغام کا جواب انکار و سرکشی کے ساتھ دیا جاتا ہے تو نتیجہ تباہی و ہلاکت کا ہوتا ہے۔ پھر بعض دوسرے انبیاء کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ان کی قوموں نے جو رویہ رکھا اس کے نتیجہ میں جو ہلاکت اور جو عذاب نازل ہوئے ان کا بیان ہے۔ پھر مثال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے اور جادوگروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کا بیان ہے۔ پھر فرمایا گیا ہے کہ:

﴿وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾

ترجمہ: اللہ اپنے حکم سے حق کو حق کر کے دکھاتا ہے۔ اگرچہ مجرموں کو ناپسند کیوں نہ ہو۔

رکوع نمبر۹: ﴿فَمَا اٰمَنَ لِمُوْسٰى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ﴾

اس رکوع میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگذشت کا بیان ہے اور اس وقت کا خاص طور پر ذکر ہے کہ جب فرعون نے غرق ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لاتا ہوں اور اسے جواب ملا تھا کہ اب ہوش آیا ہے۔ پہلے تو ساری زندگی سرکشی اور انکار میں بسر کی:

﴿آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾

اب تو ہم صرف تیری لاش ہی کو بچائیں گے، تاکہ تیرے بعد کی نسلوں کے لئے نشان عبرت رہے۔ اس سے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ موت کے وقت کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔

رکوع نمبر ۱۰: ﴿وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾

اس رکوع میں پہلے تو بنی اسرائیل پر انعامات الٰہی کا بیان ہے۔ پھر حق سامنے آجانے کے باوجود اس کی مخالفت کا تذکرہ ہے۔ پھر قوم یونس کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس قوم نے جب عذاب الٰہی کو آتے ہوئے آنکھوں سے دیکھ لیا تو بدحواس ہوگئی اور فوراً ایمان لے آئی۔ اللہ نے خاص طور پر اس کے ساتھ یہ رعایت کی کہ عذاب ٹال دیا۔ ورنہ موت کے وقت یا عذاب میں گھر جانے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔ پھر بتایا گیا ہے کہ یہ استثناء صرف قوم یونس کے ساتھ تھی۔ اس لئے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ کا عذاب جب آن پڑے گا تو قوم یونس کی طرح توبہ کرلیں گے اور ایمان لے آئیں گے اور عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ کیونکہ پھر اس کا کوئی نہ اعتبار ہوگا اور نہ وہ توبہ اور ایمان فائدہ دیں گے۔ یہ تو صرف قوم یونس کے ساتھ مراعات کی گئی تھی۔ پھر بتایا گیا ہے کہ دین میں جبر واکراہ نہیں اور اسی لئے اللہ کسی کو ایمان پر مجبور نہیں کرتا ورنہ خدا چاہتا تو ایک فرد بھی مشرک و کافر نہ ہوتا۔

رکوع نمبر ۱۱: ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ﴾

اس رکوع میں رسول کے واسطہ سے امت مسلمہ کو ہدایت دی جارہی ہے کہ اسے چاہئے کہ دین پر جمی رہے۔ ہر طرف سے یکسو ہوکر خدا ہی کی فرمانبرداری کرے۔ ساتھ ہی شرک اور مشرکین کی مذمت اور آخرت میں ان کی ناکامیوں اور حسرتوں کا بیان ہے۔ پھر بتایا گیا ہے کہ اسلام لانے اور اسلامی زندگی گذارنے سے یہ کوئی نہ سمجھے کہ اللہ اور رسول پر احسان کر رہا ہے۔ یہ اسی کے فائدے کے لئے ہے۔ اگر اسلام سے برگشتہ رہے گا تو اپنا آپ نقصان کرے گا۔

پارہ نمبر ۱۲
وما من دابّة

سورہ ہود

وجہ تسمیہ: اس سورۃ میں تاریخی استشہاد کے طور پر قوم عاد اور اس کے رسول حضرت ہود علیہ اسلام کا تزکرہ ہے۔اس مناسبت سے یہ نام رکھا گیا۔

زمانہ نزول: تقریباً اسی دور میں نازل ہوئی جس دور میں سورۂ یونس کا نزول ہوا۔

مضامین: اس سورہ میں مضامین تقریباً وہی ہیں جو سورہ یونس میں تھے۔مگر تنبیہ کا اندازہ اس سے زیادہ سخت ہے۔دوسرا فرق یہ ہے کہ سورۂ یونس کی بہ نسبت یہاں دعوت مختصر ہے، فہمائش میں استدلال کم اور وعظ ونصیحت زیادہ ہے اور تنبیہ مفصل اور پرزور ہے۔دعوت یہ کہ رسول ﷺ کی بات مانو۔شرک سے باز آجاؤ۔

فہمائش یہ ہے کہ دنیوی زندگی پر اترا کر جن قوموں نے رسولوں کی دعوت کو ٹھکرایا وہ نہایت برا انجام دیکھ چکی ہیں۔تاریخ کے مسلسل تجربات اس راہ کی تباہی کی شہادت دے رہے ہیں جس پر منکرین چل رہے ہیں۔

تنبیہ یہ ہے کہ عذاب میں تاخیر دراصل مہلت ہے جو اللہ اپنے فضل سے عطا کر رہا ہے۔اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو عذاب آ کر رہے گا۔

ساتھ ہی اس سورہ میں قوم نوح، قوم عاد، ثمو، قوم لوط، اصحاب مدین اور قوم فرعون کے قصے بیان ہوئے ہیں اور یہ قصے سورہ یونس میں بیان کئے ہوئے قصوں کے علاوہ دوسرے نقطہ نظر سے بیان ہوئے ہیں۔وہ یہ کہ خدا جب فیصلے پر آتا ہے تو پھر بالکل بے لاگ طریقے سے فیصلہ چکاتا ہے۔اس میں کسی کے ساتھ ذرہ برابر بھی رعایت نہیں ہوتی۔اس وقت نہیں دیکھا جاتا کہ کون کس کا بیٹا ہے اور کس کا عزیز؟ رحمت صرف اس کے حصے میں آتی ہے جو راہ راست پر آ گیا۔ورنہ عذاب الٰہی سے نہ رسول (حضرت نوح علیہ السلام) کا بیٹا بچتا ہے اور نہ

رسول (حضرت لوط علیہ السلام) کی بیوی۔

قرآن کے روشن کتاب ہدایت ہونے کے تذکرے کے بعد توحید کی دعوت دی گئی ہے اور اللہ سے طلب مغفرت کی تعلیم ہے۔ پھر قیامت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ جو قرآن پر عمل کرے گا اور توبہ واستغفار کرتا رہے گا قیامت میں اچھا انعام پائے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا وہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اللہ ہر پوشیدہ اور ظاہر بات سے واقف ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿الٓر کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ﴾

اس رکوع میں خدا کے رزاق ہونے کا تذکرہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ زمین کا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کے رزق کا سامان خدا نہ کرتا ہوگا۔ وہ اس کا ذمہ دار ہے، پھر خدا ہر جاندار کے جائے قیام اور جائے موت سب سے واقف ہے۔ یہ بات اس لئے کہی گئی کہ عام طور پر معاشی حالات سے مجبور ہو کر انسان حق کا سررشتہ ہاتھوں سے چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے اگر اسے خدا کی رزاقیت پر یقین ہو اور اس پر توکل، تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ حق سے وابستہ نہ رہے۔ اور حق کی دعوت و تبلیغ کے لئے جدوجہد نہ کرتا رہے۔

پھر ان لوگوں کو سخت وعید سنائی گئی جو آخرت کا مذاق اڑاتے ہیں۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَئِنۡ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَۃً ثُمَّ نَزَعۡنٰہَا مِنۡہُ﴾

اس رکوع میں انسان کی ایک اس ذہنیت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ تھوڑی سی مصیبت سے وہ اللہ کے بے شمار انعامات کو بھول کر ناشکری کرنے لگتا ہے۔ پھر اس مصیبت کے بعد تھوڑا سا اطمینان اور فارغ البالی میسر ہو جاتی ہے تو پھر کبر و نخوت میں آ کر اس پہلی کیفیت کو فراموش کر دیتا ہے اور یہ دونوں باتیں خدا کو پسند نہیں۔

پھر ایمان والوں کی چند صفات بیان کی ہیں۔ پھر ایمان و کفر پر چلنے کی روش کا موازنہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ظاہر اور باطنی قوتوں کے باوجود کفر کو اپنانے والے اندھے اور بہرے ہیں۔ کیونکہ جو آنکھ، جو کان اور جو عقل اللہ نے انہیں صحیح مصرف میں لینے کے لئے دیئے تھے اللہ کی ناشکری کے سبب ان چیزوں کے لئے غلط استعمال کرتا ہے، اس کے مقابلے میں صاحب ایمان اپنی ان صلاحیتوں اور قوتوں کو ٹھیک اور صحیح استعمال کرتے ہیں۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖۤ اِنِّیۡ لَكُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ﴾

اس رکوع میں حضرت نوح کی دعوت حق اور ان کی قوم کے انکار کا تذکرہ کرتے ہوئے چند وہ مکالمے بیان ہوئے ہیں جو حضرت نوح اور ان کی قوم کے درمیان ہوئے۔ اس سلسلے میں خاص طور پر قوم نوح کے سرمایہ داروں کی یہ ذہنیت بتائی ہے کہ انہوں نے حق اور حق کی قبولیت کا معیار مال و دولت کو سمجھ رکھا تھا، اس لئے وہ حضرت نوح علیہ السلام سے کہتے کہ ہمارے مقابلے میں آپ کو کونسی فضیلت حاصل ہے؟ مال و دولت آپ رکھتے نہیں، آپ کا ساتھ دینے والے بھی وہی لوگ ہیں جو غریب اور مفلس ہیں۔ بھلا ان کا یہ منہ ہے کہ ہمارے ساتھ بیٹھ سکیں! حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا تھا کہ تمہارا ذہن تمہیں مبارک ہو، میں تم سے کوئی اجر تو نہیں مانگتا۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں تو ان کی غربت انہیں اللہ کے نزدیک شرافت وفضیلت سے روکنے والی نہیں۔ اگر میں انہیں چھوڑ دوں تو اللہ کی ناراضگی سے مجھے بچانے والا کون ہوگا؟ تمہارے یہ مال ومتاع خدا کی خوشنودی نہیں خرید سکتے۔ خدا کی رضا کے احکام پر چلنے سے مل سکتی ہے۔ اس طرح سرمایہ دارانہ ذہنیت کی اس رکوع میں مذمت کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۴: ﴿وَاُوۡحِیَ اِلٰی نُوۡحٍ اَنَّهٗ لَنۡ یُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِكَ اِلَّا مَنۡ قَدۡ﴾

اس رکوع میں وہی قوم نوح کا قصہ چل رہا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی بنانے، طوفان آنے اور سرکشوں کے غرق ہو جانے کا بیان ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے ایک لڑکے کا بھی عذاب کی لپیٹ میں آ جانے کا ذکر ہے۔ جس کو حضرت نوح علیہ السلام نے بہت سمجھایا مگر نہ مانا اور بتایا ہے کہ اللہ کے عذاب کو نہ لوگوں کے ذہن و دولت نے ٹالا اور نہ پیغمبر کی نسل میں ہونے سے فائدہ پہنچایا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اتباع کرنے والوں کو عذاب سے بچالئے جانے کا تذکرہ ہے۔ اس طرح سبق دیا ہے کہ نجات کا دارومدار نہ مال و دولت پر ہے نہ اونچے خاندان پر بلکہ ایمان اور عمل صالح پر۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ﴾

اس رکوع میں قوم عاد اور ان کی سرکشی کا تذکرہ ہے اور بتایا ہے کہ یہ قوم وقت کی کتنی زبردست اور شان و شوکت والی قوم تھی۔ ان کو اپنی قوت پر اتنا غرور تھا کہ کہا کرتے: ﴿مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾

ترجمہ ہم سے قوت میں بڑھ کر کون ہے؟

لیکن جب اس نے اپنے رسول حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت حق کو قبول نہ کیا اور انکار و سرکشی پر اڑی رہی تو آخرکار اس کا نتیجہ بھی یہی ہوا کہ وہ راتوں رات تباہ کردی گئی اور آج ان کے کھنڈر عبرت کی داستانیں سنا رہے ہیں۔

رکوع نمبر ۶: ﴿وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ﴾

اس رکوع میں قوم ثمود کی بربادی کی سرگذشت ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام دعوت حق لے کر آئے، مگر اس نے بھی انکار و سرکشی کا رویہ اختیار کیا۔ نتیجہ وہی ہوا جو عاد اور قوم نوح کا ہوا تھا۔

رکوع نمبر ۷: ﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ﴾

اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی ایک جماعت کے آنے کا تذکرہ کرتے ہوئے دو باتیں بتائی گئی ہیں۔

۱- ان فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ درآں حالیکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی والدہ ماجدہ بوڑھی ہو چکی تھیں اور پھر بشارت نے کچھ دنوں بعد حقیقی واقعہ کی شکل اختیار کر لی۔

۲- یہ فرشتے دراصل قوم لوط پر عذاب لے کر بھیجے گئے تھے، یہ قوم بدکاری اور فحاشی میں غرق تھی اور حضرت لوط متواتر انہیں سمجھا رہے تھے، مگر وہ مانتی نہ تھی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ پتھروں کی بارش کے عذاب سے یہ قوم برباد کر کے رکھ دی گئی۔ اس طرح یہ تعلیم دی ہے کہ جس قوم میں بدکاری اور فحاشی پھیل جاتی ہے آخر اللہ اپنی زمین کو ایسی قوم سے پاک کر دیتا ہے۔

رکوع نمبر ۸: ﴿وَاِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ﴾

اس رکوع میں اہل مدین کی دنیا پرستوں اور مال و دولت کی حرص پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ ان کے رسول حضرت شعیب علیہ السلام ان کو مسلسل پیغام الٰہی سناتے اور بتاتے رہے، مگر ان لوگوں کے دلوں میں مال و دولت کی ہوس نے اس قدر جڑ پکڑ لی تھی کہ ہدایت کا قبول کرنا ان کے لئے ناممکن ہو گیا۔ ناپ تول میں کمی بیشی

ان کے کاروبار کے خواص میں سے تھے اور اس طرح حقوق العباد بری طرح پامال ہورہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ اہل مدین بھی اسی طرح عذاب الٰہی کی گرفت میں آکر برباد ہوگئے جس طرح قوم عاد وثمود وغیرہ۔

رکوع نمبر ۹: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾

اس رکوع میں پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت حق کا تذکرہ ہے اور فرعون کے انکار و سرکشی اور اس کے تکبر کا بیان ہے۔ پھر گذشتہ آخری چار پانچ رکوعوں میں جو تاریخی حقائق بیان ہوئے ہیں اور ان قوموں پر جو عذاب آئے تھے ان کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے جس طرف ابھی اشارات کئے جاچکے ہیں۔ پھر کہا کہ ان تباہ شدہ قوموں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ عبرت کی آنکھیں ہوں تو فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

رکوع نمبر ۱۰: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ وَلَوْلَا کَلِمَةٌ﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ آج جو قرآن کی مخالفت اور حق آجانے کے باوجود اختلافات کئے جارہے ہیں، کوئی نئی بات نہیں، اس سے پہلے بھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت دی گئی تھی تو حضرت انسان نے یہی سب کچھ کیا تھا۔ پھر رسول اور آپ کے واسطے سے مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ حق پر قائم رہیں۔ مستقل مزاجی کے ساتھ صبر و ثبات کو اپناتے ہوئے زندگی اس طریقے پر بسر کرتے رہیں جو قرآن بتاتا ہے۔ اس راہ میں آزمائشیں تو ہیں مگر ہلاکت و بربادی نہیں۔ آزمائشوں پر پورے اترنے کے بعد انعامات اور رحمتیں اپنا سایہ کرنے کو موجود ملیں گی۔

سورۂ یوسف

زمانہ نزول وسبب نزول

یہ بھی قیام مکہ کے آخری دور کی سورتوں میں سے ہے۔ جبکہ قریش کے لوگ اس مسئلہ پر غور کررہے تھے کہ حضور کو (نعوذ باللہ) قتل کردیں یا جلاوطن کردیں یا قید کردیں۔ اس زمانہ میں بعض کفار نے یہودیوں کے اشارے پر حضور ﷺ سے سوال کیا کہ بنی اسرائیل کے مصر جانے کا کیا سبب ہوا؟ چونکہ اہل عرب اس قصہ سے

ناواقف تھے اوران کی روایات میں اس کا نام ونشان بھی نہ تھا اس لئے انہیں توقع تھی کہ یا تو آپ مفصل جواب نہ دے سکیں گے یا اس وقت ٹال مٹول کر کے بعد میں کسی یہودی سے پوچھنے کی کوشش کریں گے اور اس طرح آپ کا بھرم کھل جائے گا۔لیکن اس امتحان میں ان لوگوں کو منہ کی کھانی پڑی۔اللہ نے صرف یہی نہیں کیا کہ فوراً اسی وقت یوسف کا پورا قصہ آپ کی زبان پر جاری کردیا بلکہ مزید برآں اس قصہ کو قریش کے اس معاملہ پر چسپاں بھی کردیا جو وہ برادران یوسف کی طرح حضور ﷺ کے ساتھ کر رہے تھے۔

مقاصد نزول :اس طرح یہ قصہ دو اہم مقاصد کے لئے نازل فرمایا گیا۔

۱-رسالت محمدی کا ثبوت اور وہ بھی مخالفین کا اپنا منہ مانگا ثبوت۔

۲-سرداران قریش اور رسول اللہ کے درمیان جو معاملہ چل رہا تھا اس پر برادران یوسف اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو چسپاں کرتے ہوئے قریش والوں کو بتایا کہ آج تم اپنے بھائی کے ساتھ وہی کچھ کر رہے ہو جو یوسف کے بھائیوں نے ان کے ساتھ کیا تھا۔مگر جس طرح برادران یوسف خدا کی مشیت سے لڑنے میں کامیاب نہ ہوئے اور آخر کار اسی بھائی کے قدموں میں آرہے جس کو انتہائی بے رحمی کے ساتھ کنویں میں پھینکا تھا،اسی طرح تمہاری زور آزمائی بھی خدائی تدبیر کے مقابلہ میں ناکام رہے گی اور ایک دن تمہیں بھی اپنے اسی بھائی سے رحم وکرم کی بھیک مانگنی پڑے گی جسے تم آج ستانے پر تلے ہو۔اور فتح مکہ کا دن اس اسلوب پیشین گوئی پر گواہ ہے۔اس دن حضور ﷺ نے قریش سے وہی کہا تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔جبکہ ان کے وہ بھائی ان کے سامنے اعتراف جرم کر رہے تھے۔یعنی ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔

نیز اس پوری داستان میں یہ بات نمایاں کر کے دکھائی گئی ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام،حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا اصل دین وہی تھا جو محمد ﷺ کا ہے اور اسی دین کی طرف ان انبیاء نے بھی دعوت دی تھی جس کی طرف آج محمد ﷺ دے رہے ہیں۔

رکوع نمبر ۱ :﴿الٓرٰ تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ عقل وفکر سے کام لیں اور ہلاکت اور تباہی کی راہ اختیار کرنے سے بچیں۔دنیا اور آخرت میں کامیابی وسرفرازی کی راہ اختیار کریں اور عقل و

فہم اور عبرت و نصیحت کی خاطر ہر طرح کی دلیلیں قرآن میں ذکر کی گئی ہیں۔ ان دلیلوں میں سے ایک تاریخی استشہاد ہے اور اسی تاریخی استشہاد کے سلسلہ کی ایک کڑی قصہ یوسف ہے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب دیکھنے اور اس پر آپ کے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس ارشاد کا ذکر ہے کہ اپنے بھائیوں سے خواب کا ذکر نہ کرنا اور یہ کہ اللہ اپنی نعمتوں کی بخشش کے لئے تم کو چن لینے والا ہے۔ جس طرح تمہارے داداؤں حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منتخب کیا تھا۔

رکوع نمبر ۲: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾

اس رکوع میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے اور پھر اپنے والد سے جھوٹ موٹ بہانہ بازی کرتے ہوئے اس کہنے کا ذکر ہے کہ ہم کھیل رہے تھے کہ اچانک یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ پھر بتایا ہے کہ کس طرح ایک قافلہ نے ان کو کنوئیں سے نکالا اور کس طرح انہیں چند ٹکوں کے عوض مصر میں لے جا کر فروخت کر دیا۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى﴾

اس رکوع میں یہ بتایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے والا کس طرح ان پر مہربان ہو گیا۔ پھر اس کی بیوی کی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف رغبت کا تذکرہ ہے اور کس طرح ایک مرتبہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ میں ملوث کر ڈالنے کی کوشش کی اور کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام ایسے نازک موقع پر اپنے دل کے اندر خوف الٰہی اور اللہ کی نشانیوں اور اس کے عذاب کے ذہن پر جمائے ہوئے خیال و تصور کے سبب بچ نکلے۔ پھر کس طرح اس عورت نے جب یہ دیکھا کہ اس کا پول کھل رہا ہے تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام پر جھوٹا الزام لگایا۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ﴾

اس رکوع میں حضرت یوسف علیہ السلام کی دوبارہ اس آزمائش کا بیان ہے کہ کس طرح مصر کی حسین عورتوں کے نرغہ سے نکل کر اور دامن بچا کر آئے اور اس کا سبب اس کے سوا کچھ اور نہ تھا کہ ہر لمحہ وہ خدا کو اپنے سامنے حاضر و ناظر سمجھتے اور اللہ ہی پر توکل کرتے اور اسی سے مدد کے طالب ہوتے۔ پھر حضرت یوسف علیہ

السلام کی تیسری آزمائش میں پڑنے کا تذکرہ ہے یعنی جیل میں ڈالے جانے کا۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ قَالَ اَحَدُهُمَا اِنِّیْ اَرَانِیْ﴾

اس رکوع میں حضرت یوسف علیہ السلام کی جیل کی زندگی کو بتایا ہے کہ کس طرح وہاں بھی اپنی تبلیغ حق سے غافل نہ رہے اور کس طرح جب دو قیدیوں نے خواب دیکھے تو ان کی تعبیر بتانے سے پہلے کس طرح اور کیسے دل نشیں انداز میں توحید کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر ایک کے خواب کی یہ تعبیر دی کہ وہ پھانسی پائے گا اور دوسرے کی یہ کہ وہ بادشاہ کا ساقی بنے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

رکوع نمبر ٦: ﴿وَقَالَ الْمَلِکُ اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ﴾

اس رکوع میں شاہ مصر کے خواب دیکھنے کا بیان ہے، اور یہ کہ جیل سے چھوٹ کر جو ساقی بنا تھا اچانک اسے اس موقعہ پر حضرت یوسف علیہ السلام یاد آئے اور وہ ان سے اس خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے دوڑا۔ انہوں نے بادشاہ کے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ سات سال نہایت خوشحالی کے دن آئیں گے پھر سات سال نہایت شدید قحط ہوگا۔ پھر اس کے بعد خوشحالی کا سال آئے گا۔

رکوع نمبر ۷: ﴿وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ﴾

بادشاہ کو جب یہ تعبیر معلوم ہوئی تو اس نے جیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلوایا۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ پہلے اس معاملہ کا فیصلہ ہونا چاہئے کہ کس جرم میں مجھے جیل میں ڈال دیا گیا تھا؟ مجھے میرا جرم بتائے بغیر اور عدالت و انصاف کے تقاضوں کو پورا کئے بغیر اس سیفٹی ایکٹ کے وجہ جواز کا پہلے فیصلہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ بادشاہ نے ان عورتوں سے تحقیقات کی۔ سب نے متفقہ جواب دیا کہ وہ فرشتہ ہے فرشتہ۔ ہماری ہی نیتوں میں فتور تھا۔ ہمیں نے حماقتیں کی تھیں اور اپنی برائیوں اور رسوائیوں کے امکان کی پردہ پوشی کے لئے اسے جیل میں بھجوایا تھا۔

پارہ نمبر ۱۳
وما أبرّئ

اس کے بعد شاہ مصر نے اعزاز و اکرام کے ساتھ انہیں جیل سے بلوایا۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام سے مشورہ کیا کہ ملک کو آنے والے قحط سالی کے دور کی مصیبتوں سے بچانے کی کیا تدبیر کی جائے؟ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ کہا کہ اگر اقتدار مجھے دے دیا جائے تو میں حکومت کے وسیع تر ذرائع و وسائل سے کام لے کر ملک کو قحط سالی کی بربادیوں سے بچا سکتا ہوں۔

اس کے بعد قرآن نے کہا کہ اللہ سے ڈرنے والے اور اللہ کی مرضی پر چلنے کا حق ادا کرنے والے کو اسی طرح دنیا میں بھی اقتدار اور اس کی کارفرمائیں عطا کی جاتی ہیں۔ رہی آخرت، تو اس میں ملنے والے اجر و انعام کا کیا ٹھکانا؟

رکوع نمبر ۸: ﴿وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ قحط سالی کے زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی غلہ حاصل کرنے کے لئے مصر میں آئے۔ ان لوگوں کے ساتھ ان کے سوتیلے بھائی بن یامین جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے نہ آئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان بھائیوں کو پہچان لیا مگر وہ نہ پہچان سکے، باتوں باتوں میں حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اگر آئندہ آنا تو ان کو بھی ساتھ لانا ورنہ غلہ نہ ملے گا۔ چنانچہ یہ لوگ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کہا کہ اب کے غلہ اس صورت میں مل سکتا ہے کہ بن یامین ہمارے ساتھ جائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس بھائی سے متعلق بھی میں اسی طرح تم پر اعتبار کرلوں جیسا کہ یوسف کے بارے میں کیا تھا۔ اس طرح تھوڑی ردو کد کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام بن یامین کو بھیجنے پر آمادہ ہو گئے۔

رکوع نمبر ۹: ﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْکَ﴾

اس رکوع میں اس واقعے کا ذکر ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی دوبارہ مصر پہنچے تو ان کے ساتھ بن یامین بھی تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنے پاس بٹھایا اور چپکے سے کہہ دیا کہ میں تمہارا وہی گمشدہ بھائی ہوں، پھر جب یہ لوگ غلہ لے کر چلے تو ایک تدبیر سے انہوں نے بن یامین کو روک لیا۔ بقیہ بھائیوں نے بہت کچھ کہا سنا مگر ناکام رہے۔

رکوع نمبر ۱۰: ﴿فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا قَالَ کَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا﴾

اس رکوع میں قصے کے اس حصے کا بیان ہے کہ جب وہ ناامید ہو گئے تو آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ سب سے بڑے نے کہا کہ اللہ کو درمیان میں رکھ کر تم نے والد سے عہد کیا تھا کہ بن یامین کو صحیح سلامت ان تک پہنچا دو گے۔ اس سے پیشتر تم یوسف کے ساتھ زیادتی کر چکے ہو۔ اس لئے میں تو اب گھر نہیں جانے کا تاوقتیکہ والد مجھے اجازت نہ دیں۔ یا خدا میرے حق میں کوئی اچھا فیصلہ کرے، تم والد کے پاس جاؤ اور ان سے سارا ماجرا کہو۔ وہ وطن پہنچے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے ساری باتیں بیان کیں۔ اس نئی افتاد پر حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کا زخم پھر ہرا ہو گیا۔ آنکھیں ڈبڈبا آئیں مگر ضبط سے کام لیا۔ پھر انہوں نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ ذرا پھر جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائی کا پتہ لگاؤ۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ چنانچہ وہ پھر مصر پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ملے اور اپنی تکلیف اور پریشانیاں بتائیں۔ پھر کہا ہمارے بھائی کو ہمارے حوالے کرو، جو کچھ بھی تھوڑی بہت ہمارے پاس پونجی تھی فدیہ میں ہم لائے ہیں۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے اپنی جہالت کی بناء پر کیا سلوک کیا۔ اب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچانا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ بے شک میں یوسف ہوں اور یہ رہا میرا بھائی۔ یہ سب اللہ کے فضل و کرم کا کرشمہ ہے۔ تقویٰ اور صبر اور عمل صالح کا اجر خدا ضائع نہیں کرتا۔ برادران یوسف ندامت کے ساتھ اپنی خطا کا اعتراف کر رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ ﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ﴾ آج تم پر کوئی گرفت نہیں رہی۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔ آخر حضرت یوسف علیہ السلام نے سب کو معاف کر دیا اور بھائیوں کو اپنی قمیض دے کر کہا کہ اسے لے جاؤ، والد کے چہرے پر ڈال دینا، ان کی بینائی واپس آ جائے گی۔ پھر سارا کنبہ میرے پاس لے آؤ۔

رکوع نمبر ۱۱: ﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ اَبُوهُمْ اِنِّى لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ﴾

اس رکوع میں قصے کے آخری حصہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قافلہ ادھر سے مصر سے چلا اور ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے لوگوں سے کہا مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ غرض حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی گھر پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض اپنے والد کے چہرے پر ڈال دی۔ ان کی بینائی لوٹ آئی۔ پھر ان لڑکوں نے معافی چاہی اور ان سے معافی طلب کی۔ پھر یہ کنبہ مصر پہنچا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے والد کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ سارے بھائیوں نے جھک کر تعظیم دی۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے فرمایا کہ والد بزرگوار! یہ ہے اس خواب کی تعبیر جو میں نے عرصہ ہوا دیکھا تھا اور آپ سے بیان کیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے والد سے سارے حالات بیان کئے اور قدم قدم پر اللہ نے جو دستگیریاں فرمائی تھیں ان کا تذکرہ ہے۔ پھر انہوں نے اپنے رب کے حضور یہ دعا کی کہ:

﴿اَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَاَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ﴾

ترجمہ: پروردگار تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا حامی و سرپرست ہے۔ میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا۔

رکوع نمبر ۱۲: ﴿وَكَاَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا﴾

سورہ یوسف کا یہ آخری رکوع ہے۔ اس میں پہلے تو خدا کی نشانیوں سے عبرت حاصل کرنے کی تعلیم ہے۔ پھر گذشتہ امتوں کی سرگذشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرنی چاہئے۔ ساتھ ہی اس سورت میں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ہر نبی کی دعوت وہی رہی ہے جو قرآن کی ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی اس میں صاف لفظوں میں فرمایا تھا کہ ﴿وتوفنی مسلماً﴾ لہذا اسلام ہی وہ دین ہے جو اس وقت سے ہے جب سے انسان کے قدم اس زمین پر پہنچے۔ دوسرے عقیدے اور خودساختہ مذاہب انسان کی گمراہیوں کی پیداوار ہیں۔

سورۂ رعد

نام: دوسرے رکوع کی ایک آیت میں الرعد (گرج) کا لفظ آیا ہے، اسی کو سورۃ کا نام قرار دیدیا گیا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سورۃ میں بادل کے گرج کے مسئلہ سے بحث کی گئی ہے، بلکہ صرف علامت کے طور پر ی ظاہر کرنا ہے کہ وہ سورۃ ہے جس میں لفظ ''الرعد'' آیا ہے۔ جس میں رعد کا ذکر ہے۔

زمانہ نزول: سورہ کے مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورۃ بھی قیام مکہ کے آخری دور کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین: اس سورۃ کا مرکزی مضمون تو یہ بتاتا ہے کہ جو پیغام یہ رسول ﷺ پیش کر رہے ہیں وہی حق ہے، مگر یہ لوگوں کی غلط فہمی اور ہٹ دھرمی ہے کہ اسے قبول نہیں کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں بار بار مختلف طریقوں سے توحید، معاد اور رسالت کی حقانیت ثابت کی گئی ہے اور ان پر ایمان لانے کے اخلاقی اور روحانی فوائد سمجھائے گئے ہیں، درمیان میں جابجا مخالفین کے اعتراضات کا ذکر کئے بغیر ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ نیز مومنین کو جو برسوں کی طویل اور سخت جدوجہد کی وجہ سے تھکے جا رہے تھے اور بے چینی کے ساتھ غیبی امداد کے منتظر تھے، تسلی دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿الٓمّٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتَابِ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ﴾

اس رکوع میں قرآن اور اس کی آیتوں کے نزول کا تذکرہ کرتے ہوئے آسمان وزمین میں پھیلی ہوئی خدا کی نشانیوں اور اس کی ربوبیت کی کارسازیاں بیان کی گئی ہیں اور اس طرح سمجھایا کہ جس خدا نے تمہاری جسمانی ربوبیت کے ساتھ ایسا عظیم الشان کارخانہ بنایا ہے کیا اس کے خزانے تمہاری روحانی تربیت و پرورش کے سامان سے خالی ہوسکتے ہیں؟ اسی روحانی تربیت کے لئے یہ قرآن نازل ہوا ہے۔ پھر کائنات کے اسی نظام سے قیامت پر دلیل دلائی گئی ہے اور ان لوگوں کی عقلوں پر تعجب کا اظہار ہے جو قیامت کے قائم ہونے کو ناممکن سمجھ رہے ہیں کہ یہ عظیم الشان تخلیقی کرشمے تو ان بے عقلوں کے بے باعث حیرت نہیں اور حسرت کر رہے ہیں

آخرت کی زندگی پر۔موت کے بعد دوبارہ پیدائش پر۔درانحالیکہ نقش اول زیادہ مشکل ہوتا ہے نقش ثانی کے لحاظ سے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ﴾

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کو بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ رات کی سیاہ تاریکیوں میں عمل ہو یا دن کے اجالے میں، دل کے ارادے ہوں یا زبان کے الفاظ، کوئی چیز اور کوئی بات اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ پھر قدرت الٰہی کا تذکرہ ہے کہ وہ اپنے ہر ارادے کو عمل کی شکل دینے پر پوری طرح قادر ہے۔کسی قوم پر کوئی عذاب لانا چاہے تو کوئی طاقت اسے ٹال نہیں سکتی۔

پھر بتایا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز خدا کے حکم کی بجا آوری میں لگی ہوئی ہے، پھر بارش اور اس سے ندی نالے کے بھر جانے اور جھاگ کے بہہ جانے کو بتا کر فطرت کا یہ اصول بتایا کہ نفع بخش چیزیں اس زمین پر ٹک سکتی ہیں اور بیکار جھاگ کی طرح بہہ جاتی ہیں۔لہذا وہی شخص، وہی گروہ اور وہی قوم اس زمین پر ٹک سکتی ہے جس کا وجود انسانیت اور زمین کے لئے مفید ہے۔ساتھ ہی اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنت کی تعلیم دی ہے کہ:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

رکوع نمبر ۳: ﴿اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ﴾

اس رکوع میں وفائے عہد، خوف الٰہی، صبر وثبات، نماز، زکوٰۃ وغیرہ ایسی چند صفتوں کا تذکرہ ہے جن کو اپنا کر ہی آخرت کی کامرانیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔جو لوگ اللہ سے عہد کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے، پھر خدا کے نافرمانوں اور آخرت میں ان پر ہونے والے عذابوں کا تذکرہ ہے۔اس کے بعد بتایا ہے کہ اس نافرمانی کا اصل سبب مال ودولت کی حرص وطمع اور دنیا پرستی ہے۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾

اس رکوع میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہدایت تو آ گئی اب اس سے فائدہ وہی اٹھا سکتا ہے جو ہدایت چاہے،

پھر بتایا ہے کہ اطمینان قلب اللہ کے ذکر اور اللہ پر توکل سے حاصل ہوا کرتا ہے:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب﴾

رکوع نمبر ۵: ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا﴾

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی دی ہے اور بتایا ہے کہ پیغام الٰہی کے ساتھ یہ کوئی نیا معاملہ نہیں ہے جو کیا جا رہا ہے، ہمیشہ سے یہی ہوا ہے کہ ہادیوں کا مذاق اڑایا گیا ہے، ان پر آوازیں کسی گئی ہیں او رطرح طرح سے انہیں ستایا گیا ہے اور سنت اللہ یہ رہی ہے کہ ایسے بدبختوں کو اللہ مہلت دیتا ہے اور جب مہلت کی میعاد ختم ہو جاتی ہے تو پھر ان کے لئے دنیا میں بھی ہلاکت نازل کرتا ہے اور آخرت کے عذابوں کا کیا ٹھکانا۔ اس طرح اشارتاً یہ کہہ دیا گیا ہے کہ بالآخر یہ مخالفین ختم ہو کر رہیں گے۔ ساتھ ہی یہ تعلیم دی گئی ہے کہ قرآن کو چھوڑ کر کسی اور کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کرنی چاہئے۔

رکوع نمبر ٦: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا﴾

اس رکوع میں کہا گیا ہے کہ منکرین کہا کرتے تھے کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ ان کی بیویاں بھی ہیں اور یہ شادیاں بھی کرتے ہیں؟ مطلب یہ کہ اللہ کے رسول کو تو بشریت سے کوئی ماورا مخلوق ہونی چاہئے۔ اس رکوع میں ان کی اس بات کی تردید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ سے پہلے بھی جتنے رسول آئے سب بشر تھے، سب کی بیویاں تھیں، اولاد تھیں، یہی بات دوسری جگہ یوں کہی گئی ہے کہ انسانوں کی بستی میں رسول انسان ہی ہوگا، اگر یہ فرشتوں کی بستی ہوتی تو فرشتے رسول بن کر آتے۔ پھر اس رکوع میں کافروں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ سنبھل جائیں، ورنہ ان کے لئے برا وقت آن کر رہے گا اور کوئی طاقت نہیں کہ ان کی قضا کو ٹال سکے۔

سورہ ابراہیم

نام: چھٹے رکوع کی آیت ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَل﴾ سے ماخوذ ہے۔

اس نام کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سوانح عمری بیان ہوئی ہے بلکہ یہ بھی اکثر سورتوں کے ناموں کی طرح علامت کے طور پر ہے۔ یعنی وہ سورۃ جس میں اصل موضوع کے تعلق سے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔

زمانہ نزول: سورہ رعد کے قریبی زمانے کی نازل شدہ معلوم ہوتی ہے۔

مضمون و دعا: جولوگ حضور ﷺ کی دعوت سے انکار کررہے تھے اور آپ کی دعوت کو ناکام کرنے کے لئے ہر طرح کی تدابیر کررہے تھے ان کی فہمائش اور تنبیہ اس سورت کا مدعا ہے، لیکن فہمائش کی بہ نسبت اس سورۃ میں تنبیہ اور ملامت اور انذار کا انداز زیادہ تیز ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿الٓـرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ﴾

اس رکوع میں پہلے تو کتاب کے نزول کی وجہ بتائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکالے۔ پھر نبی کی تعلیم سے روگردانی کرنے کا سبب بتایا ہے کہ ایسے لوگ دنیا کی زندگی سے آخرت کے مقابلے میں زیادہ محبت کرتے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے کہ انہیں بھی اس غرض سے بھیجا گیا تھا تاکہ وہ اپنی قوم کو اللہ کے انعامات یاد دلا کر گمراہی سے باز رہنے کی تلقین کریں۔

اس رکوع میں پہلے ایک اصول بیان کیا گیا ہے کہ ﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴾ اگر تم میری نعمتوں کا شکر کروگے تو تمہیں زیادہ دوں گا۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ﴾

اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس تقریر کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے کی تھی۔ آپ نے قوم سے فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے اور صرف بندوں ہی کے فائدے کے لئے اس نے عبادت کا حکم دیا ہے۔

اس کے بعد عبرت دلانے کے لئے نافرمان امتوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ انہوں نے اپنے رسولوں سے کیا سلوک کیا اور ان رسولوں نے کس طرح صبر و استقلال کی ساتھ کار تبلیغ انجام دیا اور اپنے دشمنوں تک سے کیسا رویہ رکھا۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَا﴾

اس رکوع میں گذشتہ نافرمان قوموں کی ان گستاخانہ گفتگوؤں کا تذکرہ ہے جو انہوں نے اپنے رسولوں سے کی، پھر ان قوموں کی ہلاکت اور ان کی جگہ دوسری قوموں کے لانے کا ذکر ہے، پھر دوزخیوں کی سزا کا ذکر

ہے جونہایت عبرتناک ہے۔ فرمایا کہ دوزخ میں ان کو پانی کی جگہ پیپ پلائی جائے گی۔ یہ اس کو گھونٹ گھونٹ پئیں گے مگر حلق سے نہ اتار سکیں گے اور چاروں طرف سے ان کو موت آئے گی لیکن یہ نہ پی سکیں گے۔

رکوع نمبر ۴: ﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ﴾

اس رکوع میں پہلے تو شیطان کے اس رویہ کا ذکر ہے جو قیامت کے دن اس کا اپنی پیروی کرنے والے کے ساتھ ہوگا۔ وہ اپنے پیروؤں سے کہے گا کہ اللہ کا وعدہ سچا تھا، میں نے جو پٹی پڑھائی تھی وہ غلط تھی۔ میں نے تم پر کوئی زبردستی تو نہ کی تھی میں نے تو صرف اتنا کیا کہ تمہیں اپنی طرف بلالیا اور تم نے میرا کہنا مان لیا۔ تو پھر مجھ پر کیوں الزام دیتے ہو۔ اپنے آپ ہی کو الزام دو۔ آج نہ میں تمہاری فریادرسی کرسکتا ہے اور نہ تم لوگ میری فریاد رسی کرسکتے ہو۔

اس میں نیک کلمہ کی مثال پاکیزہ درخت اور گمراہی کی مثال ناپاک درخت سے دی گئی ہے۔

﴿كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ﴾

رکوع نمبر ۵: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾

اس رکوع میں اللہ نے اپنے بہت سے انعامات اور بے شمار فضل کا ذکر کیا ہے جو اسی نے اپنے بندوں پر کر رکھا ہے اور کہا ہے کہ کفر کرنے والوں نے اللہ کی ان نعمتوں پر بجائے شکر کے اللہ کی ناشکری کی اور نہ صرف خود ہلاکت کے غار میں گرے بلکہ اپنی نفسانی تحریکوں میں اپنی قوم کو مبتلا کر کے اسے بھی لے ڈوبے۔ پھر ایمان والوں کو کہا کہ نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کی تاکید کی ہے۔

رکوع نمبر ۶: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا﴾

اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا تذکرہ ہے جو انہوں نے مکہ معظمہ اور اپنی اولاد کے لئے کی تھی۔ نیز ان کی حمد وثنا کا ذکر ہے جو انہوں نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام جیسے سعادت مند فرزندوں کے عطا فرمانے کی بناء پر اللہ سے کی تھی۔ پھر اس دعا کا تذکرہ ہے جس میں اپنی اور اپنی اولاد کے لئے نماز کا پابند اور اسلام پر قائم رہنے کا بیان ہے۔ ساتھ ہی اپنے اور تمام مومنین کے لئے جو مغفرت طلب کی تھی اس کا ذکر ہے۔

رکوع نمبر ۷: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے سخت وعید ہے اوران سزاؤں کا بیان ہے جو قیامت کے دن ان کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ ساتھ ہی قیامت کے کچھ ہولناک مناظر کا ذکر ہے کہ اس روز تم مجرموں کو زنجیر وغیرہ میں جکڑے ہوئے دیکھو گے اور وہ گندھک کے کرتے پہنے ہوئے ہوں گے اور ان کے منہ پر آگ لگ رہی ہوگی۔

پارہ نمبر۱۴

ربما

سورہ حجر

نام: چھٹے رکوع کی آیت ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: سورہ ابراہیم سے متصل ہی اس کا زمانہ نزول معلوم ہوتا ہے۔

مضامین: دعوت نبوی کو ایک طویل عرصہ گذر چکا تھا اور مخاطب قوم کی مسلسل ہٹ دھرمی، استہزاد، مزاحمت اور ظلم وستم کی حد ہوگئی تھی۔ جس کے بعد سمجھانے کا موقع کم اور تنبیہ اور ڈرانے کا زیادہ تھا۔ نیز یہ کہ کشمکش اور مزاحمت اور منکرین کے کفر وانکار کے سبب حضور ﷺ کا اضطراب قدرتی تھا۔ اس پر اللہ کی جانب سے حضور ﷺ کی تسلی اور ہمت بندھانے کی اشد ضرورت تھی۔ یہی دو مضامین ہیں جو اس صورت میں بیان ہوئے ہیں۔ لیکن یہ سورۃ سمجھانے اور نصیحت سے خالی بھی نہیں۔ اس لئے توحید کے دلائل کی طرف مختصر اشارات بھی ہیں اور نصیحت کے لئے قصہ آدم وابلیس کا پھر ذکر بھی۔ اس طرح اس سورۃ میں حضرت آدم اور ابلیس کے قصہ کا تذکرہ انسان کے مقصد تخلیق کو براہ راست سمجھانے کے لئے نہیں آیا ہے بلکہ نصیحت کے نقطہ نظر سے آیا ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن انسانی زندگی کے ہر راستے کی رہنمائی کرتا ہے اور ہر راستہ جس منزل پر پہنچتا ہے سب پوری وضاحت سے بتا دیتا ہے۔ اس کے باوجود جو لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ دنیا پرستی انہیں انکار وسرکشی پر مجبور کرتی ہے، ایسا وقت آنے والا ہے جب یہ اس کی تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔ پھر قانون مہلت کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ہر سرکش قوم کو

مہلت دی گئی ہے اوراس کے بعد پھر جب فیصلہ کا وقت آ گیا تو ایک گھڑی بھی تاخیر نہ ہوئی۔

پھر رسول ﷺ کی شان میں منکرین کی چند گستاخیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے بھی رسول ﷺ کا اسی طرح مذاق اڑایا جاتا رہا ہے، ایسے لوگ اگر قدرت کے نظام کو بچشم سر دیکھ بھی لیں تو ایمان نہیں لائیں گے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ﴾

اس رکوع میں آسمان وزمین اور کائنات کے نظام کی استواری کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ان بے شمار نعمتوں کا ذکر ہے جو اللہ کی جانب سے ملی ہیں۔

پھر یہ بات بھی سمجھائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اگلی اور پچھلی ساری قومیں ہیں۔ سب کا حشر کے دن حساب کتاب ہوگا اور ساری شکر گذار اور ناشکری قوموں کا بدلہ دیا جائیگا۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْنٍ﴾

اس رکوع میں انسان اور جن کی پیدائش کے حال اور کیفیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور فرشتوں کے سجدہ کرنے اور ابلیس کے انکار کرنے کے واقعہ کو ذکر کیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور کتنا نادان ہے کہ اپنے سے کمتر اور نہایت بدتر چیزوں کے سامنے جھک کر اپنی شرافت کو ملیامیٹ کرتا ہے۔

رکوع نمبر ۴: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

اس رکوع میں سب سے پہلے تو جنتیوں کو ملنے والے انعامات کا ذکر کیا گیا ہے، پھر فرشتوں کی اس جماعت کا تذکرہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئی تھی، اور جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی اور یہ اطلاع بھی کہ قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے ہم بھیجے گئے ہیں۔ اس طرح تصویر کے دونوں رخ سامنے رکھ دیئے گئے۔

خدا کے ایک فرمانبردار بندے کو فرزند صالح کی بشارت دی جارہی ہے، اور دوسرے فرمانبردار بندے یعنی حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی پیروی کرنے والی ان کی آل کو عذاب سے بچایا جاتا ہے۔

نافرمان قوم پر پتھروں کی بارش کر کے تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے اور تباہ ہونے والوں میں حضرت لوط کی بیوی بھی ہے، کیونکہ وہ خدا کی نافرمان تھی، رسول کی بیوی ہونے نے اس کی کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔

رکوع نمبر ۵ :﴿فَلَمَّا جَآءَ آلَ لُوۡطِ ِ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴾

اس رکوع میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی نافرمانیوں کا ذکر ذرا تفصیل سے کیا گیا ہے، خاص طور پر ان کی فحاشی اور بدکاری کی سرگرمیوں کو سامنے لا کر بتایا گیا ہے کہ ایسی قوم عذاب و ہلاکت کی ہی سزاوار ہوتی ہے۔

پھر بتایا ہے کہ کس طرح اللہ کی نافرمانی کرنے والی اس قوم پر پتھروں کی بارش ہوئی اور کس طرح حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ نے بچالیا۔ ساتھ ہی اس بات کو سمجھایا ہے کہ ایسی قوم سے ہمدردی اور دوستی کرنے والے بھی مجرم شمار کئے جاتے ہیں اور انہیں بھی عذاب میں گرفتار کیا جاتا ہے۔

رکوع نمبر ٦ :﴿وَلَقَدۡ كَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴾

اس رکوع میں یہ تذکرہ کیا گیا ہے کہ قوم عاد و ثمود بڑے صناع تھے، انجینئرنگ کے فن میں مہارت رکھتے تھے۔ نہایت پختہ اور عالیشان عمارتوں میں رہا کرتے تھے، لیکن گمراہی کا راستہ اختیار کئے ہوئے تھے اور اپنے رسولوں کو جھٹلاتے رہے۔ اور سرکشی پر اصرار جاری رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راتوں رات ان کی فلک بوس عمارتیں کھنڈر میں تبدیل ہوگئیں اور دنیا ئے نقشے پر ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

پھر رسول کے ذریعہ مسلمانوں کو تعلیم دی جارہی ہے کہ منکروں اور سرکشوں کے دنیاوی ساز و سامان پر رشک کی نگاہ نہ ڈالیں۔ یہ سب کچھ ان کے لئے وبال جان بننے والا ہے۔

پھر اس بات پر سخت دھمکی ہے کہ خدا کی کتاب کو بازیچہ اطفال بنایا جائے اور جو خواہش نفس کے مطابق ہو اسے تو اختیار کیا جائے اور جو پسند خاطر نہ ہو اس کا صاف صاف یا گول مول طریقوں سے انکار کیا جائے۔

سورہ نحل

نام: نویں رکوع کی آیت میں ایک موقع پر نحل (شہد کی مکھی) کا لفظ آیا ہے۔ اسی لفظ کو علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام بنا دیا گیا ہے۔

زمانہ نزول: ہجرت حبشہ کے بعد مکہ کی آخری دور کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین: اس سورۃ میں مندرجہ ذیل مضامین بار بار یکے بعد دیگرے سامنے آتے ہیں:

(۱) معقول دلیلوں اور کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں کی شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ شرک باطل ہے اور توحید ہی حق ہے۔

(۲) منکرین کے اعتراضات اور حیلوں کا ایک ایک کر کے جواب دیا گیا ہے۔

(۳) باطل پر اصرار اور حق کے انکار کے برے نتائج سے ڈرایا گیا ہے۔

(۴) اسلام اسلامی زندگی میں جس قسم کے اخلاقی اور عملی تغیرات پیدا کر کے ایک صالح معاشرہ اور بابرکت تمدن برپا کرنا چاہتا ہے اس کا دل نشین انداز میں اجمالی بیان۔

(۵) حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی تسلی اور ہمت افزائی اور یہ کہ مخالفین کی مزاحمتوں اور منکرین کی سختیوں کے مقابلہ میں ان کا رویہ کیا ہونا چاہیئے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا﴾

اس رکوع میں شرک و کفر کی روش پر چلنے پر زبردست طریقہ سے تنبیہ کی گئی ہے۔ پھر انسان کی حقیقت کو بتلایا ہے کہ آدمی ایک قطرۂ آب سے پیدا ہوا ہے۔ لیکن نہ تو یہ اپنی حقیقت کو یاد رکھتے ہیں، نہ ان نشانیوں پر عبرت کی نگاہ ڈالتے ہیں جو ان کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں اور نہ ان انعامات پر شکر ادا کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جو دنیا میں اللہ نے ان کے لئے فراہم کر رکھے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ انسان بسا اوقات خود اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿هُوَ الَّذِىٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً لَّكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ﴾

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی ان مخلوقات کا تذکرہ کیا ہے جو انسان کے لئے بطور نعمت پیدا کی گئی ہیں۔ پھر ان طرح طرح کی چیزوں اور ایسے زبردست کارخانہ عالم کو پیش کر کے مشرکوں سے پوچھا گیا کہ ایسا عظیم الشان کارخانہ تو کجا اس کے کسی ایک معمولی پرزے جیسا بھی تمہارا یا تمہارے باطل معبودوں کو بنایا ہوا ہے؟ یا خدا کے علاوہ اور بھی کوئی ایسی ہستی ہو سکتی ہے جو اس کائنات کی ایک معمولی سی بھی چیز بنا سکے اور لطف یہ کہ جن دیویوں اور دیوتاؤں کی پرستش کی جا رہی ہے وہ زندہ تک نہیں مردہ ہیں۔

رکوع نمبر ۳: ﴿اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾

اس رکوع میں توحید کا سبق دیا گیا ہے کہ توحید سے انکار کی وجہ آخرت فراموشی ہے اور آخرت سے غفلت کا نتیجہ ہے کبر نخوت کا جو دنیا کے ساز و سامان کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔

پھر قرآن کو جھٹلانے والوں کی سزا کا بیان ہے اور ساتھ ہی یہ کہ نہ صرف اپنے گناہوں کے بوجھ سے قیامت کے دن دبے رہیں گے بلکہ ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جن کو گمراہ کرتے ہیں۔

رکوع نمبر ٤: ﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ﴾

اس رکوع میں پہلے تو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی ہدایت کی مخالفت کرنے والے لوگوں پر دنیا میں اللہ کا عذاب کس طرح اچانک آیا اور ایسی راہ سے آیا کہ انہیں خبر تک نہ ہو سکی اور جو قیامت کے دن پیش آنے والا ہے وہ اس سے زیادہ رسوا کن ہے۔

پھر ایسے لوگوں کے مرنے اور بعد کا نظارہ بیان کیا گیا ہے کس طرح فرشتے انہیں کشاں کشاں جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ اس طرح قرآن کے خلاف حرکتیں کرنے پر تنبیہ کرنے اور دھمکی دینے کے بعد ان لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو تقویٰ کی راہ پر زندگی بسر کرتے ہیں اور بتایا ہے کہ ان کے لئے دنیا میں بھی بھلائیاں اور آخرت میں بھی آسائش ہے اور ایسے لوگوں کی موت کے وقت فرشتے مبارکباد دیتے ہوئے آتے ہیں اور قبر میں ان کا استقبال ہوتا ہے۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ﴾

قرآن کے ساتھ مشرکین اور کفار جو رویہ اختیار کرتے ہیں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ پہلے بھی جتنے انبیاء ورسول آئے، ان کے ساتھ بھی مخالفین نے یہی معاملہ کیا تھا اور ان سے بھی اسی طرح کی باتیں کی تھیں، لیکن رسولوں کا کام تو بس تبلیغ ہے، کسی کو زبردستی کی راہ ہدایت پر چلا دینا نہیں۔ ہمیشہ یہ ہوا کہ ہدایت آنے کے بعد کچھ لوگوں نے اسے قبول کیا اور کچھ لوگوں نے گمراہی پر اصرار کیا اور پھر جھٹلانے والوں کا جو انجام ہوا ہے اس کی شہادت کے لئے اس قوم کے کھنڈرات موجود ہیں، جا کر دیکھ لو، اس طرح قرآن کے ساتھ بھی معاملہ کیا جا رہا ہے اور اسی طرح قرآن کی جھٹلانے والے بھی اپنا انجام دیکھ لیں گے۔

رکوع نمبر ٦: ﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا﴾

اس رکوع میں پہلے تو اللہ کی راہ میں وطن کی محبت اور وطن کی سرزمین کو قربان کرنے والوں اور اللہ پر توکل کرنے والوں اور صبر واستقامت کے ساتھ راہ حق پر چلنے والوں کو دنیا وآخرت کی کامرانی کی خوشخبری دی گئی ہے۔ پھر برے کام کرنے اور برے منصوبے بنانے اور سوچنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کو اس بات سے نڈر نہ ہونا چاہئے کہ نہ جانے ان پر کب اور کس طرح خدا کا عذاب آن پڑے؟

پھر بتایا ہے کہ کائنات کی ہر چیز خدا کے آگے سجدہ ریز ہے، خواہ ان کا ساتھ ہی کیوں نہ ہو، زمین وآسمان، چاند وسورج، شجر وحجر، جانور فرشتے سب اللہ کی بے چوں وچرا اطاعت کر رہے ہیں اور کسی طرح کے گھمنڈ میں نہیں یہ تو صرف انسان ہی ہے جو خدا سے اختیار اور آزادی عمل ملنے پر اس قدر اتراتا ہے کہ مارے گھمنڈ کے اپنے خالق ومالک کے احکام کے سامنے سر جھکا دینے سے انکار کر دیتا ہے۔

رکوع نمبر ۷: ﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ﴾

اس رکوع میں بھی شرک کی برائیاں بیان کی گئی ہیں اور بتایا ہے کہ جو نعمت بھی انسان کو ملی ہے اور ملا کرتی ہے وہ صرف خدا کی جانب سے ہوتی ہے، ساتھ ہی انسان کے اس رویئے کا تذکرہ کیا ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو خدا کے آگے گڑگڑانے لگتا ہے اور جب خدا اس سے وہ مصیبت ٹال دیتا ہے تو شیخی مارنے لگتا ہے۔ شرک وکفر کی وادیوں میں بھٹکتا ہے۔ نیز شرک کی مختلف قسموں کو بتایا گیا ہے اور انکار وسرکشی

کرنے والوں کے شرارتوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے لئے قیامت کی سزاؤں کا بیان ہے۔

رکوع نمبر ۸ :﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾

اس رکوع میں پہلے تو متعدد جگہوں پر بیان کردہ اس سنت اللہ کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جرم وعصیان پر فوری گرفت نہیں ہوتی، مہلت دی جاتی ہے تا کہ کسی عذر خواہی کا موقعہ باقی نہ رہے اور جب وہ مہلت ختم ہو جاتی ہے تو پھر ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔

پھر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ خدا کی شان میں کسی قسم کی بے ادبی نہیں کرنی چاہے۔گذشتہ قوموں کی حالت پر غور کر کے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دوسری قوموں کے ساتھ وہ قصہ ختم ہو گیا۔ یہ تو سلسلہ اسباب ہے عمل اور اس کے نتیجوں سے وابستگی کے کرشمے پر۔ جب اور جہاں کہیں ایسی سرگرمیاں ہوں گی۔ نتیجے ایسے ہی رونما ہوں گے۔

رکوع نمبر ۹ :﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ﴾

اس رکوع میں بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو انسان کو ملی ہیں۔ان نعمتوں میں سے ایک شہد بھی اور شہد کی مکھی انسانوں کے لئے شہد کس طرح فراہم کرتی ہے اسے بتایا ہے کہ فطرت کی وہ سرگوشیاں ہیں جن کی رہنمائی میں وہ پھولوں کے رس چوستی ہے۔ اپنے چھتے پہاڑوں اور درختوں کی اونچی شاخوں پر بناتی ہے۔اس کے دل میں اللہ نے یہ ساری باتیں ڈال دی ہیں۔

اس طرح یہ بات بتائی گئی ہے کہ ہر شخص کا وجدان اور اس کی فطرت خدا کے وجود کی گواہی دیتی ہے، لیکن انسان اپنے وجدان اور فطرت کی آواز پر کان نہیں دھرتا اور شرک و کفر کی راہ پر چلتا ہے۔

رکوع نمبر ۱۰ :﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ﴾

اس رکوع میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کی رزق میں مدد فرمائی ہے۔اس کا صحیح مصرف یہ ہے کہ ان لوگوں کو سہارا دیا جائے جو معاشی دوڑ میں گر پڑتے ہیں۔ مگر انسان اللہ کی اس نعمت کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے مال و دولت کی وہی فراوانی اسے تباہی کے غار میں دھکیل دیتی ہے۔

پھر اہل وعیال کی نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کے بارے میں بھی وہ اپنی ذمہ داریوں کو بھول جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی تباہ ہوتا ہے اور اہل وعیال کے لئے بھی تباہی کا سامان مہیا کر دیتا ہے۔

پھر چند مثالوں کے ذریعہ شرک کی برائیاں اور توحید کی خوبیاں اور برکتیں واضح کر کے اتباع رسول کی تلقین کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱۱ : ﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ﴾

اس رکوع میں پہلے تو اللہ تعالیٰ کے وسیع علم کا تذکرہ کر کے کہا گیا ہے کہ قیامت کا علم اسی کو ہے۔ البتہ جب وہ آئے گی تو اچانک آنکھ جھپکتے ہی آ جائے گی۔ پھر انسان کی پیدائش اور اس سے ظاہری وباطنی قوتوں کے عطا کئے جانے کا ذکر کر کے سمجھایا گیا ہے کہ ہر انسان کو ان سب چیزوں کا دیا جانا خود اس بات پر گواہی دیتا ہے کہ ان قوتوں اور صلاحیتوں کے استعمال سے متعلق ایک دن اس سے باز پرس کی جائے گی۔

پھر ایسی دوسری نعمتوں کا اظہار فرمایا گیا۔ ان نعمتوں کے باوجود تو کفران نعمت کیوں کرتا ہے؟ دیکھ اور سمجھ کہ دنیا کی ساری چیزیں تیرے لئے ہیں اور تو صرف خدا کے لئے ہے!!

رکوع نمبر ۱۲ : ﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ﴾

اس رکوع میں حشر کا بیان ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس دن کافروں اور مشرکوں کا کیا حال ہوگا؟ وہ عذر پر عذر کریں گے مگر ایک کی بھی شنوائی نہ ہوگی بلکہ جن چیزوں کو وہ اپنا معبود بنائے بیٹھے ہیں قیامت کے دن خود وہ ان مشرکین کے خلاف گواہی دیں گی۔

پھر بتایا گیا ہے کہ ہر قوم کے نبی اس قوم پر گواہ بن کر پیش ہوں گے اور نبی آخر الزماں ﷺ سب پر گواہ ہوں گے۔ کیونکہ آپ کی تعلیم سارے انبیاء علیہ السلام پر ایمان کی ہے اور قرآن پہلے کی ساری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے، جس میں ہدایت کی ہر بات کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہے۔ اللہ کی رحمت جو اس نے بندوں کو عطا فرمائی ہے اور اسلام کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنانے والوں کے لئے بشارت ہے۔

رکوع نمبر ۱۳ : ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى﴾

اس رکوع میں بہت سارے وہ احکام بیان ہوئے ہیں جن کا تعلق انفرادی اور اجتماعی زندگی سے ہے۔

عدل واحسان، تقویٰ، حسن سلوک، عہد کی پاسداری وغیرہ۔ پھر مسلمانوں کو خبر دار کیا ہے کہ خدا سے عہد باندھنے کے بعد اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے بڑی محنت سے تو سوت کات کر دھاگے تیار کئے۔ پھر خود ہی ان دھاگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

پھر اس بات سے بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ محض زبانی ایمان واسلام کے دعوے پر دنیا وآخرت کی کامیابیاں نہیں ملا کرتیں۔ اس لئے اللہ آزمائشوں میں ڈالے گا اور جو اپنے آپ کو سچا ثابت کر دکھائے گا وہ کامیاب ہوگا۔ ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دنیا کی بے قدر چیزوں کے عوض اللہ سے اپنے کئے ہوئے عہد کو نہ توڑنا۔

پھر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ قرآن پڑھتے وقت شیطان کے شر سے خدا کی پناہ مانگا کرو۔ تاکہ وہ تمہاری قرآن فہمی میں گمراہی نہ ڈال دے۔ شیطان کا قابو اس پر نہیں چلتا جو ایمان وتوکل پر جمے رہتے ہیں۔

رکوع نمبر ۱۴: ﴿وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ﴾

اس رکوع میں قرآن کے ان منکروں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو یہ کہا کرتے کہ محمد ﷺ کسی عجمی وغیرہ سے قرآن سیکھ کر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ نیز ارتداد پر سخت وعید کی گئی ہے اور ہجرت اور جہاد کے وقت صبر و ثبات کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

رکوع نمبر ۱۵: ﴿يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى﴾

قیامت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک ایسی آبادی کا ذکر کیا گیا ہے جو بڑی خوشحال تھی، لیکن خدا کی ناشکری اور اپنے رسول کی تکذیب کی پاداش میں عذاب کی لپیٹ میں آ گئی۔ ایسی بستی کا ذکر کرنے کے بعد اہل مکہ سے کہا گیا کہ اللہ نے جو کچھ بھی تمہیں دیا ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ مگر کسب حلال کا خیال کرتے ہوئے اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اشارتاً یہ کہا گیا کہ اگر تم نے بھی ناشکری کی تو تم بھی اسی آبادی کی طرح نیست ونابود کر دیئے جاؤ گے۔ پھر چونکہ حلال طیب کے استعمال کی ہدایت دی ہے اس لئے حرام چیزوں کو واضح کیا ہے جن کا تذکرہ گذشتہ کئی موقعوں پر آ چکا ہے۔

رکوع نمبر ۱۶ :﴿اِنَّ اِبْرَاهِيمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيفًا﴾

اہل مکہ کی طرف چونکہ روئے سخن تھا اور مکہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خاص مناسبت ہے، کعبہ ان ہی کا تعمیر کردہ ہے، ان ہی کی دعاؤں کا طفیل اس بے آب وگیاہ سرزمین میں اللہ کے رزق کی ہر چیز کھینچ کھینچ کر آتی ہے۔ پھر اہل مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عقیدت ومحبت کا دم بھی بھرتے تھے اور جاہلیت کی زندگی بسر کرنے والے کہا کرتے کہ ہم ابراہیم کے مذہب ومسلک پر ہیں، اس لئے اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ پکے اور سچے مسلم تھے، نہ کافر تھے نہ مشرک۔ پھر چونکہ وہاں کچھ عیسائی بھی تھے اس لئے سبت (سنیچر) کا بھی تذکرہ ہے، جس کا بیان سورۂ اعراف میں گذر چکا ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ تمہارے ان سارے اختلافات اور دین میں ان ساری تفریقوں کا قیامت کے دن فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر دعوت دین اور تبلیغ کے اصول بتائے ہیں کہ حکمت، عمدہ نصیحت اور بہتر طریقے سے بحث کو اپنا کر تبلیغ کا فریضہ ادا کیا جاسکتا ہے ورنہ مفید نتیجہ نہیں نکلے گا۔ پھر حضور ﷺ کو اور حضور ﷺ کے توسط سے مسلمانوں کو صبر وتقویٰ اور اللہ پر توکل کی تعلیم دی گئی ہے۔

پارہ نمبر ۱۵
سبحان الّذی

سورہ بنی اسرائیل

نام: پہلے رکوع میں بنی اسرائیل کا فقرہ آیا ہے۔ اسی کو علامت کے طور پر سورۃ کا نام دے دیا گیا۔

زمانہ نزول: ہجرت سے ایک سال پہلے معراج کے موقعہ پر نازل ہوئی۔

مضامین: مندرجہ ذیل مضامین پر یہ سورۃ مشتمل ہے:

(۱) کفار مکہ کو تنبیہ کہ بنی اسرائیل اور دوسری قوموں کے انجام سے سبق لیں اور خدا کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنی روش بدل لیں۔ اس ضمن میں بنی اسرائیل کو بھی یہ تنبیہ کی گئی ہے جو ہجرت کے بعد عنقریب براہ راست زبان وحی کا مخاطب بننے والے تھے کہ پہلے جو سزائیں تمہیں مل چکی ہیں ان سے عبرت حاصل کرو اور اب جو موقع بعثت نبوی سے مل رہا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

(۲) انسانی سعادت اور فلاح کے اصول سمجھاتے ہوئے توحید خداوندی، نبوت اور قرآن کے حق ہونے کی واضح دلیلیں دی گئی ہیں اور معترضین کے شبہات واعتراضات کے جواب بھی دیئے گئے ہیں۔

(۳) ہجرت کے بعد اسلام ایک نئے دور میں داخل ہو رہا تھا اور جو اجتماعی نظام برپا ہونے والا تھا اس کے اصول اور اس کی بنیادیں بتائی گئی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس اسلامی مملکت کا منشور سامنے رکھ دیا گیا جو ایک سال کے بعد (ہجرت کے بعد) قائم ہونے والی تھی اور یوں واضح طور پر بتا دیا کہ جس معاشرہ کی تعمیر یہ رسول ﷺ کرنا چاہتے ہیں اس کا خاکہ یہ ہے۔

(۴) رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو ہدایت کی کہ مشکلات کے طوفان میں مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں اور پورے صبر واستقلال کے ساتھ تبلیغ واصلاح کے کام میں لگے رہیں۔ سخت سے سخت مرحلے پر ادنیٰ سی لغزش کا امکان تک باقی نہ رکھنے کے لئے اللہ نے اپنے ہر رسول کو آسمان وزمین کی بادشاہت اور نظام کائنات کا مشاہدہ

کرایا ہے تا کہ وہ بچشم سر دیکھ لیں اور پورے یقین کے ساتھ دعوت دیں۔ حضور ﷺ کو بھی اس کا مشاہدہ کرایا گیا جسے معراج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس معراج کے واقعہ کا تذکرہ بھی اس سورۃ میں ہے۔ اسی معراج میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی کیونکہ اصلاح نفس اور تزکیہ نفس اور صبر وثبات کے لئے یہ ایک عظیم نسخہ الٰہی ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ﴾

اس رکوع میں پہلے تو معراج کے واقعہ کا بیان ہے کہ کس طرح اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ایک رات کے تھوڑے سے عرصہ میں مکہ سے لے کر بیت المقدس کا سفر کرایا۔ پھر اپنی قدرت وسلطنت کی نشانیاں اور نظام کائنات کے حقائق دکھائے۔ پھر بنی اسرائیل کا حال شروع ہو جاتا ہے اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ کس طرح اللہ کے وعدے پورے ہو کر رہے اور کس طرح ان کی نافرمانیوں کی بدولت ان پر دنیا ہی میں محکومیت ومسکنت کی تباہیاں نازل ہوتی رہیں، پھر انہیں جتلایا گیا ہے کہ قرآن سے انکار کرو گے اور فساد پھیلاؤ گے تو پھر دنیا میں بھی روسیاہی ہو گی اور آخرت میں بھی۔ پھر بتایا ہے کہ یہ قرآن صراط مستقیم کی رہنمائی کے لئے نازل ہوا ہے اس پر ایمان اور عمل صالح ہی دنیا وآخرت کی کامرانیوں کی ضامن ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَیَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَہٗ بِالۡخَیۡرِ﴾

اس رکوع میں پہلے تو انسان کی ذہنیت بتائی ہے کہ وہ بہت جلد باز واقع ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی خواہشات فوراً پوری ہو جائیں۔ حالانکہ جلد بازی اچھی چیز نہیں۔ پھر بعض انعامات الٰہی کا تذکرہ کرتے ہوئے راہ ہدایت اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ نیز بتایا ہے کہ ہر انسان کے اعمال کا سارا ریکارڈ محفوظ رکھا جا رہا ہے جو قیامت میں اس کے سامنے پیش ہو گا اور انسان اپنا نامہ اعمال دیکھ کر احتساب کرے گا۔ پھر یہ اصول بتایا ہے کہ ہر شخص کا عمل اسی کے لئے مفید یا مضر ہے۔ دوسرے کے عمل کی ذمہ داری اس پر نہیں، پھر بتایا کہ سنت الٰہیہ یہ ہے کہ جب تک اتمام حجت نہ ہو جائے اور کوئی ہادی حق کا پیغام نہ پہنچا دے اس وقت تک عذاب نہیں آتا۔ پھر یہ بتایا کہ کسی بستی پر عذاب اس وقت آتا ہے جب اس کے خوشحال باشندے اترانے لگتے ہیں اور بدکاریاں پھیل جاتی ہیں۔ پھر دنیا پرستی کی مذمت کرتے ہوئے تعلیم دی گئی ہے کہ آخرت کے لئے سعی وکوشش کرنی چاہئے اس کے بعد شرک سے روکا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا﴾

اس رکوع میں توحید کے بعد حسن معاشرت سے متعلق چند احکام ہیں:

(۱) والدین سے حسن سلوک (۲) قرابت مندوں، مسکینوں اور مسافروں کی مدد اور ان کے ساتھ حسن سلوک، (۳) فضول خرچی اور بخل دونوں کی ممانعت۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَۃَ اِمۡلَاقٍ نَحۡنُ نَرۡزُقُہُمۡ﴾

اس رکوع میں پہلے تو رزق کی تنگی کے سبب قتل اولاد سے ممانعت کی گئی ہے۔ قتل اولاد کی جو شکل ہو پیدائش کے بعد یا اسقاط حمل کی صورت میں، پھر زنا سے ممانعت کی گئی ہے۔ انسانی جان کے احترام کا سبق دیتے ہوئے ناحق قتل سے روکا گیا ہے۔ پھر یتیم کے مال کی خبر گیری کی تعلیم ہے، پھر ناپ تول میں کمی بیشی کے مرض کو روکا گیا ہے۔ پھر کبر وغرور کی حرکتوں سے ممانعت کی گئی ہے۔ اس کے بعد آخر میں شرک کی مذمت کرتے ہوئے اس برائی سے روکا گیا ہے۔

رکوع نمبر ٥: ﴿وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِیَذَّکَّرُوۡا﴾

اس رکوع میں شرک کی تردید کرتے ہوئے توحید کا اعلیٰ طریقہ سے درس دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح کر رہی ہے، اور یہ بات کہ انسان اسے نہیں سمجھتا۔ پھر بتایا ہے کہ کس کس طرح سے قرآن کی مخالفت کی جاتی ہے اور یہ سب اس لئے کہ آخرت کی زندگی پر یقین نہیں اور منکرین آخرت کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جب گل سڑ جائیں گی تو پھر دوبارہ کس طرح اٹھائے جائیں گے۔

حالانکہ خدا کی قدرت کا صحیح علم ہو تو معلوم ہو کہ انسان پتھر بن جائے یا لوہا یا اُس سے بھی بڑھ کر کوئی اور چیز، قیامت میں وہ ضرور اٹھایا جائے گا۔ رہی یہ بات کہ ایسا کب ہوگا تو اس کا علم اللہ کو ہے، گھبرانا نہیں چاہئے، جلد ہی ہوگا۔ اور جب ایسا ہو جائے گا تو محسوس ہوگا کہ تھوڑے ہی عرصے سوتے رہے ہیں۔

رکوع نمبر ٦ : ﴿وَقُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ﴾

اس رکوع میں مخالفین کو پند ونصیحت عمدہ انداز سے کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ شیطان سخت

اور نازیبا گفتگو کہلوانا چاہتا ہے تاکہ مخاطب میں ہٹ دھرمی پیدا ہوجائے اور وہ راہ حق اختیار نہ کرے۔ پھر بتایا ہے کہ مشرکین جن چیزوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ کسی کو کچھ نقصان پہنچانے پر قادر نہیں۔ نیز غیر اللہ سے حاجت روائی کی مذمت کرتے ہوئے اسے روکا گیا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ قرآن کا کام تو ہدایت ہے، لیکن مخالفت اور عداوت کی عینک لگا کر قرآن سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔

رکوع نمبر ۷:﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾

اس رکوع میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور فرشتوں کو سجدہ کرنے اور ابلیس کی سرکشی کا واقعہ دہرا کر بتایا گیا ہے کہ شیطان کو جو مہلت ملی ہے اس سے وہ انسان کو گمراہ کرتا رہتا ہے اس لئے اس کے فریب سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ پھر بتایا کہ توحید انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ شرک فطرت اور وجدان وضمیر کی آواز سے فرار اختیار کر کے کیا جاتا ہے۔ پھر انسان کی ناشکری کی عادت کو بتا کر عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ آخر میں بتایا گیا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ شرک کرنا اسے اس کے منصب سے پست درجہ دے دیتا ہے۔

رکوع نمبر ۸:﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ﴾

اس رکوع میں پہلے تو قیامت کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس دن ہر امت اپنے امام کے ساتھ جواب دہی کے لئے بلائی جائے گی۔ ایماندار اور نیک عمل کرنے والے کا ٹھکانہ جنت ہوگا اور کافروں ومشرکوں کا جہنم۔ پھر کافروں کے منصوبوں اور ان پر پانی پھیر دیئے جانے کا بیان ہے اور حضور ﷺ پر اللہ کے فضل وکرم کی یاد دہانی ہے۔ پھر بتایا ہے کہ جو قوم کسی نبی کو جھٹلاتی ہے اور طرح طرح کی اذیتیں دے کر ہجرت پر مجبور کر دیتی ہے وہ بالآخر ہلاک کر دی جاتی ہے۔ اس طرح اس میں ہجرت نبوی کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا جا رہا ہے کہ اب مکہ کے کافروں کا آخری وقت آن پہنچا۔ چنانچہ غزوہ بدر میں نیست ونابود کر دیئے گئے اور جو بچ رہے فتح مکہ تک ایمان لانے پر مجبور ہوئے۔

رکوع نمبر ۹:﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ﴾

اس رکوع میں نماز پنجگانہ اور ان کے اوقات کا بیان ہے۔ ساتھ ہی یہ کہ حضور کے لئے تہجد کی نماز مزید لازم ہے۔ پھر حضور ﷺ کو خوشخبری دی گئی ہے کہ قیامت کے دن آپ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا۔ مقام محمود

سے مراد سارے مفسرین قیامت کے دن مقام شفاعت کبریٰ لیتے ہیں۔ پھر قرآن کے شفا اور رحمت ہونے کا تذکرہ ہے۔

رکوع نمبر ۱۰: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ﴾

اس رکوع میں پہلے تو بتایا ہے کہ روح امر رب سے ہے۔ پھر حضور ﷺ پر اللہ کے جو فضل وکرم ہیں، ان کا تذکرہ ہے۔ پھر تبلیغ ہے کہ اگر قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے تو سارے جن وانس مع اپنے مددگاروں کے مل کر اس جیسا قرآن بنا لائیں۔ پھر کفار کے بعض مضحکہ خیز مطالبات کا تذکرہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ پورے ہوں تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اس کے بعد اس کا جواب دیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۱۱: ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى اِلَّا اَنْ قَالُوْا﴾

اس رکوع میں مخالفین کے اعتراض کے پیرایہ میں اس تعجب کی حکایت کی گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ خوب کہ بشر کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔ جواب دیا گیا کہ اگر زمین پر فرشتے بستے تو فرشتے رسول بن کر آتے۔ انسان بستے ہیں اس لئے انسان ہی رسول بن کر آئے۔ پھر قیامت پر منکرین کے تعجب کی حکایت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس پہلی تخلیق پر تو تمہیں تعجب نہیں، پھر دوبارہ زندہ کئے جانے پر کیوں؟ نقش اول تو بہر حال نقش ثانی سے مشکل کام ہے۔ پھر انسان کی تنگ دلی کی مذمت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس سے زیادہ تنگدلی اور کیا ہوگی کہ اللہ کا دیا اللہ ہی کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے۔

رکوع نمبر ۱۲: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾

اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے معجزات کا تذکرہ ہے۔ نیز فرعون اور اس کی مخالفت اور اس کے انجام کا ذکر ہے۔ پھر بتایا گیا ہے کہ قرآن حق لے کر نازل ہوا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ جو لوگ قرآن سمجھتے ہیں ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ وہ کس طرح سجدے کرتے ہیں اور اپنی تھوڑیاں پکڑ کر روتے اور خشوع وخضوع کرتے ہیں۔ پھر قرآن کے آداب بتائے گئے ہیں اور آخر میں شرک کی تردید کی گئی ہے۔

سورہ کہف

نام: پہلے رکوع میں کہف (غار) کالفظ آیا ہے۔اسی کو علامت کے طور پر اس سورہ کا نام دے دیا گیا۔

زمانہ نزول: ہجرت حبشہ سے پہلے مکی زمانہ کے تیسرے دور کے لگ بھگ نازل ہوئی۔ جبکہ مخالفین کی طرف سے ظلم وستم اور مزاحمت نے شدت اختیار کر لی تھی۔

مضامین: یہ سورہ مشرکین مکہ کے تین سوالات کے جواب میں نازل ہوئی جو انہوں نے اہل کتاب کے مشورہ سے حضور ﷺ کے امتحان کی غرض سے کئے تھے:

(۱) اصحاب کہف (غاروالے) کون تھے؟

(۲) ذوالقرنین کا کیا قصہ ہے؟

(۳) قصہ خضر کی حقیقت کیا ہے؟

یہ تینوں قصے عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخ سے متعلق تھے۔حجاز میں ان کا کوئی چرچا نہ تھا۔اس لئے اہل کتاب نے امتحان کے لئے ان کو تجویز کیا تا کہ یہ بات کھل جائے کہ واقعی محمد ﷺ کے پاس کوئی غیبی ذریعہ علم ہے یا نہیں۔

اللہ نے ان سوالات کے جوابات میں یہ سورہ نازل فرمائی۔مگر محض قصہ بیان کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ان کو پوری طرح اس صورت حال پر چسپاں کر دیا جو دعوت دین کے اس مرحلے میں درپیش تھی۔

اصحاب کہف کے متعلق بتایا کہ وہ اسی توحید کے قائل تھے جس کی دعوت یہ قرآن دے رہا ہے،ان کا حال مکہ کے مٹھی بھر مسلمانوں سے اور ان کی قوم کا حال تم ظالموں سے مختلف نہ تھا،پھر اسی قصے سے اہل ایمان کی تسلی اور ہمت بڑھانے کا کام لیا گیا ہے۔

اس طرح قصہ خضر و موسیٰ علیہما السلام سے ایک طرف تو مومنین کے لئے سامان تسلی کیا گیا اور دوسری طرف گویا کفار سے کہا گیا ہے کہ اللہ کی مشیت کا کارخانہ جن مصلحتوں پر چل رہا ہے وہ چونکہ تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہے اس لئے تم بات بات پر حیران ہوتے ہو۔

اس کے بعد قصہ ذوالقرنین ارشاد ہوا ہے اور اس میں سوال کرنے والوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ تم تو اپنی ذرا ذرا سی سرداریوں پر پھول رہے ہو، حالانکہ ذوالقرنین اتنا بڑا فرمانروا تھا اور ایسا زبردست فاتح اور اس قدر عظیم الشان ذرائع کا مالک، لیکن وہ اپنی حقیقت کو نہ بھولا اور اپنے خالق کے آگے ہمیشہ سر تسلیم خم رہا۔

پھر قصوں کے درمیان مناسب جگہوں پر وعظ ونصیحت اور برے انجام سے ڈرانے کے متعلق بھی اپنے اسلوب کے مطابق کام لیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو قرآن کے نزول کی غرض وغایت بتاتے ہوئے اس پر ایمان لانے والوں کو بشارت دی گئی ہے، پھر شرک کی مذمت بیان ہوئی ہے، پھر حضور ﷺ کے دل کی اس تڑپ کو بتایا گیا ہے جو لوگوں کی ہدایت کے لئے آپ کے قلب مبارک میں تھی۔

پھر اصحاب کہف (کہف غار کو کہتے ہیں) کے قصے کی ابتداء کی گئی ہے کہ وہ غار والے چند جوان تھے، مشرکوں سے تنگ آکر ایک غار میں پناہ لی تھی، اور دعا کی تھی کہ پروردگار! ہماری لئے رحمت وکامیابی کا سامان فرما۔ اللہ نے ان پر نیند حاوی کر دی اور وہ کئی سال تک اس غار میں سوتے رہے۔

رکوع نمبر ۲ : ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ﴾

اصحاب کہف کے واقعے کا سلسلہ چل رہا ہے کہ وہ بڑے مضبوط ایمان کے تھے، انہیں اپنے ایمان کا اتنا خیال تھا کہ جب برسوں کے بعد سو کر اٹھے تو سب سے پہلے اپنے رب کو یاد کیا اور اپنے ایمان کا اقرار کیا۔ پھر بتایا ہے کہ اللہ نے انہیں ایسے غار میں پناہ دی تھی کہ جس میں طلوع کے وقت آفتاب کی کرن داخل ہوتی تھی اور نہ غروب کے وقت۔

رکوع نمبر ۳ : ﴿وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ﴾

اس رکوع میں پہلے تو اصحاب کہف کی حالت بتائی گئی ہے کہ کس طرح وہ سوتے سوتے کروٹیں لیتے تھے کہ دیکھنے والے انہیں جاگتے سمجھیں۔ پھر ان کے کتے کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ غار کے دہانے پر اس طرح اپنے دونوں بازو پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کاٹنے کو دوڑے گا اور دیکھنے والے اسے دیکھتے تو بھاگ

کھڑے ہوتے۔

پھر بتایا ہے کہ جاگنے کے بعد کس طرح انہوں نے آپس میں بات چیت کی اور کس طرح انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو کھانا لانے کے لئے آبادی میں بھیجا اور کس طرح انہیں اس کا خاص طور پر لحاظ تھا کہ کھانا حلال اور پاکیزہ ہونا چاہئے۔

پھر بتایا کہ لوگوں نے ان کے بارے میں بڑے اختلافات کئے ہیں۔ ان کی تعداد کے بارے میں بھی کوئی کچھ کہے گا اور کوئی کچھ۔ اصل تعداد تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس قصے میں جہاد اور ہجرت اور اللہ کے گھر بار وغیرہ سب قربان کر دینے کے جذبہ وحوصلہ کا سبق ہے۔

رکوع نمبر ۴: ﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْئٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَشَاءَ اللّٰہُ﴾

اس رکوع میں اللہ کو ہر وقت یاد رکھنے اور خدا ہی کی مدد پر بھروسہ کرنے کی غرض سے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ ہو تو انشاء اللہ ضرور کہنا چاہئے۔ پھر اصحاب کہف کے سلسلے میں اس کے غار میں سوتے رہنے کی مدت میں لوگوں کے اختلافات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اصل مدت اللہ ہی کو معلوم ہے، وہی عالم الغیب ہے۔

پھر نیک صحبت کی تعلیم دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مصاحبت اور دوستی اور ہم مجلسی کے لئے مومن اور نیک اور پاکیزہ سیرت اشخاص ہی ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد قرآن کا انکار کرنے والوں اور اس پر ایمان لانے والوں کی آخرت کی زندگی کا تھوڑا سا موازنہ کیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۵ : ﴿وَاضْرِبْ لَھُمْ مَثَلاً رَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِھِمَا﴾

اس رکوع میں ایسے دو آدمیوں کا تذکرہ ہے جن میں سے ایک تو صاحب ثروت مغرور اور منکر قیامت تھا اور دوسرا عاجز وغریب مسلمان۔ مغرور کے غرور اور اللہ کے انعام کی ناشکری کے سبب اس کی ساری کھیتی تباہ ہوگئی۔ اگر وہ عاجز وغریب مسلمان کی نصیحتوں پر کان دھرتا تو ایسا نہ ہوگا۔

رکوع نمبر ٦: ﴿وَاضْرِبْ لَھُمْ مَثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَاءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَاءِ﴾

اس رکوع میں ایک مثال کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح جب تک پانی کی تری رہتی ہے سبزہ پھلتا

پھولتا ہے اسی طرح انسان کے مال و دولت اور اولاد بھی زندگی کے چند دن اس کے ساتھ رہتے ہیں، مگر جہاں زندگی ختم ہوئی سب چیزیں انسان سے جدا ہو جاتی ہیں۔ پھر بتایا ہے کہ حقیقت میں ہیشگی کی زندگی میں انسان کے کام آنے والی چیز مال و دولت یا اولاد وغیرہ نہیں ہے، بلکہ اعمال ہے۔ پھر قیامت کے دن کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ کس طرح پہاڑ سرکا دیئے جائیں گے اور زمین کے پٹ کھل جائیں گے اور سارے انسان اکٹھے کئے جائیں گے اور ان کے نامہ اعمال انہیں ملیں گے اور انسان کہے گا کہ ہائے بدبختی! اس کتاب نے تو نہ کسی چھوٹی بات کو چھوڑا ہے نہ کسی بڑی بات کو:

﴿یَاوَیْلَتَنَا مَالِھٰذَاالْکِتَابِ لَایُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَلَاکَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصَاھَاالایۃ﴾

رکوع نمبر ۷: ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّا اِبْلِیْسَ﴾

اس رکوع میں پھر تخلیق آدم اور ملائکہ کے سجدہ کرنے اور ابلیس کے غرور و انکار کا تذکرہ کرتے ہوئے انسان کو شیطان کی پیروی سے روکا گیا ہے، کیونکہ وہ تو انسان کا پہلے دن ہی سے دشمن ہے۔ پھر قیامت کی تھوڑی سی ہولناکی کا تذکرہ کر کے بتایا گیا ہے کہ شیطان کی پیروی کا نتیجہ اس دن عذاب و رسوائی ہوگا۔

رکوع نمبر ۸ : ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ﴾

اس رکوع میں پہلے یہ بتایا گیا ہے اور ایک آن میں طرح طرح سے ہدایت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ اس کے باوجود لوگ ہدایت اختیار نہیں کرتے اور اپنے رب سے معافی طلب نہیں کرتے۔ پھر...... کے بموجب گذشتہ قوموں کی طرح ملیامیٹ ہو جائیں گے۔ یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے مہلت دے رکھی ہے۔ جن کے سامنے ہدایت پیش کی جاتی اور وہ منہ پھیر لیتے ہیں، تو اللہ ہدایت حاصل کرنے کی صلاحیت ان سے چھین لیتا ہے، پھر قیامت کے دن اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں کا جو انجام ہوگا اس کا تذکرہ ہے۔

رکوع نمبر ۹: ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰہُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ﴾

اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن کسی سفر کے موقع پر حضرت موسیٰؑ کا خادم ایک جگہ مچھلی بھول گیا، اس جگہ پھر واپس آئے تو ایک عبد صالح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی (ان ہی عبد صالح کے بارے میں شہرت ہے کہ وہ خضر ہیں) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان

کے ساتھ چلنے کی خواہش کی۔ انہوں نے کہا کہ آپ صبر کے ساتھ ہمارا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ میں صبر وضبط کروں گا۔ تب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ کسی معاملہ میں جب تک میں خود کوئی تشریح نہ کروں سوال نہ کیجئے گا۔

رکوع نمبر ۱۰: ﴿فَانطَلَقَا حَتّٰی اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا﴾

اس کے بعد یہ دونوں حضرات چلے، کشتی میں سوار ہوئے۔ خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیساختہ بول اٹھے کہ کیا سب کو آپ ڈبونا چاہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، میں نے کہا تھا نا کہ آپ خاموشی سے صبر کے ساتھ سب کچھ نہ دیکھ سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت فرمائی۔ آگے بڑھے، ایک لڑکا ملا۔ عبد صالح نے اسے قتل کر دیا۔ اب کے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا کہ ایک بے گناہ کو آپ نے قتل کر دیا۔ یہ بیجا کام کیا۔

پارہ نمبر ۱٦
قال ألم

عبد صالح نے فرمایا، میں نے کہا تھا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اچھا اب میں کچھ پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھئے گا۔ آگے بڑھے، ایک گاؤں والوں سے کھانا مانگا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ اتنے میں گاؤں کی ایک دیوار گرتی ہوئی دیکھی۔ عبد صالح نے اسے ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ چاہتے تو اس کی مزدوری لے سکتے تھے (مطلب یہ کہ اس سے خورد ونوش کا سامان ہو جاتا) عبد صالح نے پھر کہا کہ اب ہم دونوں کی راہیں الگ الگ ہیں۔ پھر سارے کاموں کی مصلحت بتائی اور کہا کہ یہ ہم نے ازخود نہیں کیا بلکہ وہ سب اللہ ہی کے حکم سے تھا۔ کشتی چند مسکینوں کی تھی، بادشاہ نے بے عیب کشتیوں کو چن لیا تھا اس لئے اسے عیب دار کر دیا۔ لڑکا مومن وصالح والدین کا تھا، بڑا ہو کر کفر وسرکشی کرتا۔ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ ان بچوں کا باپ مومن صالح تھا اور یہ دیوار گر پڑتی تو خزانہ برباد ہو جاتا اس لئے بچوں کی جوانی تک اسے محفوظ کر دینے کی خاطر دیوار کی درستگی کر دی۔

رکوع نمبر ۱۱: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ﴾

اس رکوع میں ذوالقرنین کا قصہ ہے کہ یہ ایک نہایت صاحب قوت وحشمت بادشاہ تھا، ایک روز مغرب کی انتہائی حد کو پہنچے تو وہاں کی قوم کے ساتھ اچھا سلوک کیا، پھر مشرقی سمت کے سفر میں ایک اچھی قوم پر گذر کیا۔ پھر ایک اور سفر میں دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو اس کے ادھر ایک قوم پائی، اس نے یاجوج ماجوج کے فتنہ وفساد کی شکایت کی ﴿اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ﴾ کرتے ہوئے ذوالقرنین سے استدعا کی کہ ایسی روک قائم کر دیں کہ یاجوج ماجوج ان کی بستی کی طرف نہ آسکیں۔ چنانچہ لوہے کی چادروں سے ان کے داخل ہونے کا راستہ بند کر دیا جسے پگھلائے ہوئے تانبے سے جوڑا گیا تھا۔ (یہ ہے وہ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار جسے سد سکندری کے نام سے شہرت ہوگئی۔) اس کے بعد قیامت اور کفار کے عذاب کا ذکر ہے۔

رکوع نمبر ۱۲: ﴿اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ﴾

اس شخص کو قیامت کے عذاب کی خبر دی گئی ہے جو خدا کے سوا دوسرے کو کارساز سمجھتا ہے، فرمایا ہے کہ جو دنیا کی زندگی میں غرق ہیں اور اس زندگی کو حق سمجھتے ہیں، قیامت میں ان کے سارے اعمال اکارت ہو جائیں گے، پھر کلمات رب اور اللہ کی نشانیوں کی عظمتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ رب کے کلمات لکھنے کے لئے سارے سمندر سیاہی بن جائیں پھر بھی وہ ختم ہو جائیں گے تب بھی رب کی کلمات ختم نہ ہوں گے۔ پھر توحید کی تعلیم دے کر شرک سے روکا گیا ہے۔

سورہ مریم

نام: اس سورہ کا نام آیت ﴿**واذکر فی الکتاب مریم**﴾ سے ماخوذ ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ سورۃ جس میں مریم کا ذکر آیا ہے۔

زمانہ نزول: ہجرت حبشہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی۔

مضامین: مکہ میں مسلمانوں پر قریش کے مظالم اس انتہاء کو پہنچ گئے تھے کہ قید و بند، ظلم و ستم اور معاشی دباؤ کا کوئی حربہ باقی نہ تھا جو نہ آزمایا جا رہا ہو اور مکہ کی زمین مسلمانوں کے لئے تنگ کر دی گئی تھی۔ اس بناء پر مسلمان مجبور ہو کر مظلوم پناہ گزیں کی حیثیت سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے تھے۔ ایسے حالات اور زمانے میں جب ہجرت حبشہ ہونے والی تھی تو چلتے ہوئے زاد راہ کے طور پر یہ صورت ان کے ساتھ کی جاتی ہے جس میں پہلے دو رکوع میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے بیان ہوئے ہیں تاکہ عیسائیوں کے ملک میں مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بالکل صحیح حیثیت پیش کریں اور اس طرح مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دین کے معاملہ میں ذرہ برابر مداہنت نہ کیا کریں اور دوسری طرف تبلیغ دین کا فریضہ بھی ادا کرتے رہیں۔

پھر تیسرے رکوع میں حالات زمانے کی مناسبت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا ہے کیونکہ ایسے حالات میں وہ بھی اپنے باپ اور خاندان اور اہل ملک کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے تے۔ اسی طرح کفار کو بتایا گیا ہے کہ آج ہجرت کرنے والے مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

پوزیشن میں ہیں اور تم ابراہیم پر ظلم کرنے والوں کی پوزیشن میں جنہوں نے تمہارے باپ اور پیشوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گھر سے نکالا تھا۔ دوسری طرف مہاجرین اور عام مسلمانوں کو بشارت دی گئی کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر سے نکل کر تباہ نہ ہوئے بلکہ آخر کار سر بلند ہوئے ایسا ہی بہتر انجام تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

اس کے بعد چوتھے رکوع میں دوسرے انبیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تمام انبیاء وہی دین لے کر آئے تھے جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں اور جس طرح ان کی قوم نے ان کے ساتھ معاملہ کیا اسی طرح رسول اللہ ﷺ دین حق کے ساتھ معاملہ کر رہے ہیں۔ پھر آخری دو رکوعوں میں کفار مکہ کی گمراہیوں پر سخت تنقید کی گئی ہے اور کلام ختم کرتے ہوئے اہل ایمان کو مژدہ سنایا گیا ہے کہ دشمنان حق کی ساری کوششوں کے باوجود آخر کار تم ہی کامیاب ہو کر رہو گے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿کٓهٰیٰعٓصٓ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَهٗ زَکَرِیَّا﴾

اس رکوع میں حضرت زکریا پر اللہ تعالیٰ کے فضل و انعامات کا تذکرہ ہے۔ ان کی بیوی بانجھ تھیں، لیکن جب حضرت ذکریا نے اللہ سے دعا مانگی تو ان کو لڑکے کی بشارت ملی تو انہوں نے تعجب سے کہا:

﴿رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلَامٌ وَّ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا قَالَ کَذٰلِکَ﴾

پھر اللہ نے ہی اس لڑکے کا نام یحییٰ تجویز کیا۔ پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کی پاکیزہ زندگی کا ذکر کیا ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَکَانًا﴾

اس رکوع میں حضرت مریم علیہ السلام اور ان کی پارسائی اور عبادت گذاری کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا حال بیان کیا ہے اور پھر دونوں گروہوں کی تردید کی گئی ہے اور انکی بھی جو حضرت مریم پر معاذ اللہ عیسیٰ کی پیدائش کی بناء پر بہتان لگاتے تھے اور ان کی بھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ نیز اس رکوع میں اسکا ذکر ہے کہ حضرت مریم پر الزام کا جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جھولے میں دیا ہے:

﴿قَالَ اِنِّی عَبْدُاللّٰهِ اٰتَانِیَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا﴾

انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ کا وہ بندہ ہوں جس کو اس نے کتاب دی اور نبی بنایا۔ پھر برکت الٰہیہ ہے اور نماز، روزہ، زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا﴾

اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی دعوت کا تذکرہ ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے باپ سے شرک کی برائیاں بیان کیں اور اتباع حق کی دعوت دی۔ پھر آذر کی سخت کلامی اور اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہمدردانہ باتوں کا ذکر ہے۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مُوْسٰی اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا﴾

اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام وغیرہ کئی انبیاء کا تذکرہ ہے اور بتایا ہے کہ سب کی دعوت یہی دعوت اسلام رہی ہے، سب کا دین اسلام ہی رہا۔ یعنی اللہ پر ایمان اور قیامت پر ایمان اور عمل صالح کی ترغیب۔

پھر اسی رکوع میں انبیاء کی یہ صفت بیان کی ہے کہ ان کے سامنے رحمان کی آیتیں بیان کی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اسی آیت پر سننے والوں پر سجدہ واجب ہوتا ہے تا کہ انبیاء کی اس صفت میں یہ بھی شریک ہو جائیں۔ یہ مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے انہیں اللہ کی بندگی اختیار کرنے کی دعوت دی گئی اور اس پر خود جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ٥: ﴿اَوَلَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ شَیْئًا﴾

حیات بعد الموت پر انسان کے تعجب کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی موجودہ پیدائش کو بتا کر پوچھا ہے کہ کیا یہ عدم سے وجود میں لانا نہیں ہے۔

پھر قیامت واقع ہونے کو نہایت زوردار طریقے سے ثابت کیا گیا ہے اور منکرین کا جو حشر ہوگا اس کا بیان ہے۔ پھر کافروں کی دنیا پرستی کی مذمت کی گئی ہے اور ان لوگوں کو سخت دھمکی دی گئی ہے جو دنیا میں غرق ہو کر آخرت کو بھول گئے۔ جس کے نتیجے میں کفر و انکار میں مبتلا ہو گئے۔

رکوع نمبر ٦: ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ تَؤُزُّهُمۡ اَزًّا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ کافروں کو شیطان طرح طرح سے ابھارتا ہے۔ ایسے منکرین کے خوفناک انجام کا ذکر ہے، پھر خدا کا بیٹا ہونے کے عقیدے کے گھڑ لئے جانے کی مذمت کرتے ہوئے ایسے لوگوں پر سخت وعیدوں کو بیان کیا گیا ہے۔

سورہ طٰہٰ

نام: سورۃ کی ابتداء لفظ طٰہٰ سے ہوئی ہے۔ اس کو بطور علامت کے نام کی شکل دے دی گئی ہے۔

زمانہ نزول: اس کا زمانہ نزول سورہ مریم کے زمانے کے بعد قریب ہی کا ہے۔

مضامین : (۱) عرب میں یہودیوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ ان کے علمی و ذہنی بلندی کی وجہ سے۔ نیز روم اور حبش کی عیسائیوں کی سلطنت کے اثر سے عربوں میں عام طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نبی سمجھا جاتا تھا۔ اس صورتحال کی بناء پر اس سورۃ میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بنایا ہوا ہے، جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ جب کسی کو نبی بناتا ہے تو باضابطہ ڈھول پیٹ پیٹ کر اعلان نہیں کیا جاتا۔ نبوت اسی طرح اچانک خاموشی کے ساتھ عطا کر دی جاتی ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی گئی۔ اب اس پر اچنبھا کیوں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ یکایک نبی بن کر تمہارے سامنے آگئے اور اس کا اعلان نہ آسمان سے ہوا نہ زمین پر فرشتوں نے چل کر اس کا ڈھول پیٹا۔ ایسے اعلانات پہلے نبیوں کے تقرر پر کب ہوئے کہ آج ہوتے؟

(۲) جو دین آج رسول پیش کر رہے ہیں، یہی دین اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بناتے ہوئے سکھایا تھا۔

(۳) آج جس طرح رسول ﷺ بغیر کسی دنیوی ساز و سامان اور لاؤ لشکر کے تن تنہا قریش کے مقابلے میں دعوت حق کا علم لے کر کھڑے ہوئے ہیں، ٹھیک اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی فرعون جیسے جابر بادشاہ اور اس کی زبردست حکومت کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تھے۔

(۴) جو اعتراضات اور شبہات اور الزامات اور مکر وظلم کے جو ہتھکنڈے آج اہل مکہ استعمال کر رہے ہیں کل یہی سب کچھ فرعون اور اس کے ہمنواؤں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں استعمال کیا تھا۔

(۵) پھر دیکھ لو کہ غالب کون رہا؟ فرعون کس طرح اپنی ساری تدبیروں میں ناکام رہا۔ اس ضمن میں خود مسلمانوں کو بھی تسلی دی جارہی ہے کہ اپنی بے سروسامانی اور کفار مکہ کے ساز وسامان پر نہ جائیں۔ آخر کار کامیاب تم ہی رہو گے اور کفار مکہ مغلوب و ناکام ہو کر رہیں گے۔

(۶) پھر اس سورۃ میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بھی بیان ہوا ہے جس سے یہ بات سمجھانی مقصود ہے کہ جس روش پر منکرین قرآن جارہے ہیں یہ دراصل شیطان کی پیروی ہے۔ اتفاقاً شیطان کے بہلائے میں آجانا تو خیر ایک وقتی کمزوری ہے، جس کا علاج فوری توبہ اور رجوع الٰہی ہے اور یہ روش انسانیت اور بشریت کی ہے۔ غلطی پر اصرار ہٹ دھرمی، حق کے مقابلہ میں تکبر و غرور شیطنت ہے، خدائی لعنت کی مستوجب ہے۔

(۷) پھر آخر میں رسول اور مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ ان منکرین حق کے معاملہ میں جلدی اور بے صبری نہ کریں سنت اللہ یہ ہے کہ کفر و انکار پر فوراً گرفت نہیں ہوتی، مہلت دی جاتی ہے، مہلت سے منکرین فائدہ نہ اٹھائیں گے تو ان کا انجام ان سے مختلف نہ ہوگا جو پہلے منکرین حق کا ہوا۔

(۸) صبر و ثبات اور استقلال کے سبق کے سلسلے میں نماز کی تاکید کی گئی ہے تا کہ اہل ایمان میں صبر و تحمل، قناعت اور رضائے الٰہی کی خاطر جدوجہد میں ثابت کی صفات پیدا اور پختہ ہوں۔

رکوع نمبر ۱: ﴿طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى﴾

اس رکوع میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔ ساتھ ہی یہ بتایا ہے کہ قرآن سے فائدہ وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو دل میں خدا کا خوف رکھتے ہوں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت دیئے جانے کے واقعے کو بتایا ہے کہ انہوں نے طور پر ایک آگ دیکھی، وہاں پہنچے تو آواز آئی، میں تمہارا رب ہوں۔ لہذا یہاں اپنے دونوں جوتے اتاردو۔ پھر اللہ سے جو گفتگو ہوئی اس کا تفصیلی ذکر ہے، پھر اس کا ذکر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرعون تک پیغام توحید پہنچانے کا حکم دیا اور بطور نشانی دو معجزے لاٹھی کا اژدہا بن جانا اور ید بیضا عطا فرمائی۔

رکوع نمبر ۲: ﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ﴾

اس رکوع میں پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ سے اس درخواست کا اور اس کی مقبولیت کا ذکر ہے جو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی کہ میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار بنا دیجئے۔ پھر حضرت کے بچپن کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ کس طرح انہوں نے فرعون کے پنجے سے بچایا اور فرعون ہی کے پاس پرورش کا انتظام کیا اور ان کی ماں ہی کا دودھ پلوایا۔ پھر مختلف زمانوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو اللہ کے فضل و کرم ہوئے اس کا تذکرہ اس مکالمے میں ہے جو اللہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوہ طور پر ہوا تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو پیغام پہنچانے کا بیان ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً﴾

اس رکوع میں تبلیغ موسیٰ کا بیان ہے اور اس کے مقابلے میں فرعون کی حیل وحجت کا ذکر کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی فرعون کا جادوگروں کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے اور جادوگروں پر اصل حقیقت ظاہر ہونے اور ان سب کا ایمان لے آنے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرعون کے اس غیظ وغضب کا ذکر ہے جو اس نے جادوگروں پر کیا تھا۔ لیکن جادوگروں نے کوئی پرواہ نہ کی تھی اور وہ اپنے ایمان پر قائم رہے تھے۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَلَقَدۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰۤى اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِىۡ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ﴾

اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جانے کا بیان ہے اور فرعون کا ایک لشکر کے ساتھ تعاقب کرنے اور سب کے غرق ہو جانے کا ذکر ہے، پھر بنی اسرائیل پر جو اللہ کے احسان ہوئے ان کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی اس کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے طور پر طلب فرمایا۔ اس اثناء میں کس طرح بنی اسرائیل گمراہ ہوئے اور بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَلَقَدۡ قَالَ لَهُمۡ هٰرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلُ يٰقَوۡمِ اِنَّمَا فُتِنۡتُمۡ بِهٖ﴾

اس رکوع میں وہی سلسلہ چل رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے جب گوسالہ پرستی شروع کر دی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا، مگر وہ نہ مانے اور جواب دیا کہ طور سے موسیٰ کی واپسی تک ہم اس کی پوجا کریں گے۔ یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام طور سے واپس آئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر سخت برہم ہوئے، سامری سے باز پرس کی اور کہا کہ اپنے معبود (بچھڑے کا بت) کا حال دیکھنا کہ کس طرح ہم اسے جلا کر بھسم کرتے ہیں اور

اس کے ذرے دریا میں بہاتے ہیں۔

رکوع نمبر ٦: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ کس طرح قیامت کے موقعے پر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔کوئی ہیبت سے کچھ نہ بول سکے گا۔ پر نیک عمل کرنے والوں اور برائیوں سے ملوث انسانوں کو ان کے عمل کے مطابق جزا وسزا ہوگی۔

رکوع نمبر ۷: ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾

اس رکوع میں پھر مجمل طور پر قصہ آدم علیہ السلام بیان ہوا ہے اور یہ فطری وقدرتی اصول بتایا گیا ہے کہ دنیا میں جو اللہ کی ہدایت سے اعراض کرے گا اس کی معیشت بھی تنگ کی جائے گی اور قیامت میں اندھا اٹھایا جائے گا۔ پھر بتایا ہے کہ گذشتہ قوموں کی عبرتناک داستان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

رکوع نمبر ۸: ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى﴾

اس رکوع میں حضور ﷺ کو اور آپ کے توسط سے امت مسلمہ کو شب وروز کے مختلف اوقات میں اللہ کی تسبیح وحمد اور ذکر الٰہی کی تعلیم دی ہے اور بتایا ہے کہ مخالفین اسلام کی دنیوی سروسامانی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنی چاہئے۔ یہ سب چند روزہ حیثیت رکھتے ہیں اور اس جہاں کو آزمایا جارہا ہے، پھر خود کو اور اہل وعیال کو نماز کا پابند بنانے کا حکم دیا ہے۔

پارہ نمبر ۱۷
اقترب للنّاس

سورہ انبیاء

نام: اس سورۃ کا نام کسی خاص آیت سے ماخوذ نہیں، چونکہ اس میں بہت سے انبیاء کا ذکر آیا ہے اس لئے علامت کے طور پر اس کا نام انبیاء رکھ دیا۔

زمانہ نزول: مضمون اور انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ نزول مکہ کا دور متوسط ہے۔

مضامین: اس سورۃ میں مندرجہ ذیل مضامین زیر بحث آئے ہیں:

(۱) کفار مکہ کی اس غلط فہمی کو بڑی تفصیل سے رد کیا گیا ہے کہ بشر کبھی رسول نہیں ہوسکتا، اور اس غلط فہمی کی بناء پر وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی ماننے سے انکار کر رہے تھے۔

(۲) کفار مکہ کے مختلف اور متضاد قسم کے اعتراضات کا مختصر مگر نہایت پر زور اور معنی خیز طریقہ پر رد اور گرفت۔

(۳) منکرین کے اس تصور کی نہایت موثر انداز میں تردید کہ زندگی بھی ایک کھیل ہے جو چند روز کے بعد یونہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ کسی حساب کتاب اور جزا وسزا سے سابقہ پیش نہیں آئے گا۔

(۴) شرک کے خلاف اور توحید کے حق میں نہایت وزنی اور دل نشیں دلائل۔

ساتھ ہی انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں کے اہم واقعات سے چند نظیریں پیش کی گئی ہیں، جن سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ سارے انبیاء بشر تھے نہ فرشتے تھے اور نہ اللہ کی خدائی میں کسی طرح کی ان کی شرکت کا شائبہ تک تھا۔ نیز یہ کہ تمام انبیاء کا اصل دین یہی اسلام تھا۔ باقی جتنے مذاہب دنیا میں بنے ہیں وہ محض گمراہ انسانوں کے ڈالے ہوئے تفرقے ہیں۔ آخر میں بتایا گیا ہے کہ انسانوں کی نجات کا انحصار اسی دین اسلام کی پیروی اختیار کرنے پر ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ﴾

اس رکوع میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کے احتساب اعمال کا وقت قریب ہے۔ مگر وہ غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ اللہ کے جو احکام اس کے پاس آتے ہیں ان کو بے پرواہ ہو کر سنتے ہیں اور کھیل اور تفریح میں منہمک ہیں۔ پھر منکرین جو حضور ﷺ کو ساحر وغیرہ کہتے ہیں اس کا رد کیا ہے۔ پھر گذشتہ رسولوں کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ بھی اسی پیغام کے داعی تھے اور ان کے ساتھ بھی لوگوں نے یہی معاملہ کیا تھا۔ نتیجے میں منکرین کو ہلاکت و بربادی کا سامنا کرنا پڑا۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً﴾

اس رکوع میں ذرا تفصیل سے گذشتہ قوموں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا اور کس طرح گمراہیوں پر اصرار کے نتیجے میں تباہ ہوئیں۔ مطلب یہ کہ پہلوں نے سرکشی اور اختلاف میں پڑ کر اپنے لئے شامت اور وبال کو دعوت دی۔ قرآن کے منکرین بھی یہی کچھ کر رہے ہیں۔

رکوع نمبر ۳: ﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ﴾

اس رکوع میں آسمان وزمین کی پیدائش کا تذکرہ کرتے ہوئے اس نظام کی طرف توجہ دلائی ہے جو خدا کی حکمت وتدبیر سے چل رہا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ انسان کی پیدائش جس غرض سے ہوئی ہے اسے انسان فراموش کر کے کفر وسرکشی کی راہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ قرآن اور صاحب قرآن کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور قیامت سے غفلت ہے۔ قیامت سے ڈرایا جاتا ہے تو گویا مضحکہ خیز طریقہ سے کہتا ہے کہ کب آئے گی؟ لیکن جب آئے گی تو پھر پتہ چل جائے گا کہ ان کا کیا حال ہوتا ہے؟ آخر میں رسول ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ سے پیشتر بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ لیکن ان گذشتہ قوموں نے ان کا مزہ چکھ لیا۔

رکوع نمبر ٤: ﴿ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴾

اس رکوع میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ شرک کرتے ہیں ان کو خدا کے عذاب سے وہ چیزیں نہیں بچا سکتیں جن کو ان مشرکین نے اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پھر کافروں کے منصوبوں سے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ اپنی سرگرمیوں سے اسلام کا خاتمہ کر دیں۔ یہ ان کا فریب نفس ہے، اسلام دن بدن پھیل رہا ہے اور پھیلتا چلا

جائے گا۔ پھر قیامت اور جزا و سزا کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد توریت کے نزول کا ذکر ہے کہ جس طرح اللہ نے وہ کتاب نازل کی تھی اسی طرح قرآن بھی اللہ ہی کی کتاب ہے۔

رکوع نمبر ۵ : ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا﴾

اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی دعوت حق کا تفصیل سے تذکرہ ہے کہ کس طرح انہوں نے بت پرستی کو اپنی دلیلوں سے خاموش کیا۔ مندر میں کس طرح انہوں نے بتوں کو توڑ کر اپنی قوم کو سبق دیا کہ یہ بت خدا نہیں ہو سکتے، پھر کس طرح ان کی قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا ڈالنا چاہا اور نمرود نے ان کو آگ میں پھینکا۔ مگر آگ اللہ کے حکم سے ان کے لئے برودت اور سلامتی کا گہوارہ بن گئی۔ پھر ان کا حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کا تذکرہ کیا ہے اور پھر حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ یہ سارے حضرات داعی حق تھے۔ اللہ نے ان پر اپنی رحمتیں نازل کیں۔ انہوں نے نماز اور زکوٰۃ اور دوسری عبادتوں کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور خود بھی اس پر عمل کیا۔

رکوع نمبر ٦ : ﴿وَنُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ﴾

اس رکوع میں متعدد انبیاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کی سرگذشتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور منکرین عادت پر عذاب حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام وغیرہ بہت سے انبیاء کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ سب نے اپنے اپنے وقت میں اسی اسلام کی طرف لوگوں کو بلایا۔ سب کا عمل دین یہی تھا۔ ان کی قوموں نے جو معاملہ کیا اس کا ذکر ہے اور ان انبیاء کی اتباع و اطاعت کرنے والوں کی کامیابیوں کا تذکرہ ہے۔ اس طرح ایک طرف تاریخی استشہاد کیا گیا ہے، دوسری طرف رسول ﷺ اور صحابہ کو تسلی دی گئی ہے اور تیسری طرف سمجھایا گیا ہے کہ قرآن کے ساتھ یہی کچھ ہو رہا ہے۔ نتیجہ ویسا ہی کچھ ہوگا اگر انکار و سرکشی پر ویسا ہی اصرار رہا جیسا قوم نوح وغیرہ کا تھا۔

رکوع نمبر ۷ : ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾

اس رکوع میں بہت سی نصیحتیں ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ اللہ اپنی زمین پر فتنہ وفساد زیادہ دنوں تک ہونے نہیں دیتا۔ مفسدین کا استیصال کر دیا جاتا ہے، دوسری بات یہ اعلان ہے کہ رسول رحمۃ للعالمین بن کر

تشریف لائے ہیں۔ اس لئے انسانوں کو چاہئے کہ اس رحمت کی قدر کریں اور آپ ﷺ کی پیروی کر کے رحمت خداوندی کے مستحق بنیں۔ ساتھ ہی اس رکوع میں قیامت اور اس کی ہولناکیوں اور قیامت کی چند نشانیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور نافرمانوں کو ڈرایا گیا ہے کہ سرکشی سے باز آ جائیں۔

سورۂ حج

نام : چوتھے رکوع کی آیت ﴿وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : سورۃ کی ابتداء مکی دور کے بالکل آخری زمانے میں ہوئی، اور اس کی تکمیل ہجرت کے بعد ہوئی۔

مضامین : اس سورۃ میں تین گروہ مخاطب ہیں:

(۱) مشرکین مکہ (۲) تذبذب میں پڑے ہوئے لوگ (۳) اور مومنین صادقین۔

مشرکین سے خطاب کی ابتداء مکہ میں کی گئی اور مدینہ میں جا کر اس کا سلسلہ پورا کیا گیا۔ اس حصہ میں ان کو پورے زور کے ساتھ متنبہ کیا گیا کہ تم نے ضد اور ہٹ دھرمی اور جاہلانہ خیالات واوہام پر اصرار کیا اور رسول کی تکذیب پر اڑے رہے۔ نبی کو جھٹلا کر نبی اور مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنا کر تم نے اپنا ہی کچھ بگاڑا ہے۔ اب تمہارا جو انجام قریب ہے وہ اس سے مختلف نہ ہوگا جو تم سے پہلے اس روش پر چلنے والے منکرین حق اور مشرکین کا ہو چکا ہے اور پھر تم کو تمہارے خود ساختہ معبود نہ بچا سکیں گے۔ ساتھ ہی مشرکین مکہ کی اس روش پر گرفت کی گئی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے۔ حالانکہ مسجد حرام ان کی ذاتی جائیداد نہیں اور وہ کسی کو حج سے روکنے کا حق نہیں رکھتے، اس سلسلہ میں مسجد حرام کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ایک طرف یہ بتایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خدا کے حکم سے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو سب لوگوں کو حج کا اذن عام تھا۔ دوسری طرف یہ بتایا گیا کہ یہ گھر مشرک کے لئے نہیں بلکہ خدائے واحد کی بندگی کے لئے تعمیر ہوا۔ یہ کتنا غضب ہے کہ وہاں ایک خدا کی بندگی تو ہو ممنوع اور بتوں کی پرستش کے لئے پوری آزادی۔

تذبذب میں گرفتار لوگوں کو سرزنش کی گئی ہے کہ راحت وعیش کے ساتھ ایمان کے تقاضے نہیں چل سکتے۔

آزمائشوں اور خطرات سے گھبرانے کی بناء پر تذبذب کی روش کسی ایسی مصیبت اور نقصان سے نہیں بچا سکتی جو بہرحال منجانب اللہ آنے والی ہے۔

مسلمانوں کو قریش کے مظالم کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت عطا کی گئی ہے اور ساتھ ہی ان کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اب جب تمہیں ایک سرزمین پر اقتدار حاصل ہو رہا ہے تو تمہاری روش کیا ہونی چاہئے۔ نیز اہل ایمان کے لئے ''مسلم'' کے نام کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اصل جانشین تم لوگ ہو، ان ہی نے تمہارا نام ''مسلم'' رکھا تھا۔ تمہیں اس خدمت کے لئے منتخب کیا جاتا ہے کہ دنیا میں حق کی شہادت کے بلند مقام پر رہو۔

پوری سورہ میں جگہ جگہ مناسب مواقع پر تذکیر اور نصیحت بھی ہے اور شرک کے خلاف اور توحید و آخرت کے حق میں موثر دلائل بھی ہیں۔

رکوع نمبر ۱: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ﴾

اس رکوع میں قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا بیان ہے اور کہا گیا ہے کہ لوگوں کو قیامت کے واقع ہونے میں شک نہ کرنا چاہئے، یہ آ کر رہے گی۔ ساتھ ہی قیامت کے وقوع پر دلیل دی گئی ہے۔ (قیامت آ کر رہے گی اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔)

رکوع نمبر ۲: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾

اس رکوع میں انسان کی یہ ذہنیت بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے، لیکن ذرا سی تکلیف و مصیبت سے گھبرا اٹھتا ہے اور اپنی عبادت کو چھوڑ دیتا ہے۔ ایسا کرنا اس کے لئے نہایت برا ہے۔ پھر اللہ کے نظام ربوبیت سے قیامت پر دلیل لائی گئی ہے کہ پرورش و تربیت کا یہ سارا کارخانہ عبث نہیں ہے۔ انسان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، لہذا ضروری ہے کہ اس معاملہ میں انسان اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرے اور اس کی ذمہ داریوں کے حساب کتاب کے لئے ایک دن مقرر ہونا چاہئے۔ پھر یہ بتایا ہے کہ دنیا میں انسان جتنے عقیدوں اور مذاہب پر چل رہا ہے سب کا فیصلہ قیامت میں ہو جائے گا۔ پھر کافروں اور نافرمانوں کو سختی کے ساتھ دھمکی دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُدۡخِلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾

اس رکوع میں پہلے ان مومنوں کو بشارت دی گئی ہے جو عمل صالح پر کاربند رہتے ہیں کہ ان کے لئے کچھ ایسے اور انعامات ہوں گے۔ پھر خانہ کعبہ کی حرمت کا بیان ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کے لئے یہ گھر تعمیر ہوا ہے۔ لوگوں کو اس میں عبادت سے روکنا اور اس گھر کی بے حرمتی کرنا اللہ کے غضب کو بھڑکانا ہے۔
(یہاں اصحاب فیل کا قصہ ذہن میں رہے)

رکوع نمبر ٤ : ﴿وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِیۡمَ مَکَانَ الۡبَیۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِکۡ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ اس کی تعمیر کسی برگزیدہ ہستی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔ کس غرض سے کی تھی، کن تمناؤں سے کی تھی، اس معاملہ میں اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو کیا حکم دیا تھا، ساتھ ہی مختصر طور پر حج کے چند احکام بتائے ہیں۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَکًا لِّیَذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا﴾

اس رکوع میں قربانی کے احکام درج ہیں، ساتھ ہی یہ تعلیم دی ہے کہ اللہ کو قربانی کے گوشت کی نہ طلب ہے نہ جانور کا گوشت وغیرہ اللہ کو پہنچتا ہے بلکہ تقویٰ کا حصول اور اللہ کی راہ میں قربانی کے جذبات ابھارنے کے لئے یہ فریضہ ہے۔

رکوع نمبر٦: ﴿اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا﴾

اس رکوع میں پہلے تو جہاد پر ابھارا گیا ہے۔ پھر اسلامی حکومت کے خدوخال بتائے ہیں کہ نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا دینا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس حکومت کے مقاصد ہوتے ہیں۔ پھر رسالت محمدی ﷺ اور قرآن کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس کے پہلے نافرمانوں نے یہی کچھ کیا تھا۔

اور پھر گذشتہ قوموں کی سرکشی کے انجام کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے قوم نوح، عاد اور ثمود کا تذکرہ کیا ہے۔ عبرت کے لئے آج بھی ان کے کھنڈر موجود ہیں۔ عبرت حاصل کی جاسکتی ہے۔

رکوع نمبر ۷ : ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾

اس رکوع میں زبان رسالت مآب سے اعلان کرایا گیا ہے کہ یہ رسالت ساری دنیا کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے۔ پھر جو لوگ اس کی تصدیق کر کے نیک عمل کی زندگیاں اختیار کریں ان کے لئے بشارت دی گئی ہے۔

پھر شیطان کی چالبازیوں کا تذکرہ ہے کہ اس نے ہر زمانے میں داعیان حق کی دعوتوں کو ناکام کرنے کے لئے کوششیں کیں اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو شیطان کا آلہ کار بننے کے لئے پیش کیا وہ بالآخر ناکام رہے اور قیامت کے دن اس کی سزا بھگتیں گے۔

رکوع نمبر ۸ : ﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا﴾

اس رکوع میں جہاد اور ہجرت کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے اور ہجرت کرنے والوں کو بشارت دی گئی ہے۔ ساتھ ہی اسلام کے آخر کار غالب آنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ: ﴿لَهُ مَافِي السَّمٰوَاتِ وَمَافِي الْأَرْض وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَالْغَنِيُّ الْحَمِيْد﴾

رکوع نمبر ۹ : ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ﴾

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار انعامات کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ آسمان کو گرنے سے روکے ہوئے ہے۔ گویا آسمان گر جائے اور یہ نظام کائنات درہم برہم ہو جائے تو بتاؤ تمہارا کیا حال ہو۔ لیکن انسان ناشکری کرتا ہے اور نہیں سوچتا کہ جو اللہ دینے پر قادر ہے وہ چھین لینے پر بھی قادر ہے۔ پھر اس وقت کیا ہوگا؟

پھر کفار مشرکین کی ہٹ دھرمی کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کو دھمکی دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱۰ : ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ﴾

اس رکوع میں مختلف انداز سے مشرکوں کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ اپنے شرک اور اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔ پھر شرک کی برائیاں اور بتوں وغیرہ کی لاچاریاں بتائی گئی ہیں۔ ساتھ ہی مسلمانوں کو نماز، جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ اسلام ملت ابراہیم ہے۔ ان ہی نے تمہارا نام مسلمین رکھا تھا۔

اس کے بعد مسلمانوں کو ان کے فریضہ کی یاد دہانی کی گئی ہے کہ حق کی شہادت کے لئے تمہارا انتخاب ہوا ہے۔ یہی تمہاری وجہ شرافت ہے۔ اس سے غافل ہونے کے بعد تم خیر امت اور شریف امت ہونے کے مستحق نہ ٹھہرو گے۔

پارہ نمبر ۱۸
قد أفلح
سورہ مومنون

نام: پہلی ہی آیت ﴿قد افلح المومنون﴾ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: آیت نمبر ۷۵و۷۶ سے نیز معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ مکی دور کے متوسط زمانے میں نازل ہوئی جبکہ مکہ میں ایک شدید قحط پڑا تھا۔

مضامین: ابتداء میں مومنین کی چند صفات بیان ہوئی ہیں کہ یہ صفات رسول ﷺ پر ایمان لانے والوں میں پیدا ہوتی ہیں اور ایسے ہی لوگ دنیا و آخرت میں فلاح کے مستحق ہوتے ہیں۔

اس کے بعد انسان کی پیدائش، زمین و آسمان کی پیدائش، نباتات و حیوانات کی پیدائش اور دوسرے آثار کائنات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس سے مقصود یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ توحید و معاد کی جن حقیقتوں کو تسلیم کرنے کا سبق رسول ﷺ دے رہے ہیں ان کے برحق ہونے پر تمہارا اپنا وجود اور یہ پورا نظام عالم گواہ ہے، پھر انبیائے سابقین اور ان کی امتوں کے قصے شروع ہوئے ہیں جن سے یہ باتیں بتانی مقصود ہیں کہ:

(۱) آج دعوت نبوی پر جو شبہات و اعتراضات کئے جا رہے ہیں۔ یہ چیزیں پہلے بھی انبیاء پر اسی طرح کے اعتراضات ان لوگوں نے کئے تھے جو خود اپنے وجود اور اس نظام عالم میں غور و فکر سے عاری اور جاہلانہ حماقت میں مبتلا تھے۔

(۲) توحید و آخرت کی تعلیم کی آواز ایسی نہیں جو بالکل نئی ہو اور جو کبھی دنیا نے نہ سنی ہو۔ یہ کوئی نرالی تعلیم نہیں، ہر زمانے میں یہ صدائے حق اٹھتی رہی ہے۔

(۳) حق کا انکار کر کے باطل پر اصرار کرنے والے اور انبیاء کی رُد و رُد و تکذیب پر جمے رہنے کا انجام

آخر کار تباہی وہلاکت ہوتا ہے۔

(۴) اصل دین اسلام اس وقت سے دین الٰہی ہے جب سے انسان کے قدم زمین پر پہنچے ہیں۔ پھر انبیاء کے تذکروں کے بعد بتایا گیا ہے کہ دینوی خوشحالی، مال ودولت اور قوت واقتدار وغیرہ وہ چیزیں نہیں جو کسی شخص یا گروہ کے راہ راست ہونے کی یقینی علامت ہو اور اس بات کی دلیل قرار دی جائیں کہ خدا اس پر مہربان ہے اور اس کا رویہ خدا کا پسندیدہ ہے۔

اسی طرح اس کے برعکس کسی کا غریب وخستہ حال ہونا اس بات کا ثبوت نہیں کہ خدا اس سے اور اس کے رویئے سے ناراض ہے۔ اصل چیز جس پر خدا کے ہاں محبوب یا مغضوب ہونے کا مدار ہے وہ ایمان خدا ترسی و راست بازی ہے۔ اس کے بعد اہل مکہ کو مختلف پہلوؤں سے رسول ﷺ کی نبوت پر مطمئن کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور پھر بتایا ہے کہ یہ قحط جو تم پر نازل ہوا ہے، ایک تنبیہ ہے کہ اس کو دیکھ کر سنبھلو اور راہ ہدایت پر آجاؤ۔ ورنہ اس کے بعد اس سے زایدہ سخت سزا میں گرفتار کیے جاؤ گے۔ پھر رسول ﷺ کو آپ ﷺ کے توسط سے مسلمانوں کو وہ سبق دیا گیا ہے جو مخالفین کے مقابلے میں اہل ایمان کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ یعنی برائی کا جواب بھلائی سے، جذبات اشتعال تبلیغ کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ خاتمہ کلام پر مخالفین حق کو آخرت کی باز پرس سے ڈرایا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ﴾

اس رکوع میں سب سے پہلے مسلمانوں کی کامیابی کی بشارت دی گئی ہے۔ مگر ایسے مسلمانوں کی جو باعمل ہوں۔ نماز وزکوۃ کے ادا کرنے والے ہوں اور زنا وغیرہ بدکاری سے پاک رہتے ہوں۔ امانت دار ہوں اور عہد کے پورا کرنے والے ہوں۔ ﴿الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾ فرمایا ان کو ورثہ میں جنت ملے گی۔ پھر بتایا کہ اللہ نے انسان کو کس طرح مٹی سے بنایا۔ پھر سلسلہ توالد وتناسل چلایا۔ پھر حیات بعد الموت کا تذکرہ کیا ہے، پھر بہت سے ایسے انعامات کا ذکر ہے، جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے، اس طرح سمجھایا ہے کہ انسان کو اپنے رب کی ناشکری نہیں کرنی چاہئے۔

رکوع نمبر ۲ : ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ﴾

اس رکوع میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت ان کی قوم کا ان کے ساتھ جو معاملہ ہوا ہے اس کا تذکرہ

ہے۔ پھر طوفان کے آنے، سرکشوں کے غرق ہو جانے اور نوح علیہ السلام اور ان کے پیروؤں کے بچالئے جانے کا ذکر دوبارہ دہرایا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۳ :﴿وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾

اس رکوع میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد دوسرے بعض انبیاء اور ان کی قوموں کا ان سے معاملہ کرنے کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ جب دنیا پرستی میں غرق ہونے کی وجہ سے انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تو پھر اس کے نتیجے میں تباہ کردی گئیں۔ پھر حضرت موسیٰ کا تذکرہ ہے پھر وہیں یہ بتایا ہے کہ کس طرح فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور بالآخر وہ منکرین ہلاک کردیئے گئے۔

رکوع نمبر ٤ :﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ ہر رسول کو ایک ہی پیغام دے کر بھیجا گیا ہے۔ وہ وہی پیغام جو قرآن کا ہے۔ لوگوں نے اختلاف اور تفرقہ پردازیاں کیں اور گمراہیوں کا شکار ہوئے۔ پھر منکرین قرآن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گستاخیاں کر رہے تھے۔ ان کا تذکرہ اور رسول ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ان منکرین کی باتوں پر کان نہ دھریں اور تبلیغ کئے جائیں۔ کل قیامت میں سب کا فیصلہ ہو جائے گا اور منکرین حق نہایت تلخ اور شدید عذاب چکھیں گے۔

رکوع نمبر ۵ :﴿وَهُوَ الَّذِيْ أَنْشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ بتایا ہے کہ انسان کو جو ظاہری اور باطنی قوتیں ملی ہیں یہ اللہ کا انعام ہے۔ لیکن اللہ کی دی ہوئی ان ہی قوتوں کو انسان اللہ کے دین کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ کتنی بڑی ناشکری ہے۔ پھر بعض دوسرے انعامات کا تذکرہ ہے۔ جن کا انکار کافر بھی نہیں کر سکتے۔ پھر بتایا ہے یہ منکرین آخرت اس کائنات اور کائنات میں پھیلے ہوئے نظام کو دیکھتے ہیں، اس کے باوجود ان کی عقل قیامت کے واقع ہونے کو تسلیم نہیں کرتی اور کہتے ہیں کہ مر کر مٹی اور چورا چورا ہو جانے کے بعد پھر کیونکر جی اٹھیں گے؟ اس طرح کی باتیں گذشتہ قوموں کے منکرین حق کی تھیں۔ پھر بتایا ہے کہ اگر ان منکرین قیامت سے سوال کیا جائے کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیا اور یہ سب کس کے ہیں تو جواب میں وہ اللہ کا نام لیں گے۔ اس طرح آسمان اور زمین میں اللہ کی قدرتوں

اور قوتوں کو اللہ ہی کی طرف منسوب کریں گے۔ اس کے باوجود حیات بعد الموت کے معاملے میں وہ اللہ کی قدرت کو بھول جاتے ہیں۔ پھر عقیدہ ابنیت کا رد کیا ہے اور توحید کا سبق دیا ہے۔

رکوع نمبر ٦: ﴿قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىْ مَا يُوْعَدُوْنَ﴾

اس رکوع میں پہلے یہ بتایا ہے کہ اللہ تو اس پر قادر ہے کہ وہ منکرین حق پر وہ عذاب لا کر دکھا دے جس کی وعید کی گئی ہے۔ پھر بتایا ہے کہ جب بدکاروں کو موت آتی ہے تو وہ اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ دنیا میں اس کو لوٹا دے تاکہ عمل صالح کریں۔ حالانکہ غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد پھر فیصلہ کی گھڑی ہوتی ہے نہ کہ مہلت کی۔ اس کے بعد قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا بیان ہے اور بتایا ہے کہ اس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ نسل و نسب کی پوچھ گچھ ہوگی۔ اعمال دیکھے جائیں گے جن کے عمل وزن میں ہلکے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ پھر قیامت میں مومنوں اور منکروں کی ہونے والی حالتوں کا مقابلہ کیا گیا ہے کہ ہر ایک کس حال میں ہوں گے؟ اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ انسان کو عبث نہیں پیدا کیا گیا۔ وہ ذمہ دار مخلوق بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس کے لئے اس کی باز پرس کے لئے عدالت الٰہی کا ایک دن ہونا چاہئے اور وہ آ کر رہے گا۔ پھر آخر میں توحید کا سبق دیتے ہوئے خدا سے رحم و مغفرت کی دعا کی تلقین کی گئی ہے۔

سورہ نور

نام: پانچویں رکوع کی آیت ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: ٦ھ کے نصف آخر میں غزوہ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: یہ سورۃ اسلام کے عائلی، معاشرتی اور تمدنی قوانین کی تعلیم میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں انسانی زندگی کی اصلاح و تعمیر کے لئے مندرجہ ذیل اخلاقی، معاشرتی اور قانونی تدابیر تجویز کی گئی ہیں:

(۱) زنا کی سزا (سو کوڑے) مقرر کی گئی۔

(۲) بدکار مرد اور بدکار عورتوں کے ساتھ رشتہ نکاح جوڑنے سے اہل ایمان کو روک دیا گیا۔

(۳) جو شخص بلا ثبوت دوسرے پر زنا کا الزام لگائے اس کے لئے سزا (اسی کوڑے) مقرر کی گئی۔

(۴) شوہر اگر بیوی پر تہمت لگائے تو اس کے لئے قاعدہ مقرر کیا گیا۔

(۵) حضرت عائشہؓ پر منافقین کے جھوٹے الزام کی تردید کرتے ہوئے یہ ہدایت کی گئی کہ آنکھیں بند کر کے ہر شریف آدمی کے خلاف ہر قسم کی تہمتوں کو قبول کرنا سخت غلطی ہے، اس سلسلہ میں ایک بات اصولی حقیقت کی حیثیت سے سمجھائی گئی ہے۔ وہ یہ کہ طیب آدمی کا جوڑ طیب عورت ہی سے لگ سکتا ہے۔ خبیث عورت کے اطوار سے اس کا مزاج چند روز بھی موافقت نہیں کر سکتا اور ایسا ہی حال طیب عورت کا بھی ہوتا ہے کہ اس کی روح طیب مرد ہی سے موافقت کر سکتی ہے نہ کہ خبیث سے۔ اب اگر رسول ﷺ کو تم جانتے ہو کہ وہ ایک طیب بلکہ اطیب انسان ہیں تو کس طرح تمہاری عقل میں یہ بات سما گئی کہ ایک خبیث عورت ان کی محبوب رفیقۂ حیات بن سکتی ہے جو عورت عملاً زنا تک کر گذرے، اس کے عام اطوار کب ایسے ہو سکتے ہیں کہ رسول ﷺ جیسا پاکیزہ انسان اس کے ساتھ یوں نباہ کرے۔ پس صرف یہ بات کہ ایک کمینے آدمی نے ایک بے ہودہ الزام کس پر لگا دیا ہے اسے قابل قبول کیا معنی قابل توجہ اور ممکن الوقوع سمجھ لینے کے لئے بھی کافی نہیں۔ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ الزام لگانے والا کون ہے اور الزام کس پر لگ رہا ہے۔

(۶) بے ہودہ خبریں اور بری افواہیں پھیلانے والے لوگ مسلم معاشرے میں سزا کے مستحق ہیں۔

(۷) مسلم معاشرے میں اجتماعی تعلقات کی بنیاد باہمی حسن ظن پر ہونی چاہئے۔

(۸) عام ہدایت کی گئی کہ ایک دوسرے کے گھر پر بے تکلف نہ گھس جایا کریں بلکہ اجازت لے کر جایا کریں۔

(۹) عورتوں اور مردوں کے لئے نیچی نگاہ رکھ کر چلنے کا حکم دیا گیا۔ گھورنے اور تاک جھانک سے شدت کے ساتھ روکا گیا۔

(۱۰) عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھروں میں سر اور سینہ کو ڈھانک کر رکھیں۔

(۱۱) ان کو حکم دیا گیا کہ باہر نکلیں تو نہ صرف یہ کہ اپنے بناؤ سنگھار کو چھپا کر نکلیں بلکہ بجنے والے زیور بھی پہن کر نہ نکلیں۔

(۱۲) عورتوں کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ اپنے محرم رشتہ داروں کے سوا کسی کے سامنے بن سنور کر نہ آئیں۔

(۱۳) معاشرے میں عورتوں اور مردوں کو بن بیاہے بیٹھے رہنے کا طریقہ ناپسند قرار دیا گیا۔

(۱۴) لونڈیوں اور غلاموں کی آزادی کے لئے مکاتبت کی راہ نکالی گئی۔ یعنی اگر وہ چاہیں کہ کچھ کما کر فدیہ کا انتظام کر کے آزادی حاصل کریں۔ اس کا موقعہ دینا چاہیئے کہ اس سلسلے میں اہل دولت کو مکاتب غلاموں اور لونڈیوں کی مالی امداد کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔

(۱۵) لونڈیوں سے پیشہ کرانا جس کا عرب میں دستور تھا ممنوع قرار دیا گیا۔

ان بڑے بڑے اور اہم قوانین و ہدایت کے علاوہ دوسرے چند اور ہدایات دینے کے بعد منافقین اور مومنین کی علامتیں بتائی ہیں تا کہ معاشرے میں پتہ چل جائے کہ مخلص اہل ایمان کون ہیں اور منافق کون؟

رکوع نمبر ۱ : ﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَا اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ﴾

اس رکوع میں معاشرت سے متعلق بہت سے احکام مذکور ہیں۔ مثلاً زنا کی سزا کوڑے، پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والوں کے لئے اسی کوڑے، پھر لعان کا ذکر ہے کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور شہادت نہ پیش کر سکے تو شوہر سے چار بار قسم لی جائے اور پانچویں بار یہ کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس طرح اگر بیوی سے صفائی طلب کرنی ہو تو سچ سچ چار بار قسم کھا کر کہے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ یوں کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اور اگر اس کا شوہر سچا ہو، یعنی واقعی اس پر تہمت لگائی ہے۔

رکوع نمبر ۲ : ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾

اس رکوع میں واقعہ افک کا تذکرہ ہے، یعنی منافقین نے جو حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تھی ان کی شرارتوں کو بیان کر کے حضرت عائشہؓ کی برأت و پاکیزگی کا علان کیا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ تہمت کی برائی اور تہمت لگانے والوں کی سزا کا بیان ہے۔

رکوع نمبر ۳ : ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾

اس رکوع میں پہلے تو شیطان کی پیروی کی برائیاں بیان کی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ شیطان چاہتا ہے کہ سوسائٹی یا معاشرے میں فحاشیاں اور منکرات فروغ پائیں، پھر پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت کی خبر ہے۔ نیز اس رکوع میں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ جو لوگ نیکی کا کام کرتے ہیں، کسی وجہ سے بھی ان کو نیکی کے کام نہ کرنے کا عہد نہ کرنا چاہیئے۔

(اس میں دراصل اس واقعہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے ایک عزیز کی کفالت کرتے تھے۔ واقعہ افک میں ان کا رجحان تہمت لگانے والوں کی طرف ہوگیا۔ پھر جب حضرت عائشہؓ کی برأت اللہ نے کردی تو حضرت ابوبکرؓ نے عہد کرلیا تھا کہ اب ان صاحب کی کفالت نہ کریں۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے پہلے کی طرح ان کی کفالت شروع کردی۔)

رکوع نمبر ٤ :﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِکُمۡ﴾

اس رکوع میں مزید چند احکام حسن معاشرت کے سلسلے کے بتائے گئے ہیں:

(۱) بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل نہ ہونا چاہئے۔

(۲) مردوں کو نیچی نظر رکھ کر کہیں آنا جانا چاہئے۔

(۳) عورتوں کو اپنے سنگھار کی نمائش نہ کرنی چاہئے، انہیں اگر کہیں آنا جانا ہو تو نیچی نگاہ کرکے آئیں جائیں۔

(۴) غیر محرم سے پردہ کرنا چاہئے۔

(۵) شوہر، خسر، باپ، بیٹے، سوتیلے باپ، سوتیلے لڑکے، سگے بھائی اور اس کے بھتیجے، بھانجے وہ محرم ہیں جن کے سامنے بے پردہ آسکتی ہیں۔

(٦) پیروں کو ٹپکتی ہوئی اور اپنی چالوں سے مردوں کو متوجہ کرتی ہوئی نہ چلا کریں۔

(۷) بیوہ کا نکاح کردینا بہتر ہے۔

(۸) باندیوں وغیرہ سے پیشہ کرانا اور ان کے پیشے کی آمدنی کا کھانا حرام ہے۔

رکوع نمبر ۵ :﴿اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ﴾

اس رکوع میں اللہ کو نور، سراپا نور بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ نور سے وہ گھر روشن ہوتا ہے جس میں صبح و شام اللہ کا ذکر و تسبیح ہو۔ اس گھر کے مالک کو تجارت وغیرہ دنیاوی مشاغل ذکر الٰہی سے غافل نہیں کرتے، نماز اور زکوٰۃ کے پابند رہتے ہیں۔ قیامت کے خوف سے ان کے دل لرزاں رہتے ہیں۔ پھر کفار کے اعمال کو سراب سے یعنی چمکدار مٹی جو دور سے پانی معلوم ہوتی ہے اس سے تشبیہ دی ہے جو فریب ہی فریب ہوتا ہے۔ اصلیت کچھ نہیں رکھتا۔ پھر آخر میں بتایا ہے، جسے اللہ کا یہ نور نصیب نہیں وہ تہہ بہ تہہ تاریکیوں میں رہتا ہے۔ یہ تاریکیاں

کفر کی مثال ہیں۔﴿ وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُوراً فَمَالَهُ مِن نُّور ﴾

رکوع نمبر ٦: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰاتِ ﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ کائنات کی ہر چیز اپنے اپنے طور طریقے سے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے۔ پھر کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی بے شمار قدرت کی نشانیاں ذکر کی گئی ہیں۔ بادلوں کا اٹھنا، ان سے بارش کا ہونا وغیرہ ساتھ ہی انسان کے لئے چوپاؤں وغیرہ کے جو انعامات اللہ نے پیدا کئے ہیں ان کا تذکرہ ہے، پھر ان تمام چیزوں پر عبرت کی نگاہ ڈالنے کی تلقین ہے اور آخر میں منافقین اور ان کی ریشہ دوانیوں کا تذکرہ ہے۔

رکوع نمبر ۷: ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ﴾

اس رکوع میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی کامرانیوں کی بشارت ہے۔ نیز یہ کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سرگرم رہیں گے انہیں اللہ اپنی زمین کی حکومت اور اقتدار بخشے گا۔ یہ وعدہ الٰہی ہے۔ لیکن جو لوگ ان احسانات کے بعد پھر ناشکری کریں گے وہ فسق و فجور میں مبتلا ہوں گے اور فاسق و فاجر کے لئے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں البتہ وعید ہے۔

رکوع نمبر ۸: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾

اس رکوع میں مزید چند معاشرتی اور خانگی احکام مذکور ہیں:

(۱) گھر کے غلام اور نابالغ مرد صبح کی نماز سے پہلے دوپہر کے قیلولے کے وقت اور عشاء کے بعد اجازت دے کر گھر میں آیا کریں۔ ان اوقات کے علاوہ ان کی ضرورت نہیں۔

(۲) لڑکے بالغ ہو جائیں تو پھر بڑوں کی طرح جس وقت آئیں اجازت لے کر آئیں۔

(۳) بڑی بوڑھی عورتیں گھر کے اندر دوپٹہ وغیرہ اتار کر بیٹھ سکتی ہیں لیکن وہ احتیاط کریں تو زیادہ بہتر ہے۔

(۴) کسی کے گھر جاؤ تو سب سے پہلے گھر کے سرپرستوں کو سلام کرو۔

رکوع نمبر ۹: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا﴾

اس رکوع میں مجلس نبوی میں نشست و برخاست کے آداب بتائے گئے ہیں۔ پھر کہا گیا ہے کہ رسول کے

خطاب وتخاطب عام لوگوں سے خطاب وتخاطب کی طرح ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ﴾ کو ایسے نہ پکارو جیسے دوسروں کو پکارتے ہو ﴿كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾۔ ادب واحترام شرط ہے۔ پھر آخر میں ایسے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا ہے جو رسول ﷺ کی باتوں کی مخالفت کرتے ہیں۔

سورہ فرقان

نام : پہلی ہی آیت میں قرآن کے لئے صفت کے طور پر ''الفرقان'' (حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب) کا لفظ آیا ہے۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : یہ سورہ سورۂ نساء سے آٹھ سال پہلے نازل ہوئی۔ دوسرے لفظوں میں زمانہ قیام مکہ کا متوسط دور اس کا زمانہ نزول قرار پاتا ہے۔

مضامین : قرآن اور ذات رسالت مآب پر منکرین ومخالفین کے اعتراضات وشبہات میں سے ایک ایک کا جچا تلا جواب دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی دعوت حق سے اعراض کے برے نتائج بھی صاف صاف بتائے گئے ہیں۔ آخر میں اہل ایمان کے بلند اخلاق و کردار کا نقشہ سامنے لاکر عوام الناس کے سامنے رکھ دیا گیا ہے تاکہ اگر ان میں عقل ہے تو اس کسوٹی پر کس کر دیکھ لیں کہ کون کھوٹا ہے اور کون کھرا؟ ایک طرف سیرت و کردار کے لوگ ہیں جو رسول کی تعلیم سے اب تک تیار ہوئے ہیں، اور دوسری طرف وہ نمونہ اخلاق ہے جو عام اہل عرب میں پایا جاتا ہے اور جسے برقرار رکھنے کے لئے جاہلیت کے علمبردار ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اب فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے کہ ان دو نمونوں میں سے کسے پسند کرتے ہو؟

رکوع نمبر ۱ : ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ﴾

اس رکوع میں قرآن کے نزول کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ لوگوں کو برے اعمال کے برے نتیجوں سے یہ قرآن آگاہ کرتا ہے، پھر شرک کی مذمت اور اس کی تردید کی گئی ہے۔ پھر قرآن کے بارے میں کفار جو کہا کرتے تھے اسے نقل کر کے تردید کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اسی کا نازل کیا ہوا ہے۔ پھر منکرین رسالت کے اس خیال کی تردید کی ہے کہ ان کے نزدیک رسول کو عام آدمیوں کی طرح نہیں

ہونا چاہئے جو کھائے پئے اور بازروں میں چلے۔

(منکرین کا یہ خیال اور اس کی تردید پہلے بھی چند سورتوں میں گذر چکی ہے)

رکوع نمبر ۲: ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَکَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِکَ﴾

اس رکوع میں پہلے بتایا گیا ہے کہ منکرین رسول جو باتیں کہتے ہیں (جس کا تذکرہ گزشتہ رکوع میں کیا جاچکا ہے) وہ دراصل اس لئے کہ وہ قیامت کے منکر ہیں۔ پھر قیامت سے متعلق اس کی چند ہولناکیوں کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد سمجھایا ہے کہ دنیاوی آرائشوں اور مال وثروت سے بہتر وہ جنت اور اس کی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں جو تقویٰ پر استوار عمل کے صلہ میں ملے گی۔

اس کے بعد بتایا ہے کہ مشرکین جن پر بھروسہ کررہے ہیں وہ سب قیامت کے دن ان کی مدد سے انکار کردیں گے۔ پھر آخر میں بتایا ہے کہ صاحب قرآن سے پہلے بھی جتنے انبیاء ورسول آئے سب بشر ہی تھے۔ سب کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

پارہ نمبر ۱۹
وقال الذین

رکوع نمبر ۳: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح کافر قیامت کے دن اپنی عقلوں پر ماتم کریں گے کہ انہیں کیا ہو گیا تھا کہ انہوں نے قرآن سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اگر قرآن کو رہنما بنائے ہوتے تو آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا اور کاش رسول کی پیروی اختیار کی ہوتی اور کاش فلاں فلاں مخلوق کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔

اس کے برخلاف اصحاب جنت نہایت خوش وخرم ہوں گے۔ اس کے ساتھ اس رکوع میں ایک نہایت عبرت انگیز اور بہت ڈرانے والی بات کہی گئی ہے وہ یہ کہ کل قیامت میں قرآن سے غافل لوگوں کے خلاف خود رسول فریق و مدعی بنیں گے اور عدالت الٰہی میں کہیں گے کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ چھوڑ رکھنے کا مطلب قرآن سے جاہل رہنا اور قرآنی تعلیم سے بے پرواہ ہو کر زندگی گذارنا ہے۔

رکوع نمبر ٤ : ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ سمجھایا ہے کہ قرآن اسی ہستی کا نازل کیا ہوا ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی تھی۔ پھر بتایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہوئے سرکشی پر اصرار کرنے والی قوم کو تباہ کر دیا۔ اسی طرح قوم نوح کا حال ہوا۔ یہی عاد، ثمود اور اصحاب الرس پر گذری کہ ان قوموں نے جب اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور انکار و سرکشی پر اصرار کیا تو بالآخر دنیا ہی میں وہ عذاب کی لپیٹ میں آ گئے۔ پھر کہا کہ اے رسول یہ کافر تمہیں دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں۔ شان رسالت میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ تاریخ کی شہادت اگر ان کافروں کے لئے کافی نہیں ہے تو گھبراؤ نہیں، عذاب دیکھ کر سب پتہ چل جائے گا۔ پھر آخر میں

یہ سبق دیا ہے کہ جو خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ دراصل خواہشات نفس کو اپنا آلہ بناتے ہیں اور ایسے لوگ کانوں والے بہرے اور آنکھوں والے اندھے ہیں۔ یہ چوپائے ہیں، لیکن ان سے بھی بدتر ہیں۔

﴿اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾۔

ترجمہ: یہ لوگ چوپائے کی طرح کے سوا کچھ نہیں بلکہ چوپاؤں سے زیادہ گمراہ۔

رکوع نمبر ۵ : ﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ﴾

اس رکوع میں اللہ کی قدرت و رحمت کی چند نشانیوں کے تذکرے کئے گئے ہیں اور بتایا ہے کہ انسان کی آسائش کے لئے کس طرح دن رات بنائے، بادل اور بارش کا نظم قائم کیا ہے، ہوا جیسی نعمت عطا کی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ شرک کرتے ہیں اور ایسوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں جو نہ نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان۔ کفر کرتے ہیں اور خدا سے ٹکر لینا چاہتے ہیں۔ پھر توحید کی تعلیم دی ہے اور توکل کا سبق دیا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ کافروں سے کہا جاتا ہے کہ تم رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں کون رحمٰن؟ کیا تمہارے حکم کے سبب ان کو سجدہ کریں۔

رکوع نمبر ٦ : ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَجَعَلَ فِيْهَا﴾

اس رکوع میں پہلے اللہ کی چند قدرتوں اور رحمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرنی اور شکر گذاری کرنی چاہئے۔ پھر خدا نے رحمان کے صحیح معنی میں بندوں کی چند صفتیں ذکر کی:

(۱) زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے۔

(۲) نادانوں سے سلامتی کی باتیں کرتے ہیں۔

(۳) ان کی راتیں سجدوں اور قیام میں گذرتی ہیں۔

(۴) دلوں کو قیامت کا خوف چین نہیں لینے دیتا اور عذاب جہنم سے بچائے رکھنے کے لئے اپنے رب سے دعا کرتے رہتے ہیں۔

(۵) نہ فضول خرچ ہوتے ہیں اور نہ بخیل۔

(٦) انسانی جان کا احترام کرنے والے۔

(۷) بدکاریوں سے دور دور رہنے والے۔

(۸) جھوٹ اور جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

(۹) آیات الٰہی سے جب ان کی تذکیر کی جاتی ہے تو اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے بلکہ غور وفکر کرتے اور عبرت ونصیحت کی نگاہ ڈالتے ہیں۔

(۱۰) بیویوں کے نیک ہونے اور نیک اولاد کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

سورہ شعراء

نام : آخری رکوع کی آیت ﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُن﴾ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : روایتوں میں آتا ہے کہ سورہ طٰہٰ کے بعد سورۂ واقعہ اور پھر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اس طرح اس کا زمانہ نزول مکہ کا دور متوسط قرار پاتا ہے۔

مضامین : منکرین انکار ومخالفت پر جمے ہوئے تھے اور اس کے لئے طرح طرح کے بہانے تراشتے، کبھی اللہ کی نشانیوں کے طالب ہوتے، کبھی رسول کو شاعر اور کاہن کہتے، کبھی رسول کی اتباع کرنے والوں کو کہتے کہ یہ نادانوں کا گروہ ہے اور یہ معاشرے کے ادنیٰ درجے کے لوگ ہیں، غرض ہٹ دھرمی کی نت نئی صورتیں اختیار کی جارہی تھیں اور حضور ﷺ ان گمراہوں کی ہدایت کے لئے نہایت بے چین رہتے۔ ان حالات میں کلام کا آغاز کرتے ہوئے رسول ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ اپنی جان کیوں گھلا رہے ہیں؟ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ انہوں نے کوئی نشانی نہیں دیکھی، بلکہ ہٹ دھرمی ہے۔ اس تمہید کے بعد مسلسل یہ مضمون چلا گیا ہے کہ طالب حق کے لئے تو خدا کی زمین پر ہر طرف نشانیاں ہی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں جنہیں دیکھ کر وہ حق کو پہچان سکتا ہے۔ لیکن ہٹ دھرم لوگ کسی چیز کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاسکتے، نہ آفاق کی نشانیاں دیکھ کر اور نہ انبیاء کے معجزات دیکھ کر اس مناسبت سے تاریخ کی سات قوموں کے حالات پیش کئے گئے ہیں جنہوں نے اسی ہٹ دھرمی سے کام لیا تھا۔ جس سے کفار مکہ کام لے رہے تھے۔ اس تاریخی بیان کے ضمن میں چند باتیں ذہن نشین کرائی گئی ہیں:

(۱) نشانیاں دو طرح کی ہیں:

ایک تو وہ جو خدا کی زمین پر ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔

دوسری وہ جو فرعون اور قوم فرعون، عاد اور ثمود وغیرہ نے دیکھیں۔ اب فیصلہ کرنا خود کفار کا کام ہے کہ وہ کس قسم کی نشانیاں دیکھنا چاہتے ہیں۔

(۲) ہر زمانے میں کفار کی ذہنیت ایک سی رہی ہے۔ ان کی حجتیں اور اعتراضات یکساں رہے ہیں۔ ان کے حیلے اور بہانے ایک ہی قسم کے رہے ہیں۔ اس کے برعکس ہر زمانے میں انبیاء کی تعلیم ایک رہی۔ ان کی سیرت واخلاق کا رنگ ایک تھا۔ مخالفین کے مقابلہ میں دلیل کا انداز ایک تھا۔ دونوں نمونے تاریخ میں موجود ہیں اور کفار دیکھ سکتے ہیں کہ ان کی اپنی تصویر کس نمونے سے ملتی ہے اور محمد ﷺ کی ذات میں کس نمونے کی علامات پائی جاتی ہیں۔

(۳) اللہ زبردست اور قادر و توانا ہے اور رحیم بھی۔ تاریخ میں اس کے قہر کی بھی مثالیں موجود ہیں اور رحمت کی بھی۔ اب یہ بات کفار کو خود طے کرنی چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو رحمت الٰہی کا مستحق بناتے ہیں یا قہر کا۔ آخری رکوع میں تمام بحث کو سمیٹتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تم لوگ اگر نشانیاں ہی دیکھنا چاہتے ہو تو آخر خوفناک نشانیاں دیکھنے پر کیوں اصرار کرتے ہو جو تباہ شدہ قوموں نے دیکھی ہیں۔ اس قرآن کو دیکھو جو تمہاری اپنی زبان میں ہے!! قرآن لانے والے کو دیکھو! ان کے ساتھیوں کو دیکھو! کیا یہ کلام کسی شیطان یا جن کا کلام ہوسکتا ہے؟ کیا اس کلام کا پیش کرنے والا تمہیں کاہن نظر آتا ہے؟ کیا محمد ﷺ اور ان کے رفقاء تمہیں ویسے ہی نظر آتے ہیں جیسے شاعر اور ان کے ہم مشرب ہوا کرتے ہیں؟

رکوع نمبر ۱ : ﴿طٰسٓمٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾

اس رکوع میں حضور ﷺ کی اس قلبی کیفیت اور دل کی تڑپ کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ کافر اگر ایمان نہ لائے تو آپ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے؟ آپ لوگوں کی ہدایت کے لئے کس طرح بے چین رہتے، دوسری طرف کفار کا حال ہے کہ رسول دلسوزی اور ہمدردی کے ساتھ ان کے روحانی مرض کا نسخہ شفا لاتے ہیں، بار بار ہمدردی ومحبت سے اس نسخے کو استعمال کرنے کے لئے سمجھاتے ہیں مگر یہ کفار کان ہی نہیں دھرتے۔

رکوع نمبر ۲ : ﴿وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ﴾

اس رکوع میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کے دست بازو بنائے جانے کا تذکرہ ہے، پھر ان کا فرعون تک پیغام حق پہنچانے، فرعون کی سخت گیریوں وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے

کہ جب فرعون دلائل سے نہ جیت سکا تو کہنے لگا اپنے خدا کی کوئی نشانی دکھاؤ۔

رکوع نمبر ۳ : ﴿قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ﴾

اس میں بتایا ہے کہ کس طرح فرعون نے جادوگروں کو جمع کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرایا اور کس طرح سارے جادوگر درماندہ رہ گئے اور سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ فرعون نے ان جادوگروں کو سخت دھمکی دی مگر وہ اپنے ایمان پر جمے رہے۔ (سورہ طٰہٰ میں تفصیل آ چکی ہے) اس طرح چند درس دیئے گئے:

(۱) حق کے مقابلہ میں باطل نہیں ٹھہر سکتا۔

(۲) حق ظاہر ہو جانے کے بعد فوراً اسے اختیار کر لینا چاہیے۔ ہٹ دھرمی نہ کرنی چاہئے۔

(۳) حق پر جمے رہنا چاہئے۔

رکوع نمبر ٤ : ﴿وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ﴾

سلسلہ وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چل رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے وحی کے ذریعہ ہدایت دی کہ ایمان لانے والے اپنے ساتھیوں کو لے کر راتوں رات روانہ ہو جاؤ۔ انہوں نے عمل فرمایا۔ فرعون نے ایک لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا، اصحاب موسیٰ علیہ السلام کو خطرہ ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی۔ اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ کی لاٹھی کی ضرب سے دریا پھٹ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پار ہو گئے۔ فرعون مع اپنے لاؤ لشکر اس میں غرق ہو گیا۔

رکوع نمبر ۵ : ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ﴾

اس رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ حق کا تذکرہ کیا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو بتوں کی پرستش سے باز رکھنے کی کوششیں کیں۔ کس طرح انہوں نے نہایت معقول انداز میں بت پرستی کی خرابیاں سمجھائیں۔ وہ سب نہ مانے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی توحید کا نہایت موثر انداز میں سبق دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا تذکرہ ہے تاکہ دلوں میں خوف آخرت پیدا ہو۔

رکوع نمبر ٦: ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

اس رکوع میں مختصر طور پر حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور ان کی قوم کے انکار و سرکشی اور سرکشی پر اصرار، پھر طوفان سے ان کی ہلاکت اور حضرت نوح علیہ السلام اور مومنین کی نجات کے واقعہ کو دہرایا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۷: ﴿كَذَّبَتْ عَادُنِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

اس رکوع میں قوم عاد کا ذکر ہے، ان لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اس قوم کو دعوت توحید دی۔ لیکن قوم عاد نے جواب دیا کہ آپ وعظ فرمائیں یا نہ فرمائیں، ہمارے لئے دونوں برابر ہے۔ آپ کی بات ماننے سے رہے، آپ کی باتیں اگلے لوگوں جیسی ہیں۔ اس طرح قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی اور انکار وسرکشی پر اصرار کیا۔ نتیجہ میں انہیں بھی تباہ کر دیا گیا۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے اصحاب بچا لئے گئے۔

رکوع نمبر ۸ : ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

اس رکوع میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا ذکر ہے کہ رسول نے حق کی دعوت پہنچائی، منکرین نے اعراض وسرکشی کی۔ رسول کا مذاق اڑایا۔ حضرت صالح علیہ السلام کے معجزہ اور نشانی کے طور پر اللہ نے ایک اونٹنی پتھر سے پیدا کر دی تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو خبر دار کر دیا تھا کہ اس اونٹنی کو تکلیف نہ پہنچانا مگر سرکشوں نے اس کی کونچ کاٹ ڈالی، اب اللہ کا عذاب ان پر ٹوٹ پڑا۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اصحاب بچا لئے گئے۔

رکوع نمبر ۹: ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِنِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

اس رکوع میں حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ ودعوت کا ذکر ہے۔ ان کی قوم عقیدوں اور دوسرے اعمال کی گمراہیوں کے ساتھ ساتھ انتہائی فحاشی وبے حیائی میں مبتلا تھی۔ امرد پرستی کی مریض تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا۔ طرح طرح سے ان کو برے کاموں خصوصاً فحاشیوں سے روکنا چاہا، مگر وہ بجائے اس کے کہ اپنی حالت درست کرتے الٹا حضرت لوط علیہ السلام کو ملک بدر کر دینے کی دھمکی دے ڈالی۔ نتیجہ وہی ہوا جو خدا کے حکموں سے سرکشی اور انکار پر اصرار کا نکلنا چاہئے۔

راتوں رات اس قوم پر عذاب کے فرشتوں نے پتھروں کی بارش کر دی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی ایک بوڑھی بیوی بھی اس عذاب کا نشانہ بنی، کیونکہ وہ منکرین حق کی طرفدار تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے صاحبان ایمان مع اہل وعیال بچا لئے گئے۔

رکوع نمبر ۱۰: ﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

اس رکوع میں اصحابہ ایکہ (جنگل) والوں کے واقعہ کا ذکر ہے۔ان لوگوں کی طرف بھی حضرت شعیب علیہ السلام رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ رسول نے توحید، تقویٰ اور اپنی اطاعت کی طرف لوگوں کو بلایا۔ اس قوم میں خصوصیت سے ناپ تول میں کمی بیشی کرنے کا مرض تھا۔ لیکن ان لوگوں نے ہدایت قبول کرنے کے بجائے کبھی اللہ کے رسول کو سحر زدہ (مسحور) کہا اور کبھی ان سے کہا کہ تم جھوٹے ہو اور اگر تم سچے ہو تو آسمان سے کوئی چٹان ہم پر گراؤ۔ غرض جب ان کی سرکشی اور انکار پر اصرار حد سے بڑھ گیا تو ان پر سائبان کا عذاب آ گیا۔ مفسرین نے سائبان کے عذاب سے آگ کی بارش کا عذاب مراد لیا ہے۔

ایک اہم وضاحت

ایکہ اور مدین ایک تھے یا دو۔ مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک ہی قوم تھی دو ناموں سے یاد کی گئی کیونکہ دونوں قوموں کے تذکرے کے وقت جس رسول کا ذکر کیا گیا ہے وہ شعیب علیہ السلام ہی ہیں۔ مختلف قوم کہنے والے مفسرین کہتے ہیں کہ ایک ہی نبی دو آس پاس رہنے والی قوموں کی طرف کیوں نہیں بھیجا جا سکتا۔ لہٰذا جب قرآن نے دو نام استعمال کئے ہیں تو پھر دو قومیں سمجھنی چاہئیں۔ توریت سے بھی اسی خیال کی تائید ہوتی ہے۔

رکوع نمبر ۱۱: ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾

اب ارشاد ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ وہی دعوت حق ہے جو مختلف انبیاء دیتے آئے، یہاں تک کہ آج خاتم النبیین پر اس کا جتنا اہتمام ہو رہا ہے اور وہی وحی ہے جو کبھی صحف ابراہیم اور توریت اور انجیل کے لباس میں آئی تھی، آج قرآن بن کر آئی ہے۔ اس کے ساتھ معاملہ وہی ہو رہا ہے جو پہلے کے رسولوں اور کتابوں کے ساتھ کیا گیا تھا اور پھر یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ آخر کار کامیابی کسے حاصل ہوگی۔ پھر حضور ﷺ کو تبلیغ قرآن اور مومنین کے ساتھ نرمی و خوش اخلاقی اور اللہ پر توکل کی ہدایت کی گئی ہے۔

سورہ نمل

نام: دوسرے رکوع میں وادی النمل (چونٹیوں کی وادی) کا ذکر آیا ہے۔اسی سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: مضمون اور انداز بیان اور روایات سب سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ مکہ کے متوسط دو کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین : یہ سورہ دو خطبوں پر مشتمل ہے۔ یہ خطبہ ابتدائے سورت سے چوتھے رکوع کے خاتمے تک ہے،اور دوسرا خطبہ پانچویں رکوع کی ابتداء سے اختتام تک۔

پہلے خطبہ میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کی رہنمائی سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اس کی بشارتوں کے مستحق صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو ان حقیقتوں کو تسلیم کریں جنہیں یہ کتاب اس کائنات کی بنیادی حقیقتوں کی حیثیت سے پیش نہیں کرتی اور پھر مان لینے کے بعد اپنی عملی زندگی میں اطاعت واتباع کا رویہ اختیار کریں۔ لیکن ہدایت اور عمل صالح میں جو چیز سب سے بڑی رکاوٹ ہے، انکار آخرت ہے۔ یہ انکار انسان کو غیر ذمہ دار بندہ نفس اور دنیوی زندگی کا فریفتہ بنا دیتا ہے۔اس تمہید کے بعد تین قسم کی سیرتوں کے نمونے پیش کئے گئے ہیں:

(۱) ایک نمونہ فرعون اور ثمود کے سرداروں اور قوم لوط کے سرکشوں کا۔جن کی سیرت فکر آخرت سے بے نیازی اور نتیجہ میں بندگی نفس کا مظہر تھی۔ یہ لوگ کسی نشانی کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے بلکہ الٹے داعیان حق کے دشمن ہو گئے۔انہیں عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے سے ایک لمحہ پہلے بھی ہوش نہ آیا۔

(۲) دوسرا نمونہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے۔جن کو خدا نے دولت ،حکومت اور شوکت وعزت سے اس پیمانے پر نوازا تھا کہ کفار مکہ اور ان کے سرداروں کے خواب وخیال میں بھی نہیں سما سکتا۔لیکن ان سب کے باوجود چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے آپ کو خدا کے سامنے جوابدہ سمجھتے تھے اس لئے ہر وقت وہ خدا کے شکر گذار رہتے اور کبر نفس کے ادنیٰ شائبہ کی جھلک بھی ان کی سیرت کے کسی گوشہ میں نہیں پائی جاتی۔

(۳) تیسرا نمونہ ملکہ سبا کا ہے جو تاریخ عرب کی نہایت دولت مند قوم کی حکمراں تھی۔اس کے پاس وہ تمام اسباب جمع تھے جو کسی انسان کو غرور نفس میں مبتلا کر دینے کے لئے کافی ہوا کرتے ہیں۔ پھر وہ ایک مشرک قوم

سے تعلق رکھتی تھی۔ آباؤ واجداد کی تقلید کی بناء پر بھی اور اپنی قوم میں اپنی سرداری کو برقرار رکھنے کی خاطر بھی اس کے لئے شرک کو چھوڑ کر دین حق اختیار کرنا اس سے بہت زیادہ مشکل تھا جتنا کسی عام مشرک کے لئے ہوسکتا ہے۔ لیکن جب حق اس پر واضح ہو گیا تو کوئی چیز اسے قبول حق سے نہ روک سکی۔

دوسرے خطبے میں کائنات کے چند نمایاں حقائق کی طرف اشارے کر کے منکرین سے پوچھا گیا ہے کہ یہ سب شرک کی کیا شہادت دیتے ہیں۔ جس میں تم مبتلا ہو یا اس توحید پر گواہ ہیں جس کی دعوت اس قرآن میں تمہیں دی جارہی ہے۔ اس کے بعد وہ اصل وجہ بتادی گئی کہ فکر آخرت سے انکار اور ذکر آخرت سے بے پرواہی وہ سب کی گانٹھ ہے، جو منکرین کو قبول حق سے روک رہی ہے، خاتمہ کلام میں توحید کی دعوت نہایت موثر انداز میں پیش کر کے لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اسے قبول کرنا تمہارے ہی لئے نفع بخش ہے اور اس کے رد کرنے سے تم خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مارو گے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿طٰسٓ تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾

اس رکوع میں قرآن کی کتاب ہدایت ہونے کا بیان ہے اور یہ کہ ایمان والوں کے لئے بشارت ہے۔ پھر اس واقعے کا تذکرہ کیا ہے کہ کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی۔ آگ کی ضرورت تھی، انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ میں آگ لینے جارہا ہوں، لیکن جب روشنی کے قریب پہنچے تو پروردگار کی آواز سنی۔ وہیں انہیں لاٹھی کے اژدہا بن جانے اور ید بیضا اور دیگر مزید سات معجزات دے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف اصلاح وہدایت کے لئے بھیجے گئے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا﴾

اس رکوع میں پہلے تو حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم وحکمت کا بیان ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ کی جانب سے زبردست حکومت عطا کئے جانے کا تذکرہ ہے اور یہ کہ ان کو جانوروں کی زبان کا علم بھی حاصل تھا۔ پھر ایک دن کے اس واقعہ کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا عظیم الشان لشکر گذر رہا تھا، راستے میں ایک چیونٹی نے گروہ کی چیونٹیوں سے کہا کہ اپنے بلوں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تم سب کو مسل ڈالیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام یہ سن کر مسکرائے اور خدا سے دعا کی کہ اے رب! مجھے توفیق دے کہ تیری اس نعمت اقتدار سے تیری مرضی کے کام لوں۔ (نہ یہ کہ مخلوقات

الٰہی پر ظلم و جور کروں) پھر لشکر میں ہد ہد کو دیکھا تو وہ غائب تھا۔ جب وہ آیا تو اس نے ملکہ سبا کی خبر دی۔ جس کی قوم سورج پرست تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مکتوب ارسال کیا جس میں اس کو توحید و فرمانبرداری کی دعوت دی تھی۔

رکوع نمبر ۳: ﴿قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَفْتُونِي فِي أَمْرِي﴾

ملکہ سبا نے خط دیکھا، ارکان سلطنت سے مشورہ کیا۔ سرداروں نے اپنی قوت و طاقت اور جنگجوئی کا اظہار کرتے ہوئے ملکہ سے اپنی وفاداری کا اظہار کیا۔ ملکہ نے جنگ پسند نہ کی اور تحفہ تحائف دے کر ایک قاصد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ آپ نے سارا مال واپس کر دیا اور کہا کہ تم مال و دولت کے ذریعہ ہماری مدد کرنا چاہتے ہو، لے جاؤ، اللہ نے اس سے بڑھ کر اور بہتر ہمیں دیا ہے۔ (ہم نے اسلام کی دعوت دی ہے توحید کا اقرار چاہتے ہیں) قاصد واپس چلا گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کا تخت اپنے لشکر کے ایک کارندے کے ذریعہ اٹھا منگوایا۔ پھر اس میں تھوڑی سی شکل کی تبدیلی کرا دی۔ اس کے بعد ملکہ سبا (بلقیس) آئیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کے تخت کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ویسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل کی آئینہ بندی کی ہوئی زمین کو دیکھ کر انہیں خیال گذرا کہ یہ پانی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کی غلط فہمی دور کی۔ پھر وہ ایمان لا کر مسلمان ہو گئیں۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾

اس رکوع میں حضرت صالح علیہ السلام کے خلاف ان کی قوم (ثمود) کے چند لوگوں کی ایک سازش کا تذکرہ ہے کہ شہر کے نو آدمیوں نے قسم کھائی کہ رات کے وقت حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے۔ پھر ہم بھاگ جائیں۔ لوگوں کے پوچھنے پر کہہ دیں گے کہ ہم یہاں موجود ہی نہ تھے۔ لیکن ساری سازش دھری کی دھری رہ گئی اور پوری نافرمان قوم ہلاک کر دی گئی۔

(ہجرت نبوی کے موقع پر قریش مکہ کی سازش اور اس کی ناکامی کے ساتھ کتنی مماثلت ہے)

پھر مختصر طور پر حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ اور ان کی قوم کی شرارتوں اور بدکاریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان پر عذاب کے آنے کا ذکر کیا ہے۔

پارہ نمبر ۲۰
أمّن خلق

رکوع نمبر ۵: ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰىؕ آللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾

اس رکوع میں خدا کے وجود اور اس کی توحید پر انسان کے چاروں طرف پھیلی ہوئی اللہ کی بے شمار نشانیوں اور نعمتوں کے ذریعہ نہایت دل نشین انداز میں ثبوت پیش کیا گیا ہے کہ یہ بارش اور اس کی یہ کرشمہ سازیاں کیا خود بخود ہیں؟ اس کے پیچھے کسی مدبر اور حکیم کا ہاتھ نہیں؟ یہ زمین اور یہ آسمان اور یہ سمندر کس نے بنائے؟ وہ کون ہے جو ہواؤں کی خوشگواریوں کے ذریعہ اپنی رحمتیں بھیجتا ہے۔ وہ کون ہے جو تمہارے لئے زمین و آسمان سے رزق کے سروسامان فراہم کرتا ہے۔ وہ کون ہے کہ مشکلات میں پھنسا ہوا دل جب اسے پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار سکتا ہے اور اس سے برائی دفع کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

رکوع نمبر ۶: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَا﴾

اس رکوع میں مندرجہ ذیل باتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) منکرین آخرت کا تعجب اور اعتراض کہ آخر مرنے کے بعد زندہ کس طرح ہوں گے اور اس کا جواب۔

(۲) حضور ﷺ کو تسلی کہ منکرین کے ایمان نہ لانے پر غمگین نہ ہوں۔

(۳) اللہ کے عالم الغیب ہونے کا بیان کہ وہ ہر ظاہر و باطن چیز کا علم رکھتا ہے۔ دلوں کے بھید تک سے واقف ہے اسلئے ہر شخص اپنے عمل اور اپنی سازشوں اور منصوبوں اور نیتوں اور ارادوں کے مطابق ٹھیک بدلہ پائے گا۔

(۴) قرآن میں بنی اسرائیل کے واقعات اور ان کے اختلافات وغیرہ اس لئے ہیں تا کہ مسلمان عبرت

حاصل کریں۔

(۵) قیامت کے قاریب دابۃ الارض کا ظہور ہوگا۔

رکوع نمبر۷: ﴿وَ یَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ﴾

اس رکوع میں قیامت کی ہولنا کیوں کا بیان ہے کہ کس طرح نفخ صور کے وقت آسمان وزمین جو کچھ ہے سب دہل جائے گا۔ پہاڑ بادلوں کی طرح اڑتے دکھائی دیں گے۔ پھر بیان کیا ہے کہ مومن صالح اس دن کے خوف سے مامون رہیں گے۔ گمراہ و بدکار اوندھے منہ جہنم میں جائیں گے۔ پھر توحید کا سبق دیا ہے اور یہ کہ قرآن ہدایت کی راہ دکھاتا ہے، جس نے اسے سمجھا اور اس پر عمل کیا اس نے اپنا ہی بھلا کیا اور جس نے گمراہی اختیار کی اس نے اپنے لئے شامت جمع کی۔ رسول ﷺ کا کام تو بس برے اعمال کے برے نتیجوں سے خبردار کر دینا ہے۔

سورہ قصص

نام: آیت نمبر ۲۵ کے فقرہ ﴿ وقص علیه القصص ﴾ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ شعراء، سورۂ نمل اور سورۂ قصص یکے بعد دیگرے نازل ہوئیں۔

مضامین: اس سورۃ کا موضوع ان شبہات اور اعتراضات کا دور کرنا ہے جو رسالت محمدی ﷺ پر کئے جاتے تھے اور ان عذرات کا قلع قمع کرنا ہے جو رسول ﷺ پر ایمان نہ لانے کے لئے پیش کئے جاتے تھے۔ اس غرض کے لئے سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مفصل قصہ بیان کیا گیا ہے جو زمانہ نزول کے حالات سے مل کر خود بخود یہ حقیقتیں سامنے لاتا ہے۔

(۱) اللہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے وہ غیر محسوس طریقے سے اسباب و ذرائع فراہم کر دیتا ہے۔ جس بچہ کے ہاتھوں آخر کار فرعون کا تختہ الٹنا تھا اسے اللہ نے خود فرعون ہی کے گھر میں اس کی اپنے ہاتھوں پرورش کرایا۔ نہ فرعون یہ جان سکا کہ وہ کسے پرورش کر رہا ہے۔ اس خدا کی مشیت سے کون لڑ سکتا ہے اور کس کی چالیں

اس کی تدبیروں کے مقابلے میں کامیاب ہوسکتی ہیں۔

(۲) نبوت کسی بڑے جشن اور زمین و آسمان سے کسی بھاری اعلان کے ساتھ نہیں دی جاتی، مخالفین کو حیرت ہے کہ محمد ﷺ کو چپکے سے بیٹھے بٹھائے یہ نبوت کہاں سے مل گئی۔ مگر جس موسیٰ علیہ السلام کا تم خود حوالہ دیتے ہو کہ ﴿لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ﴾ اسے وہ کچھ کیوں نہ دیا گیا جو موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا اسے بھی اسی طرح راہ چلتے نبوت مل گئی تھی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ (آیت نمبر ۴۸)

(۳) جس بندے سے خدا کوئی کام لینا چاہتا ہے وہ بغیر کسی لاؤ لشکر اور سروسامان کے اٹھتا ہے اور مادی طاقت کی کوئی قسم اس کی مددگار نہیں ہوتی۔ مگر بڑے بڑے لاؤ لشکر والے آخر کار دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

(۴) منکرین قرآن جو یہ حوالہ دیتے ہیں کہ محمد ﷺ کو وہ کچھ کیوں دیا گیا جو موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ یعنی عصا، اور ید بیضاء وغیرہ معجزے۔ گویا یہ ایمان لانے کو تیار بیٹھے ہیں، بس انتظار ہے تو یہ کہ ان کو وہ معجزے دکھائے جائیں جو موسیٰ نے فرعون کو دکھائے تھے۔ مگر ان منکرین کو معلوم بھی ہے کہ جن لوگوں کو وہ معجزے دکھائے گئے تھے انہوں نے کیا کیا تھا؟ وہ انہیں دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔ انہوں نے اسے جادو کہا۔ اس مرض میں آج یہ منکرین قرآن مبتلا ہیں۔ پھر ان منکرین کو یہ بھی خبر ہے کہ جن لوگوں نے وہ معجزے دیکھ کر حق کا انکار کیا تھا، ان کا انجام کیا ہوا۔ اب کیا یہ منکرین بھی اپنی ہٹ دھرمی سے معجزہ مانگ کر اپنی شامت بلانا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد پانچویں رکوع سے اصل موضوع پر براہ راست کلام شروع ہوگیا ہے۔ رسالت محمد ﷺ کے ثبوت کے مختلف ٹھوس دلائل دیئے گئے۔ خاص طور پر یہ کہ آپ امّی ہونے کے باوجود دو ہزار برس پہلے گذرا ہوا ایک تاریخی واقعہ اس تفصیل کے ساتھ من وعن سنا رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کے شہر اور آپ کی برادری کے لوگ خوب جانتے ہیں کہ آپ کے پاس معلومات حاصل کرنے کا کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس کی وہ لوگ نشان دہی کرسکیں۔ ساتھ ہی نبوت محمدی ﷺ پر مختلف اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ پھر کفار مکہ کو اس واقعہ پر عبرت اور شرم دلائی گئی ہے جو اسی زمانے میں پیش آیا کہ باہر کے کچھ عیسائی مکہ آئے اور قرآن کے وہ منکر ایمان لے آئے مگر مکہ کے لوگ اپنے گھر کی اس نعمت و رحمت سے مستفید تو کیا ہوتے ان کے ابوجہل نے الٹی ان مسلمان ہوجانے والے عیسائی حضرات کی بے عزتی کی۔

رکوع نمبر ۱: ﴿طٰسٓمّٓ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ﴾

اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ (فرعون کو جب اپنے نجومیوں اور جوتشیوں کے ذریعہ یہ خبر ملی کہ ایک لڑکا اس سال پیدا ہونے والا ہے جو فرعون کے اقتدار کو ختم کردے گا تو اس نے پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کرانا شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں اللہ نے یہ بات ڈال دی کہ وہ ایک صندوق میں بند کر کے موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیں۔ وہ صندوق بہاؤ پر جانے لگا۔ والدہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا کہ کنارے کنارے اس صندوق کے ساتھ ساتھ چلی جا۔ دیکھ کیا حال ہوتا ہے۔

صندوق کو فرعون کے چند رشتہ داروں نے نکالا۔ محل میں لائے تو دیکھا کہ جیتا جاگتا بچہ ہے۔ فرعون کی بیوی نے کہا اسے قاتل نہ کر، یہ اتنا پیارا ہے کہ تیری اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک بن سکتا ہے۔ پھر اس بچہ کے لئے دودھ پلوانے والی کی فکر ہوئی، کسی عورت کا دودھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ پی رہے تھے۔ اب ان کی بہن کو موقعہ ملا جو صندوق کے ساتھ ساتھ یہاں تک پہنچی تھیں اور انہوں نے دودھ پلانے والی ایک عورت کی حیثیت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو محل تک لانے کے لئے لوگوں سے کہا۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اللہ نے پھر اپنے بچے تک پہنچا دیا۔ اس خدائی تدبیر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام خود فرعون کی محل میں پرورش پانے لگے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓی اٰتَیْنٰهُ حُکْمًا﴾

اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جوانی کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک مظلوم اسرائیلی کو ایک قبطی مار رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں کو چھڑانا چاہا اور کہا کہ یہ کیا شیطانی حرکت ہو رہی ہے۔ قبطی کو انہوں نے اس زور سے تھپڑ مارا کہ وہ گرا اور مر گیا۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے دھکے کے سبب ایک جان چلی گئی تو انہیں بڑا افسوس ہوا اور فوراً اللہ سے مغفرت طلب کی۔ دوسرے دن انہوں نے دیکھا کہ وہی اسرائیلی ایک قبطی سے جھگڑ رہا ہے، یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو ہی شریر ہے۔ پھر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر چاہا کہ اس قبطی کو روکیں کہ اسرائیلی نے سمجھا کہ یہ مجھے مارنے کو ہاتھ اٹھا رہے ہیں وہ چیخ پڑا کہ اے موسیٰ علیہ السلام کل جس طرح تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا کیا

آج مجھے ختم کرنے کا ارادہ ہے؟ اتنے میں ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ قوم فرعون کے سرداروں نے تمہارے قتل کے سامان کر لئے ہیں۔ یہاں سے نکل جایئے۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شہر سے ہجرت فرمائی اور تمام راستے اپنے رب سے یہ دعا مانگتے جاتے تھے۔ ﴿رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (انہوں نے فرمایا، اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔)

رکوع نمبر ۳: ﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّیْ﴾

واقعہ کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کا رخ فرمایا۔ حالت سفر میں ایک گھاٹ پر پہنچے۔ وہاں پانی کے لئے لوگوں کا ہجوم تھا۔ دو جوان عورتیں الگ تھلگ کھڑی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ چرواہے جب تک نہ چلے جائیں ہم اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلا سکتے۔ ہمارے والد بوڑھے ہیں، وہ آ نہیں سکتے۔ اس لئے مجبوراً ہم کو ہی آنا پڑا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بکریوں کو پانی پلوا دیا۔ وہ عورتیں چلی گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہیں ایک درخت کے سائے میں ستانے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان عورتوں میں سے ایک شرمائی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں اور کہا کہ میرے والد بلاتے ہیں تاکہ تم نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان بزرگ کے پاس پہنچے اور ساری آپ بیتی ان کو سنائی۔ یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ انہوں نے فرمایا، گھبراؤ نہیں۔ اللہ نے تمہیں ظالم قوم سے نجات دے دی۔ پھر ان عورتوں میں سے ایک نے اپنے بوڑھے والد کو مشورہ دیا (کہ اس نووارد مسافر کو ملازم رکھ لیں کیونکہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ بکریاں وغیرہ چرانے کے لئے بڑی دشواری ہوتی ہے۔) ان بزرگ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں اپنی ان دو لڑکیوں میں سے کسی ایک سے تمہارا نکاح کر سکتا ہے (اور اس طرح تمہیں ٹھکانا مل جائے گا) لیکن بطور مہر کے آٹھ سال بکریاں چرانی ہوں گی اور اگر دس سال چراؤ گے تو یہ تمہاری مہربانی ہوگی، زور نہیں ڈالتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبول فرمالیا۔

رکوع نمبر ٤: ﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖ﴾

اس رکوع میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی مدت پوری کر چکے تو اپنی اہلیہ کو لے کر روانہ ہوئے۔ راستے میں آگ کی ضرورت پڑی۔ طور سامنے تھا۔ وہاں روشنی دیکھی، خیال کیا آگ ہے، تو اس

مبارک وادی کے ایک مبارک گوشے سے آواز آئی وہ آواز اللہ رب العالمین کی تھی۔ وہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت سے سرفراز کئے گئے۔ عصائے موسیٰ علیہ السلام، ید بیضا وغیرہ کے معجزات ملے اور فرعون کو پیغام الٰہی پہنچانے اور راہ ہدات دکھانے کا حکم ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مدد کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام کا نام پیش فرمایا۔ بارگاہ الٰہی سے حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ منصب عطا فرمایا گیا۔ فرعون کے پاس آئے۔ دعوت حق دی، توحید کا سبق دیا، فرعون نے ردوقدح کی۔ تھوڑا مذاق اڑایا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی۔ خدا کے مقابلے میں تکبر اور ظلم وفساد اور انکار حق اور اس پر اصرار جب آخری نقطے تک پہنچ گیا تو بالآخر وہ اور اس کا لشکر غرق دریا کر دیا گیا۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَا اَهْلَكْنَا﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ نے توریت نازل فرمائی (بنی اسرائیل نے جیسی کچھ حرکتیں کیں گذشتہ مختلف سورتوں میں آ چکا ہے) پھر ایک نہایت طویل عرصہ گذر گیا۔ انبیاء ورسل کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ لوگوں کا انکار وتکذیب کا معاملہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ قرآن نازل ہوا اور لوگ اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ کر رہے ہیں جو گذشتہ کتب الٰہیہ کے ساتھ ہو رہا ہے۔

رکوع نمبر ٦: ﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

نزول قرآن سے پہلے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو توریت وانجیل پر ایمان رکھتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے۔ جب قرآن نازل ہوا تو وہ قرآن پر ایمان لے آئے۔ ایسے لوگوں کے لئے اس رکوع میں کہا گیا ہے کہ ان کو دوگنا ثواب ملے گا۔

پھر یہ بات کہی گئی ہے کہ بہت سی ایسی بستیاں تھیں جو اپنی خوشحالی پر اتراتی تھیں، لیکن آج ان کے وہ کھنڈر ان کی تباہی پر گواہ ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں۔

اس کے بعد پھر دنیا کے مال ومتاع کی حقیقت سمجھائی ہے کہ یہ فانی ہیں۔ چند روزہ ان سے فائدہ اٹھالیا جاتا ہے، پھر ان کو چھوڑ کر چلے جانا پڑتا ہے۔ البتہ اللہ کے یہاں جو کچھ انعامات ملیں گے وہ کہیں بہتر ہیں اور ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔

رکوع نمبر ۷: ﴿اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ﴾

اس رکوع میں پہلے شرکت کی مذمت کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن وہ شرکاء کام نہ آئیں گے جن کو اللہ کے ساتھ یہ مشرکین شریک ٹھہراتے ہیں۔ پھر کچھ قیامت کے احوال بتائے ہیں۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے انتظامات بدل ڈالے تو کون ہے جو آڑے آسکے۔

رکوع نمبر ۸: ﴿اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى﴾

اس رکوع میں قارون اور اس کی بے حد وحساب دولت کا تذکرہ ہے کہ اس کے خزانہ کی محض کنجیاں اتنی زیادہ تھیں کہ ان کے بوجھ کو ایک اچھی خاصی جماعت بھی مل کر بمشکل اٹھا سکتی تھی۔ اس کی قوم کے کچھ لوگ اسے نصیحت کرتے کہ اپنے مال ومتاع پر اس قدر نہ اترا اور اللہ نے جو کچھ تجھے دے رکھا ہے اس سے آخرت کے سامان تیار کر جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا تو بھی اللہ کے ان بندوں پر احسان کر جو مستحق ہیں اور جن کو سہارا اور جن کی مدد کرنی چاہئے۔ مگر قارون کہا کرتا کہ یہ سب میری ذاتی قابلیتوں اور صلاحیتوں کی بناء پر ہیں۔ اس میں اللہ میاں کو کیا دخل؟ دوسری طرف بہت سے ایسے لوگ تھے جو دنیا پرستی میں مبتلا تھے۔ چنانچہ ایک دن قارون اپنی پوری شان وشوکت اور سج دھج کے ساتھ جو اپنے محل سے باہر نکلا تو ایسے لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ کاش ہمیں بھی ٹھاٹ باٹ حاصل ہوتا۔ واقعی قارون بڑا خوش قسمت ہے۔ لیکن اہل علم وبصیرت نے کہا کہ افسوس ہے تمہاری ذہنیت پر۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آخرت کی وہ نعمتیں ان سے کہیں بڑھ کر ہیں جو صاحبان ایمان وعمل صالح کے لئے مخصوص ہیں۔

اس کے بعد اس رکوع میں قارون اور اس کے خزانہ کا انجام بتایا ہے کہ اللہ نے اسے مع اس کے خزانہ کے زمین میں دھنسا دیا اور کوئی نہ تھا جو اس کی مدد کرتا اور بچالیتا۔ دوسرے دن قارون کی حالت پر وہی رشک کرنے والے لوگ یہ کہنے لگے کہ بڑی خیر ہوئی جو ہم قارون کی طرح نہ تھے۔ اگر اللہ کا احسان ہم پر نہ ہوتا تو آج ہمارا ٹھکانہ بھی زمین کے پیٹ میں ہوتا۔

رکوع نمبر ۹: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ﴾

اس رکوع میں تکبر اور زمین پر فتنہ وفساد سے روکا گیا ہے اور بتایا ہے کہ آخرت کا آرام دہ گھر ایسے لوگوں

کے لئے ہے جو تکبر نہیں کرتے۔ اپنی دنیوی دولت پر نہیں اتراتے۔ نیک عمل کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس کے بعد رسول ﷺ کو فاتح کی حیثیت سے مکہ آنے کی بشارت دی گئی اور یہ خوشخبری اس وقت دی گئی ہے جبکہ ابھی آپ مکہ ہی میں تھے اور کفار مکہ آپ کو ہجرت پر مجبور کر رہے تھے اور چند ہی دنوں کے بعد آپ نے ہجرت فرمائی، پھر توحید کا سبق دیا گیا اور ہر وقت آخرت کو ملحوظ رکھنے کی تلقین ہے۔

سورہ عنکبوت

نام : چوتھے رکوع میں ''عنکبوت'' (مکڑی) کا لفظ آیا ہے۔ اسی کو علامتی نام دیا گیا ہے۔

زمانہ نزول : ان حالات اور اس زمانہ میں نازل ہوئی جن میں ہجرت حبشہ واقع ہوئی تھی۔

مضامین: اس سورۃ کا زمانہ نزول مسلمانوں پر شدید مصائب و مظالم کا تھا۔ اس بناء پر اس سورہ میں ایک طرف صادق الایمان مسلمانوں میں عزم و ہمت و استقامت پیدا کرنے کے لئے نہایت زوردار اور ولولہ انگیز خطبہ ارشاد ہوتا ہے اور دوسری طرف ضعیف الایمان لوگوں کو غیرت دلائی گئی ہے اور یہ سنت اللہ بتائی گئی ہے کہ آزمائشوں کی بھٹی سے کندن ہو کر نکلنے کے بعد ہی کامیابی اور فتح قدم چومتی ہے۔ ساتھ ہی کفار کو سخت تہدید کی گئی ہے کہ وہ اپنے حق میں اس انجام کو دعوت نہ دیں جو عداوت حق کا طریقہ اختیار کرنے والے ہر زمانے میں دیکھتے رہے ہیں۔ ان ہی امور کی شہادت کے لئے گذشتہ انبیاء کے کچھ قصے بیان ہوئے ہیں جن سے عزم و ہمت و استقامت کی گواہی بھی ملتی ہے۔ آزمائشوں کے آنے سے متعلق سنت اللہ کی بھی اور آخرکار اہل حق کے کامیاب ہونے اور دشمنان حق کے تباہ و برباد ہونے کی شہادتیں بھی۔

ساتھ ہی بعض نوجوان مسلمانوں کے سامنے ان کے والدین اور قدامت پسند جو سوالات اٹھا رہے تھے ان کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ مثلاً والدین کی اطاعت کا سبق خود قرآن نے دیا ہے۔ اس لئے ہمارا حکم یہ ہے کہ تم محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ دو۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ظلم و ستم جب نا قابل برداشت ہو جائے اور تمہارے لئے زمین تنگ کر دی جائے تو دین و ایمان چھوڑنے کے بجائے گھر بار اور وطن چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاؤ۔ خدا کی زمین وسیع

ہے جہاں خدا کی بندگی کر سکو وہاں چلے جاؤ۔

ساتھ ساتھ توحید اور معاد کے متعلق دلائل بھی لائے گئے ہیں اور شرک کی تردید بھی جابجا کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ محض زبان سے اللہ کا اقرار اور ایمان کا دعویٰ مفید نہیں جب تک کہ اس کے مطابق عمل صالح نہ ہو اور جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں تا کہ وہ ایک طرف تو آزمائش کی بھٹی سے نکھر کر نکلیں اور دوسری طرف اپنے آپ کو سچا ثابت کریں، پھر جو لوگ برائیاں کرتے ہیں ان کو دھمکی دی گئی ہے کہ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ سے بچ کر نکل جائیں گے؟

پھر والد سے حسن سلوک کی تعلیم دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اگر وہ کسی ایسی بات کا حکم دیں جو شرک وغیرہ جیسی اللہ کی معصیت کی ہو تو ان کی اطاعت ہرگز نہ کرنی چاہئے۔ پھر کہا ہے کہ بہت سے لوگ اللہ پر ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن جب اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی راہ میں مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو دنیا والوں کی سختیوں کو اللہ کے عذاب کی طرح ہولناک سمجھتے ہیں اور اگر مسلمانوں کو اللہ کی مدد ملتی ہے تو پھر فوراً آگے آگے ہو کر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے، حالانکہ اللہ ایسے لوگوں کی حالتوں اور ان کے دلوں کے بھید سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ﴾

اس رکوع میں مسلمانوں کو یہ بتانے اور حضور ﷺ کو تسلی دینے کے لئے کہ خدا کی راہ میں انبیاء نے اور ان کے پیروی کرنے والوں نے کیا کیا مصیبتیں جھیلیں، پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا اور پھر اس واقعہ کو تمام جہان والوں کے لئے عبرت و نصیحت قرار دیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس رکوع میں صرف تمہید ہے کہ انہوں نے لوگوں کو گمراہی اور شرک سے باز رہنے کی کس کس طرح نصیحتیں کیں۔ لیکن لوگوں نے ان کی تکذیب کی۔ اگلے رکوع میں مخالفین کے تشدد و ایذا رسانی کا ذکر ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت حق کے جواب میں ان کی قوم نے یہ کہا کہ ان

کو قتل کر دو یا آگ میں جلا دو۔ چنانچہ جب وہ نمرود کے پاس طلب کئے گئے اور وہاں نمرود سے مکالمہ ہوا اور نمرود لاجواب ہو گیا تو انہوں نے اس کو آگ میں پھینک دیا۔ لیکن اللہ نے اپنے خلیل کو آگ میں جلنے سے بچا لیا۔

پھر حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہے (جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو شام میں دعوت و تبلیغ کے لئے مقرر کیا تھا) حضرت لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ لوگ دوسرے گناہوں کے ساتھ بدکاریوں میں بری طرح مبتلا ہیں تو ان کو نصیحتیں کیں۔ خدا کے عذاب سے ڈرایا، ایمان کی طرف بلایا، لیکن وہ بجائے اس کے کہ راہ ہدایت اختیار کرتے الٹا حضرت لوط علیہ السلام کے دشمن ہو گئے اور انہیں ملک بدر کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ بالآخر ایسے بدکاروں پر اللہ کے عذاب کے آنے کا وقت آن پہنچا۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرٰى﴾

اس رکوع میں پہلے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے بدکاروں پر عذاب الٰہی کا ذکر ہے کہ کس طرح ایک رات فرشتوں کی ایک جماعت بھیجی گئی اور اس نے پتھروں کی بارش کر کے سارے بدکاروں کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم (اہل مدین) کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے بھی اپنے نبی کی تکذیب کی اور درپئے آزار ہوئے۔ بالآخر ان کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد قوم عاد اور ثمود کی نافرمانیوں اور ان کے مبتلائے عذاب ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

پھر قارون، فرعون اور ہامان کا ذکر ہے کہ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوت حق پہنچایا مگر انہوں نے تکذیب کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تکلیفیں دیں۔ بالآخر قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ ہامان کو کڑک کے عذاب سے جلا ڈالا۔ فرعون کو مع اس کے لشکر کے غرق کر دیا گیا۔ اس کے بعد آخر میں مشرکین کی حالت کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی ہے کہ جو لوگ شرک کرتے ہیں ان کا سہارا مکڑی کے جالے کی طرح ہوتا ہے جو انتہائی کمزور ہوتا ہے۔

پارہ نمبر ۲۱
أتل ما أوحی

رکوع نمبر ۵: ﴿اُتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾

اس رکوع میں پہلے نماز کی تاکید کی گئی ہے کہ نماز فحش اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اس کے بعد اہل کتاب کو بہترین انداز میں نصیحت کرنے کی تلقین ہے، پھر بتایا ہے کہ اگر عقل وفہم سے کام لیا جائے گو کوئی وجہ نہیں کہ قرآن میں شک وشبہ نظر آئے پھر بتایا گیا ہے کہ لوگ معجزہ طلب کرتے ہیں۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ قرآن حکیم بذات خود ایک معجزہ ہے۔

رکوع نمبر ٦: ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ بتایا ہے کہ جو لوگ باطل پرست ہیں وہ سخت گھاٹے میں ہیں۔ پھر بتایا گیا ہے کہ اللہ کی صفت یہ رہی ہے کہ اتمام حجت کے بعد عذاب آتا ہے اور جب وہ وقت آجائے گا تو پھر لوگ اسے چکھ لیں گے۔ اس کے بعد یہ تعلیم دی ہے کہ اگر وطن کی زمین اسلامی زندگی بسر کرنے کے لئے تنگ کر دی جائے تو ہجرت کر جانی چاہئے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے ان کی باز پرس ہوگی۔ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ اللہ کا رزق کسی خاص جگہ سے وابستہ نہیں ہر جگہ سے ملے گا۔

رکوع نمبر ۷: ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ﴾

اس رکوع میں پہلے تو دنیوی زندگی کی بے ثباتی کو بتلا کر کہا ہے کہ آخرت کی زندگی ہی حقیقت میں زندگی ہے کہ پھر موت وفنا نہیں۔

پھر کہا ہے کہ جب لوگوں پر مصیبت آن پڑتی ہے یا کسی خطرے کا سامنا ہوتا ہے تو پھر خدا یاد آتا ہے لیکن جب اس مصیبت اور خطرے سے اللہ اس کو نجات دے دیتا ہے تو اللہ کی ناشکری کرتے اور باطل پرستی میں

منہمک ہو جاتے ہیں۔حق کو جھٹلانا،جہنم کو اپنا ٹھکانا بنانا ہے۔پھر آخر میں اللہ کا ذکر بلند کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

سورہ روم

نام : پہلی ہی آیت ﴿غلبت الروم﴾ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : ۶۱۵ء یعنی جس سال ہجرت حبشہ واقع ہوئی اسی سال یہ سورہ نازل ہوئی۔

مضامین : آغاز میں روم کے مغلوب ہو جانے کا تذکرہ کرتے ہوئے پھر ان کے غالب ہونے کی خبر دی گئی ہے اور یہ رسالت محمدی ﷺ پر کھلی شہادت ہے، کیونکہ بعد کی تاریخ میں بتلا دیا گیا کہ رسول ﷺ نے جو خبر دی تھی وہ صحیح تھی اور ایسی خبر وہی دے سکتا ہے جس کا ذریعہ معلومات وحی ہو۔

ساتھ ہی اس سے یہ سبق بھی حاصل ہوتا ہے کہ انسان محض سطح بیں ہے وہ وہی کچھ دیکھتا ہے اور دیکھ سکتا ہے جو بظاہر اس کی آنکھوں کے سامنے ہو، مگر ظاہر کے پیچھے جو کچھ ہے اسے اس کی خبر تک نہیں ہوتی، یہ ظاہر بینی جب دنیا کے ذرا ذرا سے معاملات میں غلط فہمیوں اور غلط اندازوں کا سبب ہوتی ہے تو پھر بحیثیت مجموعی پوری زندگی کے معاملے میں ظاہر حیات پر اعتماد کر بیٹھنا کتنا خطرناک ہو سکتا ہے،اس طرح کام کا رخ خود بخود آخرت کی طرف پھر گیا۔اور مسلسل تین رکوعوں تک آخرت کے ممکن ہونے،اس کے معقول ہونے اور اس کی ضرورت پر دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔

اس سلسلہ میں آخرت پر کائنات کے جن آثار کو شہادت کے طور پر پیش کیا گیا ہے وہی توحید پر بھی دلالت کرتے ہیں،اس لئے چوتھے رکوع سے تقریر کا رخ توحید کے اثبات اور شرک کی تردید و مذمت کی گئی ہے۔

آخر میں تمثیل کے پیرایہ میں سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح مردہ زمین کے حق میں بارش رحمت ہے اسی طرح مردہ انسانیت کے حق میں قرآن باران رحمت ہے۔اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے ورنہ وقت ختم ہونے کے بعد پچھتانے کا کوئی حاصل نہ ہوگا۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ﴾

ایران بت پرستوں یا آتش پرستوں کا ملک تھا اور رومی اہل کتاب تھے،ایک جنگ میں ایران سے رومی

شکست کھا گئے۔اس واقعہ کے بعد مشرکین مکہ مسلمانوں کواور ستانے لگے کہ مشرکوں کے مقابلے میں خدا کو ماننے والے شکست کھا گئے اس موقع پر آیتیں نازل ہوئیں جس پر روم کے مغلوب ہونے کی خبر دیتے ہوئے یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ پھر عنقریب رومی غالب آجائیں گے۔اسی کے ساتھ اسلام کے غلبہ کی پیشگوئی ہے کہ جب اللہ کی حکومت ہوگی تو وہ دن مومنوں کے لئے خوشی کا ہوگا۔(جس زمانہ میں پیش گوئیاں کی گئیں تھیں، مسلمان مادی حیثیت سے بہت کمزور تھے کفار مکہ طاقتور تھے) کسی طرح کے ظاہری آثار نہ تھے کہ مسلمانوں کو غلبہ ہوگا اور اسی لئے کفار مکہ ہنستے اور مذاق اڑاتے تھے، لیکن چند سال میں پھر رومی غالب ہوگئے اور اس پیشین گوئی کا ایک حصہ سچ ہوا، اس کے بعد دن بدن مسلمانوں کو طاقت حاصل ہوتی گئی۔غزوہ بدر کے موقع پر ایک طرف تو مسلمانوں کی قوتوں کا فتحیاب ہورہا تھا اور دوسری طرف بدر ہی کے دن ایران پر رومی غالب آئے تھے۔

رکوع نمبر ۲:﴿اَللّٰهُ يَبْدَؤُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ﴾

اس رکوع میں قیامت کے واقع ہونے کی دلیلیں دی گئی ہیں کہ خدا ہی مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔انسانوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اور وہی موت کے بعد پھر زندہ کرے گا۔

ساتھ ہی اہل جنت اور اہل جہنم کا مقابلہ کیا ہے کہ قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا۔اہل جنت کتنے مسرور ہوں اور اہل جہنم کس قدر گھاٹے میں رہیں گے۔

رکوع نمبر ۳:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ﴾

اس رکوع میں کائنات میں پھیلی ہوئی بے شمار چیزوں کا تذکرہ کیا گیا اور اللہ کی ربوبیت اور اس کے نظام کو سامنے لاکر بتایا کہ ایسی قدرتوں کو دیکھتے ہوئے پھر حشر نشر کا قائل نہ ہونا کس قدر بے عقلی کی بات ہے۔

رکوع نمبر ٤:﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ﴾

اس رکوع میں پہلے تو مشرکین کو ایک مثال دے کر بتایا ہے کہ جب تم لوگ اپنے غلاموں کو اپنے مال ومتاع میں شریک اور تصرف کا حق نہیں دیتے تو پھر خدا کے ساتھ دوسروں کو کس طرح شریک ٹھہراتے ہو؟ یہ زمین و آسمان اور اس میں جو کچھ بھی ہے سب کا خالق و مالک اللہ ہی ہے تو پھر اس کی ملکیت میں خدا کے غلام کو شریک ٹھہرانا چہ معنی دارد؟ پھر اسلام کو دین فطرت قرار دیتے ہوئے تعلیم دی ہے کہ اسلام سے برگشتگی دراصل فطرت

سے فرار ہے اور فطرت سے بھاگ کر کوئی شخص کامیاب نہیں ہوسکتا، پھر نماز اور تقویٰ پر کاربند ہونے کی تلقین کی ہے اور زکوٰۃ کی خوبی اور فائدے بتائے ہیں۔ اس کے بعد مشرکین کو نصیحت کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۵: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں فتنہ وفساد اور بدعملی دراصل انسانوں کی خود کاشت ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ انسان دین فطرت یعنی اسلام کی حکیمانہ تعلیمات کو اختیار کرے۔ پھر کچھ گذشتہ قوموں کی بداعمالیوں کے نتائج ذکر کئے ہیں۔ اس کے بعد اللہ کی قدرت اور اس کی نشانیوں کا ذکر ہے اور آخر میں کہا گیا ہے کہ کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی بے شمار نشانیاں دیکھ کر بھی خدا کو نہ پہچانا گیا تو یہ اندھا پن ہے۔ یہ زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہونے کی علامت ہے، جو نہ کچھ سنتا اور نہ دیکھتا ہے، لہٰذا قرآن کی دعوت سے بہرے، اندھے اور مردے کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

رکوع نمبر ٦: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ﴾

اس رکوع میں انسان کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ وہ شروع شروع میں کمزور و بےبس ہوتا ہے۔ پھر جوانی آتی ہے اور قوت وتوانائی والا بنتا ہے۔ پھر بڑھاپا آتا ہے اور ضعیف وناتواں ہوکر رہ جاتا ہے۔ مقصد یہ کہ انسان میں جب تک قوت وتندرستی ہے اسے غنیمت سمجھے اور عمل صالح میں سرگرم رہے تاکہ وہ اس وقت کام آئی جب وہ وقت نہ رہے اور موت کے بعد قیامت کے دن اس قوت وتوانائی سے کمائی ہوئی نیک عملی ہی سہارا بنیں گی۔ پھر بتایا کہ قرآن میں دعوت حق کو ذہن نشین کرنے کے لئے سمجھانے کا ہر طریقہ اور ہر انداز اختیار کیا گیا ہے۔ مختلف مثالیں دے دے کر بات سمجھائی گئی ہے تاکہ نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کرسکیں۔

سورہ لقمان

نام: دوسرے رکوع میں وہ نصیحتیں نقل کی گئی ہیں جو لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ اس مناسبت سے اس کا یہ نام ہے۔ مقصد یہ نہیں کہ اس سورہ میں لقمان کی سوانح عمری بیان ہوئی ہے۔

زمانہ نزول : سورۂ عنکبوت سے پہلے نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ میں لوگوں کو شرک کی لغویت و نامعقولیت اور توحید کی صداقت و معقولیت سمجھائی گئی ہے، اور مشرک و کافر باپ دادا کی اندھی تقلید ترک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ کوئی نئی آواز نہیں، جو دنیا میں یا خود دیار عرب میں پہلی مرتبہ اٹھی ہو اور لوگوں کے لئے نامانوس ہو، پہلے بھی جو لوگ علم و عقل اور حکمت و دانائی رکھتے تھے، وہ یہی باتیں کہتے تھے، چنانچہ تمہارے اپنے ہی ملک میں لقمان نامی حکیم گذر چکے ہیں، جن کی حکمت و دانش کے افسانے تمہارے ہاں مشہور ہیں، جن کی ضرب الامثال اور حکیمانہ مقولوں کو تم اپنی گفتگوؤں میں نقل کرتے ہو، جس کا ذکر تمہارے شاعر اور خطیب اکثر کیا کرتے ہیں، اب خود ہی دیکھ لو کہ وہ کس عقیدے اور کس اخلاقیات کی تعلیم دیتے تھے۔

ایک وضاحت:

لقمان کے ساتھ جو ''حکیم'' کا لفظ لگایا جاتا ہے وہ طبیب کے معنی میں نہیں، حکیم کو طبیب کا ہم معنی غلطی سے سمجھ لیا گیا ہے، حکیم عقل و دانش رکھنے والے کو کہتے ہیں، اس لئے لقمان کو حکیم کہا جاتا ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿الٓمّٓ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ قرآن مجید ان لوگوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے جو اخلاص کے ساتھ اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ نماز اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے راہ خدا سے روکنے کے لئے گمراہی اختیار کی اور ہدایت کا مذاق بنایا، ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کبر و نخوت کے سبب پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔ گویا سنا ہی نہیں۔ گویا ان کے کانوں میں کارک ٹھسا ہوا ہے۔ ﴿وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَکْبِرًا کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا کَاَنَّ فِیْٓ اُذُنَیْهِ وَقْرًا﴾ پھر اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کے لئے جنت کے انعامات کی بشارتیں ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی چند قدرتوں کا بیان ہے تا کہ اہل عقل و دانش ان پر غور کر کے توحید کا اقرار کریں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا کر رکھا ہے اور زمین کو برقرار رکھنے کے لئے پہاڑوں کو میخیں بنایا ہے۔ آخر میں ارشاد ہے کہ یہ سب کچھ اللہ نے پیدا نہیں کیا کسی اور کا پیدا کردہ ہے؟

﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَأَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ اللہ نے حضرت لقمان کو حکمت ودانائی عطا فرمائی تھی۔انہوں نے اپنے بیٹوں کو نو باتوں کی نصیحتیں کی تھیں:

۱: شریک ظلم عظم ہے اس سے بچے رہنا۔

۲: والدین خصوصاً ماں کے بہت حقوق ہیں، ان سے حسن سلوک میں کوتاہی نہ کی جائے۔

۳: اگر والدین خدا کی کسی معصیت کا حکم دیں تو ہرگز نہ مانا جائے، لیکن بہرحال ان سے برتاؤ اچھا کیا جائے اوران کو تکلیف نہ دی جائے۔

۴: ذرہ ذرہ نیکی اور ذرہ ذرہ برائی قیامت کے دن سامنے آجائے گی۔

۵: نماز قائم کرنا۔

۶: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہنا۔

۷: اللہ کی راہ میں مشکلات آئیں، لوگ ستائیں تو نہایت پامردی سے صبر واستقلال کے ساتھ جم کر مقابلہ کرتے رہنا۔

۸: لوگوں سے اکڑ کر بات چیت نہ کرنا نہ اکڑ کر راستہ چلنا، اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۹: اپنی چال میں میانہ روی اوراپنی آواز میں نرمی اور پستی پیدا کرنا۔

رکوع نمبر ۳: ﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِى السَّمٰوٰتِ﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ جہاں تک کائنات کی تخلیق کا تعلق ہے، کسی مشرک اور کافر کو کبھی یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ وہ ان کا پیدا کرنے والا اللہ کے سوا کسی اور کو بتائیں! اس کے باوجود وہ اپنے مشرک کافر باپ دادا کی تقلید میں قرآن مجید کی اتباع نہیں کرتے۔ حالانکہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں دیتا ہے وہ دراصل مضبوط سہارا تھام لیتا ہے۔ پھر خدا کی چند قدرتوں اور نشانیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ باطل پرستی کو چھوڑ کر حق پرستی اختیار کی جائے۔ پھر فرمایا: ﴿مَاخَلْقُكُمْ وَلَابَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ اللہ کے لئے تمہارا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا محض ایک جان کے برا ہے۔

رکوع نمبر ٤: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰہِ﴾

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ کی چند نشانیوں کو بتانے کے بعد کہا گیا کہ کبھی سمندری سفر میں انسان موج وتلاطم میں گھر جاتا ہے تو بے ساختہ اللہ کو پکارنے لگتا ہے اور پھر جب اللہ تعالیٰ اسے خشکی پر لے آتا ہے تو اس خدا کو بھول جاتا ہے جسے اس نے خطروں کے ہجوم میں پکارا تھا۔ پھر تقویٰ کی تلقین کرتے ہوئے قیامت کی باز پرسی سے ڈرایا گیا ہے، اس کے بعد قیامت کی تھوڑی ہولناک کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ قیامت کے آنے کا وقت اللہ ہی جانتا ہے، اللہ ہی جانتا ہے کہ بارش کب ہوگی اور یہ کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، اور کوئی نہیں جانتا ہے کہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص اس زمین سے واقف نہیں جہاں اسے موت آئے گی۔ یہ سب اللہ عالم الغیب ہی جانتا ہے۔

سورہ سجدہ

نام: پندرہویں آیت میں سجدہ کا مضمون آیا ہے۔ اسی کو سورہ کا عنوان قرار دے دیا گیا ہے۔

زمانہ نزول: مکہ کے متوسط دور کا ابتدائی زمانہ اس سورہ کا زمانہ نزول معلوم ہوتا ہے۔

مضامین: اس سورہ میں توحید، آخرت اور رسالت کے متعلق لوگوں کے شبہات کو دور کر کے ان تینوں حقیقتوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

اس سلسلہ میں آثار کائنات کی شہادتیں بھی پیش کی گئی ہیں اور عقلی دلائل بھی دیئے گئے۔ ساتھ ہی عالم آخرت کا ایک نقشہ کھینچا گیا ہے اور ایمان کے اثرات اور کفر کے نتائج بیان کر کے ترغیب دلائی گئی ہے کہ لوگ برا انجام سامنے آنے سے پہلے کفر و شرک چھوڑ دیں اور قرآنی تعلیم کو قبول کرلیں۔ جس میں ان ہی کا بھلا ہے۔

پھر اللہ کی رحمت کا تذکرہ ہے کہ وہ یکا یک اور فیصلہ کن عذاب نہیں بھیجتا، بلکہ ہوشیار کرنے کے لئے پہلے چھوٹی چھوٹی آفتیں بھیجتا رہتا ہے، تا کہ تنبیہ ہو اور لوگوں کی آنکھیں کھلیں، ساتھ ہی یہ بتانے کے لئے کہ اللہ کی جانب سے کتاب کا نازل کیا جانا یہ پہلا اور انوکھا واقعہ ہی تو نہیں، اس سے پیشتر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی تو کتاب نازل ہوئی تھی، جسے منکرین قرآن جانتے ہیں، پھر قرآن اور اس کے نزول پر اس طرح کیوں کان

کھڑے کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت حق اور فرعون کے انکار اور انجام کی سرگذشت کا اجمالی تذکرہ ہے۔ اسی ضمن میں یہ بتایا گیا کہ قرآن کے ساتھ بھی اگر منکرین نے وہی رویہ رکھا جو فرعون اور اس کے متبعین کا رسالت موسوی کے ساتھ تھا تو وہی کچھ ہوگا جو موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہو چکا ہے۔

نیز یہ کہ اب امامت و پیشوائی ان ہی کو نصیب ہوگی جو قرآن کو مان کر اس کے مطابق زندگی سنواریں گے، اس کو رد کر دینے والوں کے لئے ناکامی مقدر ہو چکی ہے، پھر کفار مکہ سے کہا گیا ہے کہ اپنے تجارتی سفر کے دوران تم جن گذشتہ تباہ شدہ قوموں کی بستیوں پر سے گذرتے ہو، ان کا انجام دیکھ لو، کیا یہی انجام تم اپنے لئے پسند کرتے ہو؟

رکوع نمبر ۱: ﴿الٓمّٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو بتایا ہے کہ یہ قرآن بلاشبہ اللہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کا گھڑا ہوا ہے وہ جھوٹ ہے، پھر بتایا ہے کہ یہ قرآن کس اللہ کا نازل کیا ہوا ہے، اس اللہ کا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، جس کے علاوہ انسان کا کوئی کارساز نہیں، آسمان سے لے کر زمین تک کی تدبیر و انتظام کرتا ہے، جس نے انسان کو مٹی سے بنایا، اسے اچھی شکل وصورت عطا کی، اسے حواس ظاہری و باطنی سے نوازا، اس کے باوجود لوگ ان ہی کانوں، آنکھوں اور دلوں سے خدا کی نافرمانی کی خدمتیں لیتے ہیں اور ساتھ ہی کہتے ہیں کہ مٹی میں مل جانے کے بعد بھلا دوبارہ کس طرح زندہ اٹھائے جائیں گے، گھبراؤ نہیں، موت آئے گی اور پھر دیکھ لوگے کہ کس طرح اللہ کے حضور پیش کئے جاتے ہو۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا﴾

اس رکوع میں پہلے تو بتایا ہے کہ قیامت کے دن جب مجرمین سر جھکائے ہوئے اپنے رب کے پاس پہنچیں گے تو کہیں گے کہ پروردگار! ہم نے دیکھ لیا، اور سن لیا۔ ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ ہم عمل صالح کریں۔ اب ہم کو قیامت کا یقین آ گیا، لیکن ان کو جواب ملے گا کہ اب اس کا کیا موقع؟ اور ایمان اسی وقت تک معتبر تھا، جب تک غیب تھا اب تو فیصلہ کا وقت تھا، لہٰذا اب اس دن کو بھولے بیٹھنے کا مزہ چکھو، اس کے بعد بتایا ہے کہ ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے اور ایمان رکھتے ہیں کہ جب ان میں آیات الٰہی کے ذریعہ تذکیر کی جاتی ہے تو وہ سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور اللہ کی تسبیح وحمد کرتے ہیں۔ تکبر نہیں کرتے (یہاں پر سجدہ تلاوت ہے)

رات کے وقت جن کے پہلو بستر سے آشنا نہیں ہوتے، یعنی تہجد اور ذکر الٰہی میں رات بسر کرتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں اللہ کا دیا ہوا خرچ کرتے ہیں۔ پھر اہل جنت اور اہل جہنم کا مقابلہ کیا ہے کہ قیامت کے دن دونوں کے ساتھ کیسے کچھ معاملے پیش آئیں گے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ جس ہستی نے تورات نازل کی تھی اسی نے قرآن نازل کیا ہے۔ جس کو ہماری نشانیاں دکھائی گئیں، اور اس نے اعراض کیا، اس سے بڑا ظالم کون ہے؟ ہم اس سے انتقام لے لیں گے۔ اس میں شک وشبہ نہ رہنا چاہئے، پھر بتایا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کچھ دین کے پیشوا ہوئے، جو لوگوں کو ہدایت کرتے اور لوگوں کی سختیوں کو سنجیدہ پیشانی برداشت کرتے۔

پھر کہا ہے کہ سارے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن ہو جائے گا اور جو منکرین پوچھتے ہیں کہ فیصلہ کا وہ دن کب آئے گا تو اے رسول ﷺ ان سے کہہ دیجئے کہ جب آئے گا تو پھر اس وقت کافروں کا ایمان ان کے کسی کام نہ آئے گا۔

سورہ احزاب

نام: آیت نمبر ۲۰ کے فقرہ ﴿وان یات الاحزاب﴾ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: اس سورہ کے مضامین تین اہم واقعات سے بحث کرتے ہیں:

(۱) غزوۂ احزاب (شوال ۵ ہجری)۔

(۲) غزوہ بنی قریظہ (ذیقعدہ ۵ ہجری)۔

(۳) اور تیسرے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کا نکاح جو اسی ماہ (ذیقعدہ ۵ ہجری) میں ہوا۔

ان تاریخی واقعات سے سورۃ کا زمانہ نزول ٹھیک متعین ہو جاتا ہے۔

مضامین: جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ اس سورۃ میں تین واقعات پر بحث کی گئی ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں یہ امور بتائے گئے ہیں:

(۱) متبنّٰی (لے پالک یا منہ بولا) کے بارے میں جاہلیت کے تصورات اور اوہام اگر یہ آخری نبی نہ توڑیں تو پھر سلسلہ نبوت کے بند ہو جانے اور تکمیل دین کے بعد کونسا نبی آئے گا جو ان تصورات و اوہام کو توڑے۔

(۲) رکوع نمبر۲ و نمبر۳ میں غزوۂ احزاب اور غزوہ بنی قریظہ پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

(۳) ازواج نبی ﷺ نہایت تنگی اور عسرت سے زندگی بسر کر رہی تھیں، اللہ نے ان سے کہا ہے کہ دنیا اور اس کی زینت اور خدا اور رسول ﷺ و آخرت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلیں اور تاریخ گواہ ہے کہ ازواج مطہرات نے فوراً خدا اور رسول اور آخرت کو منتخب کرلیا۔

(۴) ازواج مطہرات کے توسط سے مسلمان عورتوں کو جاہلیت کی بے حیائیوں سے پرہیز کرنے کا سبق دیا گیا ہے۔ وقار کے ساتھ گھر میں بیٹھنے اور غیر مردوں سے بات چیت کرنے میں سخت احتیاط ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی ہے۔

(۵) حضرت زینبؓ کے ساتھ حضور ﷺ کے نکاح کے سلسلہ میں مخالفین کے تمام اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔

(۶) طلاق کے قانون کی ایک دفعہ بیان ہوئی۔

(۷) حضور ﷺ کے لئے نکاح کا خاص ضابطہ بیان ہوا ہے، جس میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ حضور ان متعدد پابندیوں سے مستثنٰی ہیں جو ازدواجی زندگی کے معاملہ میں عام مسلمانوں پر عائد کی گئی ہے۔

(۸) حضور ﷺ پر یہ پابندی کہ اب آپ ﷺ مزید کوئی نکاح نہیں کرسکتے اور نہ موجودہ ازواج مطہرات میں سے کسی کو چھوڑ کر ان کے عوض دوسرا نکاح کرسکتے ہیں۔ اس دفعہ میں آپ کے حق میں ۹ ازواج کے مشروع ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(۹) ازواج مطہرات مسلمانوں کے لئے بمنزلہ ماں کے ہیں۔ حضور ﷺ کے بعد ان میں سی کسی کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

(۱۰) مسلمان عورتون کے لئے باہر نکلنے کے وقت پردہ کا حکم دیا گیا۔

(۱۱) حضور ﷺ کے گھروں میں غیر مردوں کی آمد و رفت پر پابندی اور حضور ﷺ سے ملاقات اور دعوت کا ضابطہ بتایا گیا ہے۔

(۱۲) ان افواہ بازی کی اس مہم پر سخت زجر و توبیخ کی گئی ہے جو منافقین نے برپا کر رکھی تھی۔

(۱۳) اتباع رسول ﷺ اور اسوہ رسول ﷺ کی پیروی کا سبق۔

نوٹ:

احزاب حزب کی جمع ہے، حزب جماعت کو کہتے ہیں۔ اسلام کی مخالفت میں متعدد جماعتوں نے متحدہ محاذ بنا کر مدینہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس لئے اس غزوہ کو غزوہ احزاب کہتے ہیں، اور اس غزوہ کے موقع پر حفاظت کے خیال سے مدینہ کے ان اطراف خندق کھودی گئی تھی، جدھر سے دشمن کے آنے کا راستہ تھا، اس بناء پر اس کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔

رکوع نمبر ۱: ﴿یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکَافِرِیْنَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے توسط سے تقویٰ کی تلقین کی گئی ہے، اور یہ کہ کفار و مشرکین کی باتوں میں نہ آنا چاہئے بلکہ قرآن کی اتباع اور اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے، پھر بتایا ہے کہ جس طرح انسان کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے، اسی طرح ایک شخص کی دو سگی مائیں یا دو سگے باپ نہیں ہو سکتے، لہذا جس لڑکے یا لڑکی کو متبنیٰ (لے پالک) کہا جاتا ہے، وہ حقیقی بیٹا یا بیٹی نہیں بن جاتے، کیونکہ اس کی سگی ماں اور سگا باپ تو موجود ہیں، پھر دوسری سگی ماں یا سگا باپ کس طرح ہو سکتا ہے (یہ تمہید تو آگے ایک واقعہ سے متعلق ہے، لیکن یہاں ایک لطیف اشارہ بھی ہے وہ یہ کہ ایک خالق اور رازق کے ساتھ ساتھ دوسرا خالق و رازق کیسے ہو سکتا ہے، یعنی دو خدا نہیں ہو سکتے، جس طرح دو سگی ماں یا دو سگے باپ نہیں ہو سکتے)۔

پھر بتایا ہے کہ حضور ﷺ کی حیثیت مسلمانوں کے لئے ان کے ماں باپ اور خود مسلمانوں سے زیادہ مقدم ہے اور حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سارے مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ماؤں کی طرح محرمات میں سے ہیں۔ پھر بتایا ہے کہ قیامت کے دن ہر نبی اپنی امت کے لئے سچی گواہی دینے کے لئے پیش ہوگا، یہ عہد ہر نبی سے لیا گیا ہے۔ اے رسول ﷺ آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ سے بھی۔

رکوع نمبر ۲: ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ﴾

اس رکوع میں غزوہ خندق (یا جنگ احزاب) کا ذکر ہے کہ مکہ کے کافر اور مدینہ سے نکالے ہوئے یہود اور ان کے حمایتی سب کے سب مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ بزدل منافق موت سے ڈر ڈر کر طرح طرح کی باتیں

بنا رہے تھے، انہیں بتایا گیا کہ لڑائی میں موت سے ڈر کر بھاگنا فائدہ مند نہیں، موت ہر جگہ آسکتی ہے، اور زندہ بھی رہے تو یہی چند سال، اور اللہ اگر کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کون بچا سکتا ہے۔ اس طرح منافقین کی دلی کیفیت اور ان کی چال بازیوں کو آشکارا کیا گیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا جو کردار رہا ہے وہ اگلے رکوع میں بیان کیا گیا ہے۔

ساتھ ہی اس رکوع میں اس جنگ کے موقع پر اللہ کی اس مدد اور کارسازی کی طرف اشارہ کر کے کہا گیا ہے کہ اللہ کی اس رحمت کو یاد کرو جب کافروں نے متحدہ محاذ بنایا تھا (یہ متحدہ محاذ آیا تھا) اور اللہ نے سخت اور تیز ہوا بھیج دی تھی (سخت سردیوں کے دن تھے، بیس دن تک یہ متحدہ محاذ مدینہ کا محاصرہ کئے جما رہا تھا، درمیان میں چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں تھیں کہ اچانک ایک رات نہایت سخت ٹھنڈی ہوا چلی، دشمنوں کے خیمے اکھڑ گئے، برف میں بجھی ہوئی ان ہواؤں سے کپکپاتے ہوئے سارے دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔)

رکوع نمبر ۳: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

اس رکوع میں سب سے پہلے تو اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کا سبق دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جو لوگ اپنی آخرت بنانی چاہتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ رسول ﷺ کے اسوہ وسنت کی بے چوں وچرا پیروی کریں۔ پھر بتایا ہے کہ دشمنوں کے اس متحدہ محاذ کو دیکھ کر مومنین (جو جہاد کے ارمان رکھتے ہیں) بولے کہ یہ ہے وہ وقت جس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ کیا تھا، اور ان مومنوں کے ایمان تر و تازہ ہو گئے، اللہ کے سامنے تسلیم ورضا کا جذبہ بڑھ گیا۔

یہودیوں کے دو مشہور قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ نے بھی مشرکوں کی امداد کی تھی، اس لئے ان کی سرکوبی کے لئے حضور ﷺ اسی حالت میں چل پڑے اور لوگوں کو نماز بھی محلہ بنو قریظہ میں پڑھنے کا حکم دیا، یہودی قلعہ بند ہو کر بیٹھے رہے، آخر صلح کے خواہاں ہوئے، اور اہل کتاب کے اپنے ہی قانون کی رو سے ان کو جلاوطن کیا گیا، اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس رکوع میں کہا گیا ہے کہ جن لوگوں نے مشرکین کی مدد کی تھی، ان کو مسلمانوں نے اللہ کی مدد سے قلعوں سے نیچے اتارا اور اللہ نے ان کے گھر بار کا مسلمانوں کو مالک بنا دیا۔

رکوع نمبر ٤: ﴿یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ﴾

رکوع کے اس حصہ میں ازواج مطہرات کے متعلق کہا گیا ہے کہ دنیاوی جاہ و مال تو چند روزہ چیزیں ہیں، اب اگر ان فانی چیزوں کی وہ طالب ہیں تو اے رسول ﷺ ان سے کہو کہ آؤ، تمہیں کچھ مال اسباب دے دلا کر بحسن وخوبی رخصت کر دیا جائے۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور آخرت کی دلدادہ ہو تو تمہارا اجر عند اللہ محفوظ ہے، (ہر ایک کو مال غنیمت ملتا اور لوگ مالدار ہو رہے تھے۔ آپ کی ازواج کو بھی کچھ احساس ہونے لگا تھا اور انہوں نے آپ ﷺ سے کچھ مطالبات کئے) تو رسول ﷺ کی زبانی ان سے کہا گیا:

﴿ یَاۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا﴾

ترجمہ: اے رسول ﷺ اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم محض دنیوی زندگی اور اس کی آرائشوں کی خواہش مند ہو تو آؤ، میں دے دلا کر تم کو سب کو بحسن وخوبی رخصت کر دوں۔

(یہ سن کر ساری ازواج مطہرات بلا استثناء فوراً پکار اٹھی تھیں کہ ہمیں دنیوی مال و دولت اور آرائش نہیں چاہئیں، ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طالب ہیں۔)

پارہ نمبر۲۲
ومن یقنت

اس رکوع میں ازواج مطہرات کو اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہا کریں، جاہلیت کے زمانے کی طرح فضول مٹر گشتی نہ کیا کریں۔ نماز اور زکوٰۃ پر کاربند رہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت گذار رہیں، گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور رسول ﷺ کے ارشادات سنتی ہیں، انہیں یاد رکھیں اور ان کی تلاوت کرتی رہیں۔

رکوع نمبر ۵: ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾

اس رکوع میں پہلے تو ان مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ کی مغفرت اور قیامت میں بڑے اجر کی بشارت دی گئی ہے جن میں یہ خوبیاں ہیں:

☆ جو مرد یا عورت اللہ پر پختہ ایمان رکھے اور اللہ کی اطاعت گذار ہو۔

☆ جو مرد یا عورت قول میں سچے ہوں۔

☆ راہ حق میں پیش آنے والی مصیبتوں کو صبر وثبات سے جو مرد یا عورت برداشت کریں۔

☆ جو مرد اور عورت اللہ سے ڈرنے والے ہوں۔

☆ جو مرد اور عورت صدقہ وخیرات کرتے رہتے ہوں۔

☆ جو مرد اور عورت روزہ کے پابند ہوں۔

☆ جو مرد اور عورت زنا سے دور ہیں۔

☆ اور جو ہر وقت اللہ کو یاد رکھیں۔

☆ پھر اس رکوع میں یہ تعلیم دی ہے کہ کسی مومن مرد یا کسی مومن عورت کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مل جانے کے بعد پھر اس کے کرنے یا نہ کرنے میں اپنا اختیار سمجھے۔

اس کے بعد اس رکوع میں حضرت زیدؓ کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے اور دکھایا گیا ہے کہ کس طرح اللہ نے

جاہلیت کی ایک رسم کو پسند نہیں کیا، اور اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ اس کا قلع قمع کیا، حضرت زیدؓ حضور ﷺ کے متبنّٰی (منہ بولے) تھے، آپ ﷺ نے ان سے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کا نکاح کر دیا تھا، دونوں کے مزاج مختلف تھے، اس لئے شکر رنجی رہا کرتی، حضرت زیدؓ نے طلاق دے دینی چاہی، حضور ﷺ نے انہیں روکا، وہ رک گئے اور نباہ کے لئے مزید کوششیں شروع کیں، لیکن جب پھر بھی نباہ نہ ہو سکا تو انہوں نے طلاق دے دی۔ دوسری طرف جاہلیت کے زمانے سے یہ بات چلی آ رہی تھی کہ لے پالک کی بیوی سگی بہو تصور کی جاتی، اس لئے حضرت زینبؓ سے حضور نکاح کرنے سے جھجک محسوس کر رہے تھے کہ لوگ طعنے دیں گے کہ بہو سے نکاح کر لیا۔ چنانچہ اللہ نے اعلان کیا کہ حضور ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ رسول ﷺ ہیں جن پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور لے پالک کے متعلق پہلے رکوع میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ آدمی لے پالک کا سگا باپ نہیں بن جاتا۔

اس طرح حضور ﷺ حضرت زیدؓ کے سگے باپ نہیں ہیں کہ ان کی وہ بیوی جن کو انہوں نے طلاق دے دی ہے، بہو ہوتیں، اس لئے اللہ نے حضور ﷺ کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینبؓ سے نکاح فرمالیں اور ایک جاہل رسم توڑ کر اسلام کی تعلیم بتا دیں ورنہ اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی تو آنے والا ہے نہیں جس کے ذریعہ اس جاہل رسم کو مٹایا جائے گا۔

رکوع نمبر ٦: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو مسلمانوں کو ذکر الٰہی اور صبح و شام تسبیح الٰہی کا حکم دیا گیا ہے، پھر اس بات کا ذکر ہے کہ رسول ﷺ نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دینے اور بدکاروں کو برے انجام سے ڈرانے کے لئے بھیجے گئے ہیں، اور قیامت میں وہ لوگوں پر گواہی دیں گے۔

اس کے بعد طلاق سے متعلق ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص اگر خلوت سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو عورت کو عدت کی ضرورت نہیں ہے، پھر نکاح وغیرہ سے متعلق چند خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً کوئی مومن عورت بغیر مہر کے اپنے آپ کو رسول ﷺ کی زوجیت میں دے دے تو وہ آپ کے لئے مباح ہے، لیکن امت کے لئے نکاح بغیر مہر کے ناجائز ہے۔ پھر حضور ﷺ کو مزید نکاح سے روکا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت ہے کہ کسی بیوی کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسرا نکاح نہ فرمائیں۔

رکوع نمبر ۷: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ﴾

اس رکوع میں مسلمانوں کو ایسی باتوں سے روکا گیا ہے جس سے حضور ﷺ کو زحمت یا تکلیف ہوتی ہے۔ مثلاً کھانے پر بلائے جائیں تو آپ ﷺ کی گفتگو کے شوق میں دیر تک بیٹھے نہ رہیں، کیونکہ آپ ﷺ کو آرام کی ضرورت ہوتی، اور لوگ بیٹھے رہتے تھے۔

پھر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ سے نکاح کرنا مسلمانوں کے لئے قطعی حرام ہے، پھر ازواج مطہرات کو پردہ کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے کہ باپوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں وغیرہ ذی محرم کے سوا کسی اور کے سامنے نہ آئیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کو حضور ﷺ پر درود بھیجنے کی ہدایت ہے۔

رکوع نمبر ۸: ﴿يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو مسلمان عورتوں کو پردہ کا حکم ہے، پھر اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی اور سرکشی کرنے والوں کو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے کہ وہ قیامت کے دن جب اوندھے منہ گرائے جائیں گے تو کہیں گے کاش! ہم نے اطاعت کی ہوتی، پھر ایسے لوگ یہ کہیں گے کہ پروردگار، ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہنا مانا، جس کے نتیجے میں انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا اور اب انہیں دوگنا عذاب دے۔

رکوع نمبر ۹: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى﴾

اس رکوع میں بھی مسلمانوں کو ایسی باتوں سے روکا گیا ہے جس سے رسول ا کو تکلیف پہنچتی ہے، پھر مسلمانوں کو سیدھی اور حق بات کہنے کی تعلیم دی ہے، پھر ایمان اور عمل صالح کے بدلے میں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے، پھر اس کے بعد امانت الٰہی (یعنی خلافت) کا تذکرہ ہے جسے انسان نے اٹھانے کی ذمہ داری لی اور جس کا بوجھ اٹھانے سے زمین و آسمان اور پہاڑ تھرا گئے:

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا﴾.

سورہ سبا

نام : دوسرے رکوع کی آیت ﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ﴾ سے ماخوذ ہے۔
ترجمہ: قوم سبا کے لئے ان کی سکونت کی جگہ میں ایک نشانی تھی۔

زمانہ نزول : یہ سورہ بھی مکی دور کے تقریباً درمیانی زمانے کی ہے، سورۂ لقمان کے بعد اس کا نزول ہوا ہے۔

مضامین : اس میں قیامت اور خدائی فیصلوں کے اٹل ہونے کو مختلف انداز سے سمجھایا ہے۔ چنانچہ پہلے تو یہ بتایا گیا ہے کہ انسان بلا مقصد نہیں پیدا کیا گیا ہے، وہ اپنے اعمال کا جواب دہ ہے اور یہ جواب دہی قیامت میں ہوگی، عالم الغیب کے علم سے بھاگ کر یہ کوئی ایسا کام نہیں کرسکتا جس کا بدلہ اس کے سامنے نہ آئے، نیز یہ کہ قوموں کے عروج وزوال میں مادی اسباب اور طاقت کی فیصلہ کن حیثیت نہیں ہوتی، بلکہ اخلاقی بلندیاں عروج کی ضامن ہوتی ہیں۔ مادی وسائل صرف ذریعہ ہیں، عروج کی علت نہیں، پھر اس کے ثبوت کے طور پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت بنی اسرائیل کے غلبہ کا اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کے زوال کا ذکر کیا ہے، نیز قوم سبا کا تذکرہ ہے کہ اللہ نے ان پر انعامات کئے تھے، لیکن اس قوم نے ناشکری کی، نتیجہ میں ان سے وہ انعامات سلب کر لئے گئے، پھر بتایا ہے کہ مومنوں کو بہرحال منکرین حق پر فتح حاصل ہو کر رہے گی، اس سلسلہ میں بتایا ہے کہ مخالفین حق دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ جن کی سرداری پر حق سے ضرب پڑتی ہے، وہ مخالفت کرتے ہیں اور دوسرے کو اکساتے ہیں، اور دوسرے بے سوچے سمجھے ان کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ پھر بتایا ہے کہ کثرت مال اور دنیوی آرزوئیں قابل فخر چیز نہیں۔ یہ خدا سے غافل بناتی ہیں۔ گذشتہ قوموں کو یہ نعمتیں ملیں، مگر انہوں نے قدر اور شکر گذاری نہ کی، کہ یہ قریش ان کے مقابلہ میں مال و دولت اور دنیوی ساز و سامان کے لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، جب ان کا یہ حال ہوا تو ان کا شمار کیا ہے؟ پھر آخر میں بتایا ہے کہ حق کا آنا بے فائدہ نہیں، یہ غالب آکر رہے گا۔ ساتھ ہی اس رکوع میں منکرین کے شبہات کو جا بجا دور کیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اَلحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ﴾

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ کے خالق، مالک اور عالم الغیب ہونے کا ذکر ہے، اس کے قیامت کے واقع ہونے کا بیان ہے، پھر منکرین قیامت کے خیالات کی تردید کی گئی ہے اور انکار کرنے والوں کو قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلاً یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ﴾

اس رکوع میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو کمالات اور محاسن عطا فرمائے گئے تھے، ان کا ذکر ہے اور قوم سبا کا تذکرہ ہے کہ اللہ نے ان کو بہت سی نعمتوں اور خوش حالی سے نوازا، مگر انہوں نے نافرمانی کی اور شکر گذاری کرنے کے بجائے خدا سے بغاوت کرنے لگے تو پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں تنبیہ کی، پھر جب وہ نہ مانے تو ایک زبردست سیلاب آیا اور ان کے تمام باغات اور کھیتوں کو بہا کر لے گیا اور بدبودار درخت رہ گئے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

اس رکوع میں شرک کی برائیاں بیان کی گئی ہیں کہ مشرکین جن کو پوجتے ہیں، ان کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی ذرہ برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا ہے وہ مشرکین کے درمیان اعلان کردیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اکٹھا کرے گا۔ پھر صحیح صحیح فیصلہ کر کے بتادے گا کہ مجرم کون ہے؟

رکوع نمبر ٤: ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ﴾

اس رکوع میں بھی قیامت کا ایک منظر بیان کیا گیا ہے کہ جب کافروں کے سردار اور ان کے ماتحت قیامت میں جمع ہوں گے تو ماتحت سرداروں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم آج مومن ہوتے، تمہیں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، ادھر سردار جواب دیں گے کہ واہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت اور سیدھی راہ سے زبردستی روکا تھا، جب تمہیں ہدایت آ گئی تھی تو تم اختیار کر سکتے تھے۔ دراصل ہم مجرم نہیں تم ہی مجرم ہو۔ وہ سرداروں کو جواب دیں گے کہ شب و روز تمہاری فریب دہی ہمیں مجبور کرتی تھی کہ ہم کفر کریں اور اللہ کا شریک ٹھہرائیں۔ اس تذکرہ کے بعد ایک بار پھر گذشتہ قوموں کے انکار و سرکشی اور انجام کاران کی تباہی و ہلاکت کا مجملاً تذکرہ ہے۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَمَا اَمْوَالُكُمْ وَلاَ اَوْلاَدُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ﴾

اس رکوع میں پہلی تو قیامت میں دنیاوی ساز وسامان کے کچھ کام نہ آنے اور ایمان وعمل صالح کے کام آنے کا بیان ہے۔ پھر شرک کی برائیوں کا بیان اور مشرکوں کے اس وہم کی تردید ہے کہ تمہارے یہ شرکاء نہ خدا کے یہاں تمہاری سفارش کے کام آئیں گے اور نہ تمہیں کوئی نفع یا نقصان پہنچانے پر قادر ہیں۔ پھر قرآن اور رسول کریم ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ منکرین جیسی کچھ باتیں کر کے تکذیب کر رہے ہیں، پہلے کی قوموں نے بھی اپنے رسول اور اللہ کی آیتوں کی اسی طرح تکذیب کی تھی، اور منکرین قرآن کو تو گذشتہ ان قوموں کا دسواں حصہ بھی دنیاوی مال واسباب کا نہیں ملا ہے، اور جب وہ تباہ کردی گئیں تو یہ کس شمار میں ہیں؟

رکوع نمبر ٦: ﴿قُلْ اِنَّمَا اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ﴾

کفار ومشرک رسول اللہ ﷺ کو دوسری باتوں کے ساتھ نعوذ باللہ دیوانہ بھی کہتے تھے، اس رکوع میں ایسے احمقوں سے کہا گیا ہے کہ ایک ایک دو دو کر کے آ ؤ اور آپس میں بیٹھ کر خود ہی یہ فیصلہ کرلو کہ جو شخص ایسی اچھی اچھی باتیں بتائے، پچھلے لوگوں کے حالات تمہیں سنا کر ان سے عبرت ونصیحت دلائے اور آئندہ آنے والے عذاب سے تمہیں آگاہ کرے تمہیں اس سے بچانے کے لئے سر توڑ کوشش کرے، اور تمہارے مذاق اڑانے اور طرح طرح کی ایذائیں دینے کے باوجود اپنی تبلیغ ونصیحت نہ چھوڑے، کیا وہ دیوانہ ہوسکتا ہے؟ پھر کافروں کی اس حالت کا نقشہ کھینچا ہے کہ جب حشر کے دن سب لوگ بدحواس پھر رہے ہوں گے تو کافر کہیں گے کہ اب ہم ایمان لائے، مگر اس دن کا ایمان کیا قدر وقیمت رکھے گا؟ وہ جہنم کے حوالہ کئے جائیں گے۔

سورہ فاطر

نام: سورۃ کی ابتدا اس آیت سے ہی ہوتی ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: سب تعریف اللہ کے لئے جس نے آسمان وزمین بنائے۔ ساری تعریفیں اس اللہ ہی کے لئے زیبا ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔

زمانہ نزول: سورۂ فرقان کے بعد اس کا نزول ہوا۔

مضامین: اس سورۃ میں اس کائنات کے ساتھ انسان کے تعلق کی نوعیت سمجھاتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ انسان بلا مقصد پیدا نہیں کیا گیا ہے اور نہ ایسا ہے کہ وہ اپنی سرگرمیوں میں بالکل آزاد ہے۔ اس سے کبھی کوئی باز پرس نہ ہوگی بلکہ خلافت ارضی، وہ عرض ہے جس کی خاطر انسان کی تخلیق ہوئی ہے۔ اس خلافت ارضی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے سامان بھی فراہم کئے جاتے، جس طرح اس کی جسمانی پرورش اور تربیت کے لئے دنیا میں بے شمار سامان پیدا کئے گئے ہیں، اسی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے نبوت ورسالت کا سلسلہ قائم کیا گیا، اور کتابیں نازل کی گئیں۔ اسی سلسلۂ رسالت کی آخری کڑی رسالت محمدیہ ہے اور قرآن ان ہی آسمانی کتابوں میں سے ہے۔

عقل وبصیرت والے زمین وآسمان میں پھیلے ہوئے بے شمار آثار سے توحید کا سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ نعمتیں جو اللہ نے دے رکھی ہیں، ان کی ناشکری کر کے کفر وسرکشی انسان کا شیوہ نہ ہونا چاہئے، مزید برآں انسانوں کو یہ قرآن اور رسالت محمدی ﷺ کی یہ عظیم نعمتیں ملیں۔ پھر بھی انسان اعراض وسرکشی کرتا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں، پہلے بھی انبیاء کی تکذیب ہوتی رہی ہے اور اتمام حجت کے بعد بہر حال حق غالب آیا ہے، اب بھی یہی ہوگا، یہ سنت اللہ ہے کہ سرکشی پر فوراً گرفت نہیں ہوتی، مہلت ملتی ہے۔ مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر نتائج بھگتنے پڑتے ہیں۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

اس رکوع میں زمین وآسمان کو اللہ کے پیدا کرنے اور فرشتوں کے بنانے کے تذکرہ کے بعد ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر رحمت کے دروازے کھولنا چاہے، اسے اس ارادہ سے کوئی باز نہیں رکھ سکتا اور جس پر اپنی رحمت کے دروازے بند کر دے تو کوئی بھی اس کے بعد اس پر رحمت نہیں کر سکتا۔

پھر اللہ نے اپنی شان بیان کی ہے کہ میں ہوں جو آسمانوں اور زمین سے تمہیں رزق دیتا ہوں، پر تم کہاں بہک رہے ہو کہ میرے انعامات کی ناشکری کرتے ہو، پھر آخر میں شیطان کی چال بازیوں سے اپنے آپ کو کو بچائے رکھنے کا سبق دیا گیا ہے کیونکہ وہ انسان کا دشمن ہے اور دشمن سے انسان کو محتاط وہوشیار رہنا ضروری ہے اور آخر میں ایمان وعمل صالح کے صلہ میں اللہ کی مغفرت اور انعامات ملنے کی بشارت ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۤءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ سمجھا گیا ہے کہ برے کاموں کو خوش نما سمجھنے سے حقیقت میں وہ بہتر اور خوشنما نہیں ہو جاتے، پھر یہ بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کتنے شفیق و مہربان ہیں کہ لوگوں کی گمراہیوں پر آپ ﷺ کو اس قدر دکھ دہوتا ہے کہ آپ ﷺ کہیں اپنی جان نہ دے دیں، پھر اللہ تعالیٰ کی چند قدرتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مشرکین کے گھڑے ہوئے شرکاء کی بے بسی کا حال بتایا ہے اور یہ سب اس لئے کہ انسان دنیا میں اپنی حیثیت پہچانے اور توحید کا یقین پیدا کرے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاۤءُ اِلَى اللّٰهِ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ سارا عالم خدا کا محتاج ہے، اور اللہ بے نیاز ہے، اسے کسی کی پرواہ نہیں، وہ اگر چاہے تو لوگوں کی ناشکری پر ان کو دنیا سے نیست و نابود کر دے اور انکی جگہ دوسری مخلوق لا بسائے جو انکی طرح ناشکر گذار اور نافرمان نہ ہو، مگر وہ اپنے بندوں پر انتہائی مہربان و رحیم ہے، اسلئے وہ بار بار تنبیہ فرماتا ہے اور عذاب سے ڈراتا ہے اور پہلے لوگوں کی سرگذشتوں کو بطور عبرت کے بیان کرتا ہے تاکہ لوگ اس کی نافرمانیوں سے بچیں۔

پھر عیسائیت کے عقیدہ کفارہ کی تردید کی خاطر یہ بتایا گیا ہے کہ گناہوں کا بوجھ وہی اٹھائے گا جس نے گناہ کیا ہے اور اپنا بوجھ اٹھانے کے کوئی کسی کو بلائے گا تو اس پر اس کا ذرہ بھر بوجھ نہ ڈالا جائے گا، اگرچہ یہ اس کا قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ روشنی اور تاریکی، بینائی اور نابینائی برابر نہیں ہو سکتے تو پھر ایمان جو نور ہے اور کفر جو تاریکی ہے، مومن جو بینا ہے اور منکر جو نابینا ہے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟

رکوع نمبر ٤: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۤءِ مَاۤءً﴾

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کارسازیاں بیان کرتے ہوئے خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کرتے رہنے والوں کو بڑے انعامات کا وعدہ فرمایا ہے اور ان کی خیزات کی مثال ایسی تجارت سے دی ہے جس میں کسی طرح کے نقصان کا کبھی خطرہ ہی نہیں۔ پھر اہل جنت کا ذکر ہے اور جنت میں ان کے لباس اور ان کو ملنے والی نعمتوں کا بیان ہے۔ پھر ان کے برخلاف عبرت پذیری کے لئے دوزخیوں کا بھی بیان ہے کہ ان کو کیسی کیسی

سزائیں ملیں گی، اور وہ وہاں لاکھ چیخ پکار کریں گے کچھ شنوائی نہ ہوگی۔

رکوع نمبر ۵: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

اس رکوع میں دنیا میں انسان کے منصب خلافت ارضی کی یاددہانی کرائی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے، لہذا جیسا کچھ عمل اور جیسی کچھ نیت ہوگی، اس کے مطابق پورا پورا انصاف ہوگا اور اگر انسان اپنے اس منصب کو بھول کر کفر کرے گا تو اس کے وبال سے وہ بچ نہیں سکتا۔ پھر کفار و مشرکین کا ذکر ہے کہ وہ نزول قرآن سے پہلے یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا، اہل کتاب کی طرح ہم پر بھی کوئی کتاب اپنے کسی رسول کے ذریعہ بھیج، چنانچہ جب نبی اور کتاب آئی تو بجائے اس کے کہ اپنے وعدے کے مطابق راہ ہدایت میں سب سے آگے ہوتے، تکبر کرنے لگے اور رسول و کتاب الٰہی کی مخالفت کرنے لگے، پھر کہا گیا ہے کہ اس سرکشی کا وہی انجام ہوگا جو پہلوں کا ہوا۔ پھر اللہ کی مہربانی اور رحم و کرم کا بیان ہے کہ اگر خدا لوگوں کے جرموں پر فوراً گرفت کرلیا کرتا تو آج روئے زمین پر ایک متنفس بھی نہ بچتا۔

سورہ یٰسین

نام: لفظ ''یٰسین'' سے سورہ کی ابتداء ہوئی۔ اس بناء پر نام کے لئے اس کو بطور علامت قرار دے دیا گیا ہے۔ اکثر علماء کا کہنا ہے کہ ''یٰسین'' بھی الم وغیرہ کی طرح حروف مقطعات میں سے ہے، اور بعض دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ یہ حضور ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ چنانچہ اس لفظ کے بعد ہی فوراً آپ ﷺ کو خطاب کیا گیا ہے۔

زمانہ نزول: مکی دور کا درمیانی زمانہ۔

مضامین: اس سورۃ میں سب سے پہلے تو حضور اکرم ﷺ کی رسالت و صداقت پر قرآن کو بطور شہادت پیش کیا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ اس قرآن سے فائدہ اٹھانے کے لئے انسان میں کونسی صفتیں ہونی چاہئیں۔ پھر اصحاب قریہ (گاؤں والے) کا تذکرہ مومنین کو حق پر استقامت کے لئے سبق کے طور پر کیا گیا ہے۔ پھر اللہ کے چند انعامات کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ شکر گذاری کا جذبہ پیدا ہو اور انسان اگر عقل و بصیرت والا ہے تو اس سے

حق کی رہنمائی حاصل کرسکتا ہے، نیز اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح اللہ مردہ زمین کو اپنی بارش سے زندہ کرتا ہے اسی طرح رسالت محمدی ﷺ مردہ دلوں کو زندہ کردے گی، پھر اتباع رسول ﷺ کے صلہ میں بہترین انعامات اور روگردانی کے نتیجہ میں سزا کی خبر دی گئی ہے اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا ہے۔

اس طرح یہ سورۃ پچھلی سورۃ (فاطر) کے ساتھ ایک گہرا ربط رکھتی ہے، کیونکہ سورۃ فاطر میں بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جسمانی ربوبیت کے سامان بھی فراہم کئے اور نبوت کا سلسلہ جاری کرکے روحانی ربوبیت کے سامان بھی کئے، اب اس سورۃ میں رحانی ربوبیت کے آخری اور مکمل اور ہمیشہ رہنے والے سامان ربوبیت کا بیان ہے۔یعنی وہ رسالت محمدی اور قرآن حکیم ہے۔

رکوع نمبر ۱ :﴿یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ﴾

اس رکوع میں حضور ﷺ کے سچے رسول ہونے اور صراط مستقیم پر آپ ﷺ کے قائم رہنے پر قرآن کی قسم کھائی گئی ہے۔یعنی قرآن کو اس کے لئے بطور شہادت کے پیش کیا گیا ہے۔ پھر حضور ﷺ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ وہ کافروں کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے خبردار کریں، پھر اللہ سے ڈرنے والے مومنوں کو مغفرت اور بڑے اجر کی خوش خبری دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۲ :﴿وَاضْرِبْ لَھُمْ مَثَلاً اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ﴾

اس رکوع میں اصحاب قریہ (گاؤں والے) کا واقعہ مذکور ہے کہ گذشتہ زمانے میں ایک بستی کے کافروں پر ان کی ہدایت کے لئے اللہ نے دو انبیاء بھیجے۔انہوں نے ان کو جھٹلایا، پھر ایک تیسرے رسول کا اضافہ کردیا گیا، اور وہ تینوں مل کر ایک جماعت ہوگئے۔اب تینوں رسول پیغام الٰہی پہنچانے لگے، مگر بستی والوں نے نہ مانا اور ان کا مذاق اڑایا کہ تم بھی آدمی اور ہم بھی آدمی، پھر وہ کون سی عجیب بات ہے کہ تم پیغمبر بنادیئے گئے۔انہوں نے فرمایا کہ خدا اس کا شاہد ہے کہ ہم جھوٹے نہیں، لیکن بستی والے ایمان نہ لائے، بلکہ الٹا ان رسولوں کو مارڈالنے کی دھمکی دی۔بستی کے آخری کنارہ پر ایک نیک مرد رہتا تھا، اس نے جب سنا کہ بستی والے خدا کے رسولوں کو جھٹلا رہے ہیں اور طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے ہیں تو عجلت کے ساتھ وہاں آپہنچا، جہاں یہ گفتگو ہورہی تھی، اور کہنے لگا، اے قوم! خدا کے رسولوں کی اتباع کرو اور ان مقدس لوگوں کی پیروی سے منہ نہ موڑ جو اس خدمت حق کا کوئی معاوضہ تک طلب نہیں کرتے۔

پارہ نمبر ۲۳
ومالی

قوم نے اپنی تکذیب اور مقدس رسولوں کی تصدیق میں اس نیک مرد کی ہدایت سے بھری ہوئی گفتگو سنی تو غیظ وغضب میں آ گئی اور اس کو شہید کر دیا۔ اس حد تک ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے حق کے لئے اس جرأت آمیز رویہ کی جزا میں اس نیک مرد کو جو کچھ دیا اور اس نے اپنا پاکیزہ مقام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو کہنے لگا کاش میری قوم کے لوگ یہ جان سکتے کہ میرے رب نے مجھ کو کس درجہ اعزاز واکرام سے نوازا ہے، پھر ارشاد الٰہی ہوا کہ اس قوم کی بدکرداری پر اسے ہلاک کر دینے کے لئے ہمیں آسمان سے کسی لشکر کے بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ فقط ایک ہولناک چیخ نے ان سب کا کام تمام کر دیا اور وہ جہاں کے تہاں بجھ کر رہ گئے۔

یہ بستی کون سی تھی اور وہ تین رسول کون تھے؟ قرآن نے ان کا ذکر نہیں کیا اور عبرت ونصیحت کی حد تک اتنا بہت کافی تھا جو ارشاد ہوا، لیکن اسرائیلی روایات میں اس بستی کا نام انطاکیہ بتایا گیا ہے اور واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا کہا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا﴾

اس رکوع میں پہلے تو کائنات میں پھیلی ہوئی بہت سی چیزوں کو پیش کر کے توحید پر دلیل قائم کی ہے کہ انسان بچشم خود دیکھتا ہے کہ سورج چاند کس طرح ایک مقررہ ضابطہ کے تحت کام کر رہے ہیں، بال برابر بھی فرق نہیں پڑتا اور نہ ان کو اختیار ہے کہ کبھی اس حکم سے سرتابی کر جائیں تو پھر آخر وہ کون سی ہستی ہے جو اس قدر حکمت وتدبر کے ساتھ ان چیزوں کو چلا رہی ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے (پھر کافروں کے انکار کو بتایا گیا ہے، ان کی معاشی سرگرمیوں وغیرہ کو بتا کر ان کے اعراض وسرکشی کو دکھایا گیا ہے۔)

رکوع نمبر ٤: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ﴾

اس رکوع میں قیامت کے قائم ہونے کا بیان ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز کافر گھبرائے بھاگے پھریں گے، اس کے بعد اہل جنت کے اطمینان اور ان کو جو انعامات ملیں گے ان کا تذکرہ ہے، پھر اس دن کے

حساب کتاب کو بتایا گیا ہے کہ اس دن منہ پر تو مہر لگا دی جائے گی، اور ہاتھ اور پیر وغیرہ بولیں گے اور ان تمام جرائم کی شہادت دیں گے، جو انسان اپنے کارندوں کے ذریعہ کرتا رہا ہے۔ ہاتھ اور پیر وغیرہ کے بولنے اور بات کرنے پر تعجب کیوں؟ آخر زبان بھی تو گوشت ہی ہے، انسانی جسم کا ایک عضو ہے، خدا نے اس گوشت میں بات کرنے کی قوت دے دیدی ہے۔ کیا وہی اس بات پر قادر نہیں کہ کل جسم کے دوسرے حصوں میں بات کرنے کی قوت دے دے۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اَفَلاَ يَعْقِلُوْنَ﴾

اس رکوع میں کافروں کو اندھا کر دینے اور ان کی شکل بدل ڈالنے کے متعلق دلیل کے طور پر دکھایا ہے کہ تم ہر روز دیکھتے ہو، دیکھتے دیکھتے ایک بچہ جوان ہوتا ہے، پھر بوڑھا ہو جاتا ہے، جوانی میں جہاں اسے ہر طرح کی طاقت حاصل تھی، بڑھاپے میں ویسے ہی اس کو کمزوری اور ناتوانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہاں تک کہ اس کے دانت جھڑ جاتے ہیں، آنکھیں کمزور ہو جاتی ہیں، ہاتھ پاؤں تک ہلنے سے رہ جاتے ہیں، یہ شکل کا تبدیل ہونا نہیں تو اور کیا ہے، لیکن اس پر تعجب نہیں ہوتا، پھر بتایا ہے کہ قرآن شعر و شاعری نہیں کہ اس سے خوش طبعی کا کام لیا جائے وہ عبرت و نصیحت کی کتاب ہے، پھر قیامت کے برپا ہونے کے متعلق دلیلیں دی گئی ہیں۔

سورہ صافات

نام: سورہ کی ابتداء ہی ہوئی ہے: ﴿ والصافات صفاً ﴾ سے۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: سورۃ انعام کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : اصل موضوع تو اس سورہ کا توحید پر دلیلیں پیش کر کے اس کی تعلیم دینی ہے، اسی سلسلہ میں اس کا اظہار کیا گیا ہے کہ انجام کار بہر حال توحید اور اس کے تقاضوں سے اپنی زندگی سنوارنے والوں کی کامیابی ہے، اس کے برخلاف مشرکین کو جس انجام سے دوچار ہونا پڑے گا، اس کا تذکرہ ہے، لیکن کامیابی کے لئے جد و جہد اور ابتلا کے دور سے گذرنا ضروری ہے، پہلے بھی یہی ہوا کہ انبیاء اور رسولوں کی تکذیب کی گئی، اب بھی یہی ہو رہا ہے اور حق پر صبر و استقامت کے ساتھ جمے رہنے اور اللہ پر توکل رکھنے اور اللہ ہی سے مدد چاہنے

والوں کو ہمیشہ اللہ نے مدد دی ہے اور انہیں کامیاب فرما کر ہادی بنایا اور آنے والی نسلوں میں ان کا ذکر جمیل باقی رکھا۔

پھر اس مناسبت سے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا تذکرہ ہے۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام اور دوسرے متعدد انبیاء اور رسولوں کے تذکرے ہیں، اور آخر میں نہایت صفائی سے یہ پیشین گوئی بھی کردی گئی ہے کہ رسول ﷺ آخر کار کامیاب ہوں گے اور آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کرنے والے منکرین پر غالب آئیں گے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا﴾

پہلے تو اس رکوع میں ان فرشتوں کی قسم کھا کر توحید کا سبق دیا گیا ہے جو صف باندھے کھڑے اللہ کی حمد و تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ قسم شہادت ہوتی ہے، مطلب یہ کہ توحید کے لئے ان فرشتوں کو شہادت میں پیش کیا گیا ہے۔ پھر اللہ کی قدرت و ربوبیت کا تذکرہ ہے کہ اس نے کیسی کیسی چیزیں کائنات میں پیدا کی ہیں اور وہ انسان کی پرورش اور تربیت کے کام آتی ہیں پھر قیامت اور بعث بعد الموت پر دلیلیں دی گئی ہیں۔ قیامت کے دن ایک ڈانٹ پڑے گی اور سب اللہ کے روبرو کھرے ہوں گے، کافر کہیں گے ہائے یہ جزا کا دن ہے۔ آواز آئے گی ہاں یہی وہ فیصلہ کا دن ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾

اس رکوع میں مشرکین اور ان کے معبودوں اور شرک پر اکسانے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ قیامت میں وہ کس طرح بے بس ہوں گے، اور کس طرح ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے۔ پھر ان سب پر عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ اس کے بعد تھوڑا سا حال متقی مومنوں کا بیان ہوا کہ وہ جنت میں کن کن چیزوں سے بہرہ ور ہوں۔ اس کے بعد دوزخ کے کچھ ہولناک مناظر کا بیان ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ وَنَجَّيْنٰهُ﴾

اس رکوع میں پہلے تو حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر اللہ کی رحمت اور ان کے مخالفین پر عذاب طوفان کا مجمل بیان ہے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید کا تذکرہ ہے، اور یہ کہ انہوں نے اپنے

باپ اور اپنی قوم کو کس کس طرح نصیحتیں کیں اور کیسے کیسے دلائل سے ان کو سمجھایا، پھر مندر میں بتوں کو پاش پاش کردینے والے واقعہ کا اجمالی بیان ہے، نیز آگ میں پھینک دیئے جانے اور اللہ کے حکم سے بچالئے جانے کا بیان ہے۔

اس کے بعد اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک خواب کی بناء پر قربانی کے لئے زمین پر لٹادینے اور گردن پر چھری رکھ دینے کے مشہور واقعہ کا تذکرہ ہے، اور یہ کہ عین اسی وقت اللہ نے آواز دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَّاإِبْرَاهِيمُ قَدْصَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾ پھر حضرت ابراہیم کے پیشوا بنائے جانے اور ان کے نام کا غلغلہ بلند ہوتے رہنے کا ذکر ہے۔ چنانچہ آج تک قرآن میں اور نمازوں کے اندر درودوں میں ان کے نام کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهَارُوْنَ﴾

اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسانات کا تذکرہ ہے کہ کس طرح فرعون کے مقابلہ میں ان کی اللہ نے مدد کی ہے۔

پھر حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہے، ان کی قوم کا ایک بہت بڑا بت تھا، جسے وہ لوگ بعل کہتے، حضرت الیاس علیہ السلام نے اس بت کی پوجا سے لوگوں کو منع کیا اور توحید کی تعلیم دیتے ہوئے خدائے واحد کی عبادت کرنے کی نصیحت کی، پھر حضرت لوط علیہ السلام پر فضل الٰہی کا ذکر ہے اور ان کی قوم کے بدکرداروں پر عذاب کا تذکرہ ہے۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

اس رکوع میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ایک بحری سفر کے موقع پر طوفان آیا، یہ جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ کسی مجرم اور گناہگار کی کشتی میں موجودگی کی سبب طوفان آتا ہے، کشتی والوں نے قرعہ نکالا، حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا، ان کو دریا میں پھینک دیا گیا، ایک مچھلی نے نگل لیا، لیکن اللہ نے ان کو مچھلی کے پیٹ میں محفوظ رکھا، مچھلی نے کنارہ پر آ کر انہیں اگل دیا، نہایت لاغر اور جلد تقریباً ادھڑی ہوئی، ان حالات میں اللہ نے ان کی حفاظت کی، پھر صحت کے بعد انہوں نے قوم کو تبلیغ کی، قوم نے انکار کیا، عذاب آیا، اسے دیکھ کر سب ایمان لے آئے، یہ اللہ کی سنت ہے کہ عذاب دیکھنے کے بعد کا ایمان معتبر نہیں، مگر یہ حضرت یونس علیہ السلام کی

قوم کے ساتھ خاص اللہ کی رعایت ہوئی کہ عذاب ٹال دیا گیا اور وہ لوگ ایک عرصہ تک زندگی کی برکتوں سے فیض یاب رہے۔

پھر مشرکین کے فاسد خیالات کی تردید کی گئی ہے، اس کے بعد حضور ﷺ کو تبلیغ کئے جانے کی ہدایت ہے۔

سورہ صٓ

نام: حروف مقطعات سے شروع ہونے والی دوسری سورتوں کی طرح یہ سورہ ''ص'' سے شروع ہوئی ہے۔ اس لئے بطور علامت کے لئے اسی کو نام قرار دے دیا گیا۔

مضامین: قرآن کے نصیحت والی کتاب ہونے کا اعلان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جو لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے، اور کفر وانکار پر اصرار کر رہے ہیں، ان کا انجام ان کے حق میں برا ہوگا، کیونکہ جب فیصلہ کا وقت آ جاتا ہے تو پھر نجات کی راہ باقی نہیں رہتی اور اس کے ثبوت کے طور پر اجمالی طور پر قوم نوح، عاد اور ثمود وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبردست حکومت کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کی صبر واستقامت کا تذکرہ ہے۔ ان تذکروں سے یہ تعلیمات حاصل ہوتی ہیں:

۱: منکرین قرآن اپنی جاہ و دولت اور دنیوی شان وشوکت کے لحاظ سے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اقتدار کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں، مگر اتنے زبردست اقتدار اور شان وشوکت کے باوجود حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام ہر وقت اور ہر قدم پر اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے، خدا کے شکر گذار بندے تھے، دنیاوی جاہ وحشمت نے ان کو اللہ سے غافل نہیں بنایا۔

۲: جو لوگ اللہ کی بندگی اور حق کا کلمہ بلند کرنے کے لئے آزمائشوں کی شدتوں میں ثابت قدم رہتے ہیں (جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام رہے) تو اللہ انہیں اپنے فضل وانعام سے نوازتا ہے اور حکومت وفرماں روائی کا عطا کرنا خدا ہی کے قبضے میں ہے، اس نے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنی یہ نعمتیں عطا فرمائیں، اسی طرح وہ اج بھی اس پر قادر ہے کہ حق پر ثابت قدم رہنے والوں اور مخالفتوں کے

ہجوم میں استقلال کے ساتھ اسلام کو سربلند کرنے میں لگے رہنے والوں کو اقتدار عطا فرمائے۔

۳: انجام کار اسلام کے بول بالا ہونے کی جانب اشارہ بھی کر دیا گیا، اور مخلص مسلمانوں کو صبر و ثبات کی تلقین کرتے ہوئے آخر کار ان کے لئے فضل الٰہی کے مقدر ہونے کو بھی بتایا۔

۴: دو کردار سامنے رکھے ہیں۔

(الف) حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا۔

(ب) حضرت ایوب علیہ السلام کا۔

اور بتایا کہ تخت حکومت ہو یا آزمائشوں کی بھٹی، ایمان اور اسلام پر مخلصانہ عمل کی روش ہر حال میں خدا کی بندگی، خدا کی طرف رجوع اور تعلق باللہ کی ہوتی ہے نہ یہ کہ مصائب کے وقت تو خدا یاد آئے اور خوش حالیوں کے وقت غفلت و اعراض کی راہ اختیار کر لی جائے۔

۵: آخر میں قصہ آدم کا تذکرہ ہے، یہ بتانے کے لئے کہ ابلیس اور آدم کے درمیان ازلی عداوت ہے، لہذا جو لوگ حق سے کفر و انکار کی سرگرمیاں کر رہے ہیں، وہ دراصل ابلیس کے ہاتھوں کھیل رہے ہیں اور ابلیس جس طرح مردود بارگاہ ہوا، اسی طرح ایسے لوگ اپنے میں مردود بارگاہ ہونے کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ اس کے برخلاف جو لوگ قرآن کو اپنا رہنما بنا رہے ہیں، وہ آدمیت کی راہ ہے۔ گویا قرآن کی مخالفت سے انسان آدمیت سے نکل کر ابلیسیت کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿صٓ وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾

اس رکوع میں رسول کی نبوت صادقہ پر قرآن سے شہادت پیش کی گئی ہے۔ پھر کفار کی روش کا تذکرہ ہے کہ وہ کس طرح رسالت محمدیہ پر تعجب کا اظہار کر رہے ہیں اور قرآن کو جادو وغیرہ کہتے ہیں، پھر منکرین حق اور سرکشوں کی ذلت و نامرادی سے خبردار کیا گیا ہے جو انکار کے لازمی نتائج ہیں۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَمَا یَنْظُرُ هٰؤُلَاءِ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً﴾

اس رکوع میں حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ نے اقتدار و حکومت وغیرہ کے جو انعامات فرمائے تھے، ان کا تذکرہ ہے، پھر ان کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک رات دو فریق مقدمہ میں آئے، انہوں نے اپنے اپنے دعوے حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے رکھ کر فیصلہ چاہا، انہوں نے ایک فیصلہ دے دیا، لیکن اس فیصلہ میں بعض

گوشے نظروں سے اوجھل رہ گئے، جس کا احساس انہیں بعد میں ہوا، تو انہوں نے فوراً خدا سے مغفرت چاہی۔ اسی موقع پر سجدہ تلاوت ہے۔ حضرت داؤد علیہ اسلام اپنی بھول پر اللہ تعالیٰ کے سامنے رہتے ہوئے سجدہ میں گر گئے تھے لہذا سننے والوں اور پڑھنے والوں پر سجدہ واجب کر دیا گیا۔ اس طرح تعلیم دی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اگر کوئی بھی لغزش ہو جائے تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ یہی آدمیت ہے اور تکبر ابلیسیت ہے۔

لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کے اس واقعہ کو اسرائیلی خرافات نے نہایت گھناؤنے انداز میں پیش کیا ہے کہ دراصل وہ دونوں فرشتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک کام پر تنبیہ کرنے آئے تھی، کہ انہوں نے بہت سی بیویوں کے باوجود اپنے ایک سپہ سالار کی بیوی کو اپنی زوجیت میں لینے کے لئے اس سپہ سالار کو جنگ کے محاذ پر بھیج دیا جہاں وہ کام آ گیا اور اس طرح راستہ صاف ہو گیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کی بیوی کو اپنی بیویوں میں شامل کر لیا۔ یہ سب بہتان ہے اور اسرائیلی روایات کی من گھڑت باتیں۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز عبث نہیں پیدا کی گئی ہے، سب کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ لہذا انسان بھی بے مقصد نہیں پیدا کیا گیا ہے، اور اسی مقصد کے لئے رہنمائی کی خاطر یہ قرآن نازل ہوا ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی حکومت کا تذکرہ ہے کہ ان کے لئے اللہ نے ہوا وغیرہ کو مسخر کر دیا تھا اور وہ ان سے کام لیتے تھے۔ مقصد یہ کہ جو لوگ اپنی تخلیق کا مقصد پہچان کر قرآن پر عمل کریں گے اللہ ان کو اپنی زمین پر اقتدار عطا فرمائے گا۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾

اس رکوع میں حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ ہے کہ انہیں دشمنوں نے بڑی اذیتیں دیں، انہوں نے اللہ سے مدد طلب کی، اللہ نے انہیں ہجرت کا حکم دیا، پھر ان کے اہل وعیال کو بھی دشمنوں کے قبضہ سے بحفاظت نکال کر ان کے پاس پہنچا دیا گیا، یہ صلہ ہوتا ہے اللہ کے حکم پر عمل اور مشکلات پر صبر کا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے تذکرے کئے ہیں۔ پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل وغیرہ پیغمبروں کے ذکر ہیں، اس کے بعد بتایا ہے کہ ان کے لئے قیامت کے دن کیسے کیسے انعامات ہوں گے، اور سرکشوں کے لئے کیسی دردناکیاں ہوں گی۔

رکوع نمبر ۵: ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ﴾

اس رکوع میں حضور ﷺ سے خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو توحید کا سبق دیں، پھر بتایا ہے کہ قیامت کے آنے کا وقت کسی کو معلوم نہیں، اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور ابلیس کا سجدہ کرنے سے انکار کا واقعہ مذکور ہے، پھر یہ سبق دیا گیا ہے کہ اگرچہ ابلیس لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، مگر اللہ کے نیک بندوں پر اس کا زور نہیں چلتا۔

سورہ زمر

نام: نویں رکوع کی ابتدائی آیت میں ''زمر'' کا لفظ آیا ہے۔ اسی کو علامتی نام بنا دیا گیا۔

''زمر'' گروہ کو کہتے ہیں۔ نویں رکوع میں کافر ور مومن دو گروہوں کے ساتھ قیامت میں ہونے والے معاملہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

زمانہ نزول: سورہ سبا کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: پوری سورہ توحید کے دلائل، اس کی تعلیم اور اس کے تقاضوں اور ان پر عمل کے نتیجے میں ملنے والے انعامات اور اس کے مقابلہ میں کفر و شرک کے رد، اس کی برائیوں اور اس کے نتیجے میں ملنے والی سزاؤں کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس طرح اس میں پھیلے ہوئے مضامین کے حصے یہ ہیں:

۱: توحید کی تعلیم اور اس پر آثار کائنات سے دلائل۔

۲: توحید کا اقرار کرنے والوں اور انکار کرنے والوں کے درمیان موازنہ۔

۳: اقرار و انکار کے لازمی نتائج کا تذکرہ۔

۴: رحمت الٰہی کی وسعتوں کا بیان۔

۵: اعمال کی جواب دہی اور حساب کتاب کے یقینی ہونے کا بیان۔

۶۔ قیامت میں مومن اور کافر گروہوں کے ساتھ جیسا کچھ اور جس طرح معاملہ ہوگا، اس کا بہترین انداز میں بیان۔

رکوع نمبر ۱: ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾

اس رکوع میں نزول قرآن کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ کی مخلصانہ عبادت کی طرف دعوت دی گئی ہے۔اس کے بعد بتایا کہ مشرکین کی بھی یہ مجال نہیں کہ اس زمین وآسمان اوران کے درمیان کی چیزوں کا خالق اللہ کے سوا کسی اورکو کہیں،وہ جن کوخدا کا شریک ٹھہراتے ہیں،اس کا سبب یہ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں خدا کے تقرب کا ذریعہ ہیں لور یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں، حالانکہ یہ سب غلط ہے۔اللہ کی خدائی میں کوئی کسی حیثیت سے شریک نہیں،سب اس کے روبرو بے بس ہیں۔پھر خدا کی قدرتوں اور کائنات میں پھیلی ہوئی اس کی نشانیاں بیان کی ہیں،تا کہ عبرت کی نگاہ اور عقل توحید کوتسلیم کر سکے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ﴾

اس رکوع میں ایمان اورتقویٰ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اورمومنین متقین کے مدارج بنائے گئے ہیں۔ قیامت میں ملنے والے ان کے اجر کا ذکر ہے، پھر نافرمانوں اور سرکشوں کے انجام کا بیان ہے،عذاب دوزخ کے کچھ حالات ذکر کئے، تا کہ دل میں تقویٰ اورخشیت پیدا ہو۔

رکوع نمبر ۳: ﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ﴾

اس رکوع میں یہ بتایا ہے کہ جن کے سینے اسلام کے لئے کھل گئے،ان کے عمل کے قدم اللہ کی روشنی میں اٹھے ہیں،اور جو کفروشرک کی روش پر چلتے ہیں،وہ تاریکی میں بھٹکتے ہیں،کہ کبھی کسی کھڈ میں گرے اور کبھی کسی دلدل میں پھنسے۔

پھران لوگوں کے دلوں کی کیفیت کا بیان ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔آیات الٰہی سن کر اور قیامت کے ہولناک مناظر کا تصور کر کے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔وہ کانپنے لگتے ہیں۔پھر یہ بتایا ہے کہ اس قرآن میں تبلیغ ونصیحت کے لئے ہر پیرایہ بیان اختیار کیا گیا ہے۔دلائل بھی،تاریخی شواہد بھی اور مثالیں بھی، تا کہ ہر درجہ کا ذہن متاثر ہو سکے۔

پارہ نمبر ۲۴
فمن أظلم

رکوع نمبر ٤: ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ﴾

اس رکوع میں اس شخص کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے جس کے پاس اللہ کی صداقت آئی اور اس نے صداقت کا بھی انکار کیا اور یہ کہہ کر کہ یہ من جانب اللہ نہیں ہے، اللہ پر بھی جھوٹ باندھا۔ یہ بتایا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ سچ کو مانا بھی جائے اور اپنے عمل سے اپنے تسلیم و اعتراف کو ثابت بھی کیا جائے۔ اس کے بعد بتایا ہے کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں، ان کی حفاظت کے لئے اللہ کافی ہے۔ انہیں ہرگز کسی سے خوف نہ کھانا چاہیۓ۔ اللہ ہی پر توکل اور اعتماد رکھنا چاہیۓ کیونکہ دنیا کی کوئی طاقت اس قادر و مطلق کے آڑے نہیں آ سکتی۔

رکوع نمبر ٥: ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ موت و حیات اللہ کے قبضہ میں ہے اور جس کے قبضہ میں موت و حیات ہو وہی عبادت کے لائق ہے، نہ کہ وہ جس میں اپنے آپ کی حفاظت کی بھی طاقت نہ ہو۔

پھر بتایا ہے کہ اللہ قادر ہے، عالم الغیب ہے، انسان کے ایک ایک عمل اور نیت تک سے واقف ہے، قیامت کے دن سب کے ساتھ پورا پورا انصاف ہوگا اور جس کا جیسا عمل ہوگا، اسکی مطابق اس کی جزا و سزا ہوگی۔ پھر بتایا ہے کہ قیامت کے دن نافرمان اور سرکش تمام دنیا کی دولت بلکہ اس سے دگنا دے کر بھی چاہیں گے کہ وہ سزا سے بچ جائیں تو نہیں بچ سکتے۔

پھر انسان کی ایک اس ذہنیت کا ذکر ہے کہ جب اللہ اسے کسی نعمت سے سرفراز کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ میرے علم و ہنر کی وجہ سے ملی، حالانکہ نہیں سوچتا کہ یہ علم و ہنر اس کو کہاں سے ملے؟ یہ بھی تو اللہ کی عطا کردہ نعمت ہے؟ ایسی بات اور ایسا سوچنا اللہ کو ہرگز پسند نہیں، اللہ شکرگذار بندوں کو پسند کرتا ہے۔

رکوع نمبر ٦: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ انسان کو اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہئے، جب بھی کوئی غلطی سرزد ہو جائے ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اور فرماں برداری کا عزم کرنا چاہئے۔ پھر بتایا ہے کہ وقت نکلنے کے بعد ندامت اور اعتراف گناہ بیکار ہے، اس لئے قبل اس کے کہ مہلت کی گھڑی ختم ہو، انسان کو توبہ و استغفار کر لینا چاہئے۔ یہ نافرمانوں اور سرکشوں کا کام ہے کہ عیش و عشرت میں مگن رہتے ہیں اور جب عذاب دیکھتے ہیں تو انہیں خدا یاد آتا ہے۔

رکوع نمبر ۷: ﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ مشرکوں نے اللہ کی قدرت کا صحیح اندازہ ہی نہیں لگایا۔ جو اوروں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں، پھر اللہ نے اپنی قدرت کا کچھ تذکرہ فرمایا ہے تاکہ مشرک شرک سے باز آ جائیں۔

پھر قیامت کے دن کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ کس طرح عدالت ہوگی، کس طرح انبیاء اپنی اپنی امتوں پر گواہ کی حیثیت سے پیش ہوں گے، کس طرح وہ سارے گواہان پیش کئے جائیں گے جو انسان کی بدعملیوں پر گواہی دیں گے، یہ گواہان انسان کے ہاتھ، پیر بھی ہوں گے، یہ زمین بھی ہوگی جس پر وہ گناہ کرتا رہا ہوگا، یہ آسمان بھی ہوگا جس کی چھت کے نیچے گناہ کے بازار گرم رہے ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر ہر ایک اپنے کئے کا پورا پورا بدلہ پائے گا۔

رکوع نمبر ۸: ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا﴾

یہ رکوع ہے جس میں قیامت کے دن مومن گروہ اور کافر گروہ کے پورے حالات بیان کئے گئے ہیں کہ کافر کا گروہ جہنم کی طرف ہنکایا جا رہا ہوگا، یہاں تک کہ جب وہ جہنم کے دروازوں کے پاس پہنچے گا اور دروازہ کھلے گا تو دوزخ کے نگہبان ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس ہادی اور رسول نہ آئے تھے؟ جو اللہ کی آیتیں سناتے اور اس دن کے آنے سے ڈراتے، وہ گروہ جواب دے گا، بے شک ایسا ہوا لیکن ہم نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری اور تکذیب کی۔ پھر وہ گروہ جہنم کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اہل جنت کا گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا، وہ جنت کے دروازے پر پہنچے گا تو اس کے نگہبان اسے مبارک باد دیں گے۔ اس پر سلامتی بھیجیں گے اور کہیں گے کہ آرام و آسائش کے ساتھ یہاں ہمیشہ رہو۔ یہ گروہ جنت میں اللہ کی حمد کرتا ہوا

داخل ہوگا اور کہے گا کہ اللہ کا وعدہ سچا تھا کہ ہمیں اس نے جنت کا وارث بنایا۔ تیسری طرف فرشتوں کے پرے ہوں گے جو عرش الٰہی کو چاروں طرف گھیرے کھڑے ہوں گے اور اللہ کی حمد وثنا کررہے ہوں گے۔

سورۂ مومن

نام: چوتھے رکوع کی آیت ﴿وقال رجل مومن من ال فرعون﴾ سے ماخوذ ہے۔

ترجمہ: فرعون کے لوگوں میں سے ایک مرد مومن نے کہا۔

مضامین: اس سورہ کا مرکزی مضمون تو یہ ہے کہ رسول تو رسول مومنوں کی بھی جب وہ حمایت حق کے لئے کھڑے ہوجائیں، اور صبر وثبات کے ساتھ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے سعی کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا ہے، اور مخالفت حق کتنی ہی زبردست ہو، سنت اللہ ہے کہ آخر کار اسے ناکامی ہوتی ہے۔

اس مدعا کو ذہن نشین کرانے کے لئے اس سورہ کی تعلیمات کے یہ گوشے ہیں:

۱: اللہ کی قدرت، اس کے علم اور اس کے فضل اور اس کی زبردست گرفت کا بیان۔ اس سلسلہ میں بطور شہادت قوم نوح وغیرہ کے واقعات کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔

۲: خدا کی رحمت بے پایاں، وہ حق پر جمے رہنے والے مومنین کی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ایمان کے تقاضوں کے ٹھیک ٹھیک مطابق زندگی استوار کی جائے۔

۳: اس خدائی حفاظت کے بے شمار طریقوں میں سے ایک انوکھا طریقہ وہ ہے، جو اللہ نے خود فرعون کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش اور حفاظت کے سامان پیدا کردیئے۔ اس طرح جب تذکرہ موسیٰ علیہ السلام وفرعون آگیا تو اس کے بعض دوسرے گوشے مناسب موقع کے مزید ذکر کردیئے گئے۔

۴: حق کے تین بڑے اور اصولی حیثیت کے زبردست مخالف ہوا کرتے ہیں۔

(الف) سیاسی اقتدار۔

(ب) مال ودولت (سرمایہ داری) کا زور۔

(ج) دین باطل کی پیشوائیت۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں تینوں جمع تھے۔ سیاسی اقتدار کی نمائندگی فرعون کررہا تھا۔ سرمایہ

داری کی قارون اور دین باطل کی پیشوائیت ہامان کے سپرد تھی۔ ان تینوں نے متحدہ محاذ بنایا۔ اپنا سارا زور صرف کر دیا لیکن انجام حق کی فتح ہی ہوا۔

۵: خدا کی یہی سنت ہمیشہ سے ہے۔ رسول اور مومنین صادقین کے ساتھ بھی خدا کی مدد رہے گی اور دنیا و آخرت میں بہر حال کامیابی ان ہی کو ملے گی۔

۶: اس کی مزید تاکید کے طور پر پھر اللہ کی قدرتوں کا بیان کیا گیا ہے۔

۷: عمل کی جزا و سزا کا قانون ہمیشہ سے ہے۔ یہ کبھی معطل نہیں ہوا۔

۸: مہلت کا زمانہ جب ختم ہو جاتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت فیصلہ خداوندی کو ٹال نہیں سکتی۔

رکوع نمبر ۱: ﴿حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ کی چند صفتیں بیان کرنے کے بعد توحید کا سبق دیا گیا ہے۔ پھر بتایا گیا ہے کہ کفار کی ظاہری شان و شوکت سے دھوکے میں نہ آنا چاہئے کہ شاید یہ عذاب سے بچ جائیں گے، اگر یہ دنیا میں بچ بھی رہے تو آخرت میں نہیں چھوٹ سکتے۔ پھر فرشتوں کا ذکر ہے اور اہل ایمان کی تعریف کی گئی ہے۔ وہ ایسے ہوتے ہیں جن کی مغفرت کے لئے فرشتے بھی دعا کرتے ہیں۔ نہ صرف ان کے لئے بلکہ کے اہل و عیال اور والدین وغیرہ کے لئے بھی یہ فرشتے دعا کرتے ہیں۔

رکوع نمبر ۲: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ﴾

اس رکوع میں کافروں پر جو کچھ قیامت میں گذرے گی، اس کا بیان ہے اور یہ کہ اس دن مارے خوف کے ان کفار کے دل گلے میں اٹک رہے ہوں گے، نہ مال و دولت کام آئیں گے، نہ کسی کی سفارش چلے گی۔ پھر اللہ کے عالم الغیب ہونے کا ذکر کرتے ہوئے سمجھایا ہے کہ اللہ انسان کے ہر عمل، ہر حرکت اور ہر نیت سے واقف ہے اور قیامت کے دن سب کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

رکوع نمبر ۳: ﴿اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ﴾

اس رکوع میں گذشتہ قوموں اور ان کی نافرمانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ جب ان پر عذاب آئے تو کوئی ان عذابوں کو نہ ٹال سکا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے کہ ان کا سابقہ تین سرکشوں، فرعون، ہامان اور قارون سے پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طرح طرح سے ان تینوں کو سمجھایا اور دعوت حق دی، مگر ان میں

سے کسی نے بھی ان کی باتوں پر کان نہ دھرا۔

(نتیجہ یہ ہوا کہ فرعون مع اپنے لاؤلشکر کے دریا میں غرق کر دیا گیا، ہامان پر راتوں رات بجلی گری اور وہ راکھ کا ڈھیر ہو گیا اور قارون کو مع اس کے خزانے کے زمین میں دھنسا دیا گیا)۔

رکوع نمبر ٤ :﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ قوم فرعون میں سے ایک مومن تھا جو فرعونی حکومت کے خوف سے اپنا ایمان چھپاتے ہوئے لوگوں کو حکمت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی ترغیب دیتا رہتا۔ کبھی اس طرح کہ وہ دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچتا اور کہتا کہ آج سلطنت ہے، کل اگر یہ ہاتھ سے جاتی رہے تو کیا ہو؟ کبھی گذشتہ قوموں کی نافرمانیوں کا ذکر کر کے لوگوں کو ایمان اور عمل صالح کی ترغیب دیتا۔ کبھی قیامت کے ہولناک مناظر یاد دلاتا۔ کبھی حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرتا کہ یہی تخت مصر تھا، جس پر وہ متمکن ہوئے، اور کس خوبی اور انسان کی کتنی خبر گیری کے ساتھ سلطنت کے کام انجام دیئے۔ یہ محض ان کے ایمان و عمل صالح کا کرشمہ تھا۔

رکوع نمبر ٥ :﴿وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ بتایا ہے کہ اس مرد مومن نے آخر اپنے ایمان کا اعلان کر کے اپنی قوم سے برأت و بیزاری کا اظہار کر دیا، پھر فرعون اور اس کی پیروی کرنے والوں کو انجام (غرق دریا ہونے) کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اب وہ سب عالم برزخ میں ہیں۔ انہیں صبح و شام جہنم کے سامنے لایا جاتا ہے کہ دیکھ لو، یہ ہے تمہارا ٹھکانا اور جہاں قیامت کے دن تمہیں ڈالا جائے گا۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ ہر نافرمان و سرکش کو عذاب دیا جائے گا، چاہے اس کی حیثیت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ بڑے لوگ ہوں یا چھوٹے اور جو بھی ان کی پیروی کریں گے، عذاب میں ان کے ساتھ شریک ہوں گے۔

رکوع نمبر ٦ :﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾

اس رکوع میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے رسولوں کی مدد فرمائی ہے، اور ایمان والوں کے لئے ان کی مدد کا وعدہ ہے، بشرطیکہ ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد اس دعوے میں سچے ہونے کا عملی ثبوت دیا جائے۔ پھر قیامت کا خوف دلایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس دن نافرمانوں کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت حق کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل پر اللہ نے انعام فرمایا،

اس مجمل تذکرہ سے مسلمانوں کو سبق دیا گیا ہے کہ کہیں تم بھی بنی اسرائیل کی طرح نہ ہو جانا کہ اللہ کے انعامات کے بعد نافرمانیاں کرنے لگو اور پھر ان ہی کی طرح راندۂ درگاہ بن جاؤ۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کو اور آپ ﷺ کے توسط سے مسلمانوں کو صبر و توکل کی تعلیم دی گئی ہے اور اللہ کی حمد و ثناء کرتے رہنے کی ہدایت ہے۔ پھر تعلیم دی گئی ہے کہ شیطانی خیالات سے خدا کی پناہ طلب کرتے رہنا چاہئے اور ہمیشہ اس کی جناب میں دعا کے لئے حاضر رہنا چاہئے۔

رکوع نمبر ۷: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ﴾

اس رکوع میں اللہ کی حمد و ثناء، اس کی قدرت کے مظاہر اور اس کی قوت و آیات الٰہی کا بیان ہے اور انسانی شکل و صورت میں پیدا کئے جانے اور رزق وغیرہ دیئے جانے کے انعامات کا بیان ہے۔ ساتھ ہی انسان کی پیدائش اور اس کی غرض و غایت اور مقاصد کا ذکر ہے کہ دنیا میں اللہ کی مرضی پوری کرنے کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے، اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اسلام کو اخلاص کے ساتھ قبول و اختیار کریں اور خدا ہی کی عبادت کریں۔

رکوع نمبر ۸: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ﴾

اس رکوع میں ان لوگوں کا انجام بتایا ہے جو خدا کی آیتوں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور کتاب الٰہی اور رسالت کی تکذیب کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے، انہیں کھولتے ہوئے پانی میں ڈالا جائے گا، پھر آگ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ کہاں ہیں تمہارے وہ شریک، سامنے آتے کیوں نہیں، اس طرح سمجھایا ہے کہ قیامت کے دن نہ کوئی فدیہ کام دے گا نہ کسی کی سفارش کام آئے گی، سفارش کے کام آنے کا سوال کیا کوئی سفارشی سرے سے ہو گی ہی نہیں۔

رکوع نمبر ۹: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ اللہ نے انسان کو جو بے شمار انعامات عطا فرمائے ہیں، ان میں حیوانات بھی ہیں، تاکہ انسان ان سے سواری کے کام لے، ان کے گوشت سے اپنی غذا کا کام لے، ان کے پوست سے دوسری کارآمد چیزیں تیار کرے، اسی طرح انسان کے کام کی ایک چیز جہاز و کشتی ہے کہ اس سے سفر اور مال تجارت کے لانے لے جانے کا کام لیا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ کے اتنے احسانات ہیں کہ انسان اگر عقل و شعور سے کام

لے تو محسوس کرے گا کہ اس کا رُواں رُواں اللہ تعالیٰ کے احسانات سے جکڑا ہوا ہے، مگر انسان ہے کہ ناشکری کرتا ہے۔ پھر عبرت کے لئے گذشتہ قوموں کا تذکرہ ہے کہ وہ قرآن کریم کے مخالفین سے کہیں زیادہ تہذیب و تمدن، قوت اور حکومت وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر تھے، مگر جب عذاب آیا تو وہ ہلاک ہو کر رہے، پھر یہ مخالفین کس طرح بچ سکتے ہیں؟

سورۂ حم السجدہ

نام: حروف مقطعات سے شروع ہونے والی دوسری سورتوں کی طرح یہ سورہ بھی حم سے شروع ہوئی ہے، اس لئے اسی کو علامتی نام دے دیا گیا۔ اس سورہ میں ایک جگہ سجدہ تلاوت آتا ہے، اس لئے حم کے بعد "السجدہ" کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

زمانہ نزول: سورۃ المومن کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: یہ سورہ مندرجہ ذیل اہم مضامین پر مشتمل ہے۔

۱: قرآن وہ کتاب ہدایت ہے، جس میں نصیحت کی باتیں کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں، تاکہ علم و بصیرت رکھنے والے لوگ فائدے اٹھائیں۔

۲: آثار کائنات اور کائنات میں پیدا کئے ہوئے خدا کی عام ربوبیت کے ساز و سامان کے ذریعہ توحید کا ثبوت دیا گیا ہے۔

۳: شرک کا رد اور یہ کہ مشرکین کی سرگرمیاں انسانی سوسائٹی کے لئے بگاڑ کا سبب بنتی ہیں، اور زمین پر فساد پھیلانے کے اعمال بہرحال اپنے نتیجے ساتھ لاتے ہیں۔

۴: یہ نتائج دنیا میں عذاب الٰہی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور قیامت میں دردناک سزاؤں کی صورت میں ہوں گے۔

۵: اس کے لئے گذشتہ قوموں کی تاریخ پکار پکار کر شہادت دے رہی ہے کہ زمین پر فساد پھیلانا اپنی شامت بلانا ہے، چنانچہ خدائی عذاب سے تباہ شدہ کھنڈر عبرت کے لئے موجود ہیں۔

۶: قرآن حکیم بہرحال دلوں پر اثر ڈالتا ہے۔ منکرین قرآن تک اس کے اعتراف پر مجبور ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ منصوبے بناتے ہیں کہ قرآن کی آواز کسی طرح لوگوں کے کانوں میں نہ پڑے۔ چنانچہ اپنے ہم نواؤں کو سکھاتے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو شور مچاؤ۔

۷: جو لوگ آج دوسروں کو قرآن کی تعلیم سے محروم رکھ کر اپنی سرداری کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں کل قیامت کے دن اِن کے پیرو اِن ہی کے خلاف انتہائی غیظ و غضب کا اظہار کریں گے۔

۸: توحید کا اقرار اور اس پر استقامت کے سبب اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور جن لوگوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، دنیا اور آخرت میں ان کی سعادتوں کا کیا ٹھکانا۔

۹: ایسے لوگ دنیا میں بھی کامیاب رہیں گے اور آخرت میں بھی خدا کے بہترین انعامات کے مستحق ہوں گے اور یہ انعامات کبھی فنا ہونے والے نہ ہوں گے۔

۱۰: اسلام بہرحال سربلند ہو کر رہے گا، نہ صرف عرب میں بلکہ اس کی روشنی دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے گی اللہ کے حکم سے۔

۱۱: دین الٰہی ہمیشہ سے یہی اسلام رہا ہے، اختلافات لوگوں کے اپنے کھڑے کئے ہوئے ہیں۔ قرآن سے اعراض اور اس کا انکار بھی کوئی نئی بات نہیں، توریت کے بارے میں بھی اسی طرح کے اختلافات کئے گئے۔

۱۲: منکرین قرآن کا فیصلہ فوراً اس لئے نہیں ہو رہا ہے کہ سنت اللہ مہلت دینے کی ہے۔ اگر مہلت سے ان لوگوں نے فائدہ نہیں اٹھایا تو پھر بہرحال خدائی فیصلہ ہو کر رہے گا اور وہ فیصلہ اس سے مختلف نہ ہوگا جو ثمود اور فرعون وغیرہ کے معاملوں میں ہوا۔

رکوع نمبر ۱: ﴿حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

اس رکوع میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن سے نصیحت حاصل کرنا نہایت آسان ہے، انسان اگر عقل و شعور سے کام لے تو قرآن کے ذریعہ اسے راہ ہدایت معلوم کرنے میں دشواری نہ ہوگی۔ لیکن مخالفین تو اس کے روادار ہی نہیں کہ اپنے دل و دماغ کو زحمت دیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل اس سے ناآشنا ہیں، ہمارے کان بند ہیں، ہمارے اور رسول ﷺ کے درمیان حجاب ہے۔ پھر توحید کا سبق دیا گیا ہے اور توحید پر استقامت اور اللہ سے طلب مغفرت کی تعلیم ہے۔ زکوٰۃ نہ ادا کرنے والوں کو مشرکین کے زمرہ میں شامل کیا گیا ہے اور قیامت میں عذاب کا مستحق ٹھہرایا گیا۔

رکوع نمبر ۲ : ﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ﴾

اس رکوع میں کائنات اور اس کے مظاہر کا تذکرہ کرتے ہوئے منکرین حق سے پوچھا گیا ہے کہ ان آیات الٰہی کو دیکھتے ہوئے پھر بھی ان کے خالق وصانع سے کفر کرتے ہو؟ پھر عاد اور ثمود کی ہلاکت کے واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے، مقصد یہ کہ یہ وہ قومیں اپنے وقت کی زبردست شان وشوکت رکھنے والی قومیں تھیں، مگر کفر وشرکت کے سبب ان کا انجام ہلاکت ہوا، پھر منکرین قرآن کس شمار میں ہیں؟ پھر آخر میں اللہ پر ایمان رکھنے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کو تسلی دی گئی ہے کہ ان کے لئے خوف وحزن کی ضرورت نہیں، اللہ انہیں عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَاءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن انسان کی بداعمالیوں کی گواہی میں خود اس کے کان، آنکھ، ہاتھ پاؤں، یہاں تک کہ کھال بھی سب بولیں گے، انسان حیران ہو کر ان چیزوں سے کہے گا کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم اللہ کے حکم سے مجبور تھے کہ دنیا میں تمہاری تابعداری کرتے، تم نے ہم سے جس طرح کام لیا، ہم نے وہ کیا، آج اسی اللہ نے ہم میں بولنے کی قدرت پیدا کردی، اور ہم نے سارے حالات سامنے رکھ دیئے۔ اس طرح سبق دیا گیا ہے انسان کو کان سے کسی ایسی آواز کو نہ سننا چاہئے جو حرام ہے، جیسے کسی کی چغلی کی باتیں، گانے وغیرہ۔ آنکھ کی برائیوں سے بچنا چاہئے، اسی طرح اپنے کسی عضو سے کوئی ایسا کام نہ لینا چاہئے جو اللہ کو پسند نہیں، ورنہ یہی چیزیں کل قیامت میں انسان کے خلاف گواہ بن کر پیش ہوں گی۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ﴾

اس رکوع میں پہلے ان لوگوں کو سخت دھمکی دی گئی ہے جو قرآن کی آواز کو دباتے ہیں تا کہ کسی کے کانوں میں نہ پڑے۔ پھر بتایا ہے کہ جو لوگ باطل کے علمبردار ہوتے ہیں، اور ان کی وجہ سے اللہ کے بندے گمراہ ہو جاتے ہیں، قیامت میں جب گمراہ لوگوں پر عذاب ہوگا تو یہ کہیں گے کہ پروردگار ذرا ہمارے ان حق فروش لیڈروں اور رہنماؤں کو ہمیں دکھا دیجئے تا کہ ہم آپ اپنے پاؤں سے انہیں روندیں کہ آج انہی بدبخت باطل کے رہبروں کے سبب ہم پر عذاب ہو رہا ہے، پھر ایمان اور اس پر ثابت قدم رہ کر ایمان کے تقاضے پورے

کرنے والوں کو کامرانی اور قیامت میں سرخ روئی کی بشارت دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ﴾

اس رکوع میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو خود نیک عملی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور خدا کی بندوں کو راہ حق کی دعوت وتبلیغ میں سرگرم رہتے ہیں، اور بتایا گیا ہے کہ ایسے لوگ بڑے فضیلت والے اور بڑی تعریف کے مستحق ہیں۔ یہ بڑے خوش نصیب ہیں، کیونکہ راہ حق پر ثابت قدم رہتے ہوئے حق کی دعوت دیتے ہیں، اور تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ پھر اللہ کی قدرتوں اور چند نشانیوں کا بیان ہے اور سورج چاند وغیرہ کے آگے جھکنے اور سجدہ کرنے کی مشرکانہ حرکت سے روکتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں، انہیں خدائی میں شریک نہ ٹھہرانا چاہئے، پھر اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں اور منکرین حق کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ پھر قرآن کی حفاظت کا اعلان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ باطل اس قرآن کے نہ سامنے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ پھر وہ لوگ جو قرآن کی پیش کردہ راہ اختیار نہیں کرتے انہیں اندھے سے تشبیہ دی گئی ہے اور اندھا جس طرح ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتا ہے سب کو معلوم ہے۔

رکوع نمبر ۶: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ﴾

اس رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت حق کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل نے اختلاف کیا، اور اگر خدا کی مصلحت نہ ہوتی تو ان کا قصہ اب تک پاک کیا جاچکا ہوتا۔ اسکے بعد بتایا گیا ہے کہ جو نیک عملی کی زندگی گذارتا ہے وہ اپنے بھلے کے لئے ایسا کرتا ہے اور جو برائی کرتا ہے تو اس کی سزا وہ خود بھگتے گا۔

پارہ نمبر ۲۵
الیہ یردّ

پھر خدا کے علم کا بیان ہے کہ وہ انسان کے ہر عمل اور ہر ارادے و نیت کو جانتا ہے۔ پھر یہ بتایا ہے کہ مشرکوں کا انجام قیامت میں کتنا رسوا کن ہوگا۔ اس کے بعد انسان کی ذہنیت بتائی ہے کہ مال و متاع کی دعا کرتے ہوئے نہیں تھکتا، اور اگر ذرا سا نقصان پہنچ جاتا ہے تو وہ آس توڑ کر رحمت الٰہی سے ناامید ہو جاتا ہے اور پھر جب اس کی مصیبت دور کر کے اللہ اس پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے تو اکڑنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ اولاً تو میرا گمان ہے کہ قیامت آئے گی ہی نہیں اور آئی بھی تو وہاں بھی ہمیں ایسی ہی خوش گواریاں حاصل ہوں گی۔ غرض انسان جب اللہ کی نعمت پاتا ہے تو اللہ سے رخ پھیر لیتا ہے اور جب کسی مصیبت میں پھنستا ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ اس کا رویہ یہ ہونا چاہئے کہ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھے، ہر اچھے اور برے وقت میں اللہ کی طرف رجوع رہے۔

سورۂ شوریٰ

نام : چوتھے رکوع کی آیت ﴿ وامرهم شوریٰ بينهم ﴾ سے ماخوذ ہے

ترجمہ اور مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔

زمانہ نزول : سورۃ حم السجدہ کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : اس سورہ میں امت مسلمہ کے برپا کئے جانے کی اصل غرض کی تعلیم دیتے ہوئے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ زمین پر جب اقتدار حاصل ہو تو مسلمان کو کون سی روش اختیار کرنی چاہئے۔

اس مرکزی مضمون کو سمجھانے نیز مخالفین کے اعتراضات رد کرنے کے لئے جو اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے اس کے اجزاء یہ ہیں:

۱-وحی قرآنی اور رسالت محمدیہ کوئی پہلا واقعہ نہیں، بلکہ سلسلہ وحی و رسالت قدیم سے چلا آ رہا ہے۔
۲-اختلاف و انکار بھی کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ سے وحی الٰہی کا انکار اور رسالت کی تکذیب ہوتی رہی ہے۔

۳-اللہ تعالیٰ انسان کے اختیار اور آزادی عمل کو اگر معطل کر کے جبراً سب کو امت واحدہ بنانا چاہتا تو اس کے لئے کوئی دشوار نہ تھا، مگر انسان کو آزادی فکر و عمل دی ہی اس لئے گئی ہے، تاکہ یہ امتحان لیا جائے کہ وہ عقل و بصیرت سے کام لے کر برضا و رغبت اللہ کی اطاعت کرتا ہے یا نہیں؟

۴-اسلام، اللہ کا وہ واحد دین ہے جس کی دعوت ہر زمانے کے نبی نے دی۔ اختلاف و سرکشی بعد والوں نے پیدا کئے۔

۵-حضرت نوح علیہ السلام ہوں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام، تمام رسولوں کی بعثت کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس دین کو قائم کریں۔ یہی مقصد رسالت محمدیہ کا ہے۔ اس بناء پر مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ دین کو قائم کرنے کے لئے مصروف جدوجہد رہیں۔

۶-مسلمانوں کی مخلصانہ جدوجہد رائیگاں نہ جائے گی۔ صبر و ثبات اور اللہ پر توکل کے ساتھ اس فریضہ کے لئے جدوجہد ہوگی تو اللہ کی مدد اور رحمت ضرور نازل ہوگی۔

۷-رسول ﷺ کی ذمہ داری صرف تبلیغ ہے، برے اعمال کے خراب نتائج سے آگاہ کر دینا ہے، کسی کو زبردستی ہدایت پر گامزن کر دینا نہیں ہے، تبلیغ و انذار کے بعد رسول ﷺ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے، پھر ہر شخص کا عمل اس کے لئے، اور ہر شخص اپنے عمل کا آپ جواب دہ ہے۔

۸-رضائے الٰہی اور آخرت کی زندگی کی کامرانیاں ایمان اور عمل صالح سے وابستہ ہیں اور ایسے لوگوں کے اندر جو صفتیں ہوتی ہیں وہ ہیں توکل، گناہوں اور فحش باتوں سے اجتناب، عفو و درگذر، اطاعت الٰہی، نماز قائم کرنا، آپس کے معاملات کو باہمی مشورہ سے حل کرنا، انفاق فی سبیل اللہ اور اللہ سے مدد طلب کرتے رہنا۔

۹-مسلمان کی ذمہ داری اپنی ذات ہی کی اصلاح نہیں ہے بلکہ اپنے اہل و عیال کی، نیز معاشرے کی اصلاح بھی ہے۔

۱۰-سورہ میں جا بجا مناسب جگہوں پر کفر و شرک اور انکار حق کے برے نتائج سے بھی خبردار کیا گیا ہے، کہیں کہیں اعتراضات اور شکوک کو بھی دور کیا گیا ہے۔

نوٹ:-

واضح رہے کہ یہ سورہ مکہ کے اس دور کی ہے، جب کہ مادی حیثیت سے مسلمان بہت کمزور تھے، ظلم وزیادتی کے شکار بنے ہوئے تھے، ایسے وقت میں دین کے قائم کرنے کی ذمہ داری بتاتے ہوئے غلبہ واقتدار کے وقت جو رویہ ہونا چاہئے، اس کا سبق دیا جارہا ہے۔ اس سے ایک طرح سے یہ پیشین گوئی ہورہی ہے کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوکر رہے گا۔ دوسرے یہ کہ اسلام کو سربلند کرنا، مسلمان کی زندگی کا واحد نصب العین ہونا چاہئے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿حٰمٓ عٓسٓقٓ کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَاِلَی﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قدر اعلیٰ شان وشوکت کا مالک ہے کہ کوئی اندازہ نہیں کرسکتا اور جس کی قدرت وہیبت سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے، اسی لئے فرشتے ہر وقت اللہ کی حمد وتسبیح کرتے رہتے ہیں۔ زمین والوں کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ پھر یہ بات سمجھائی ہے کہ انسان کا اصل سرپرست اور رب اللہ وحدہٗ لاشریک ہی ہے، کیونکہ زندگی اور موت اسی کے قبضہ تصرف میں ہے، اس لئے شرک انتہائی نازیبا حرکت ہے۔ پھر رسول ﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ تبلیغ ودعوت کرتے رہیں، ان کی ذمہ داری بس اتنی ہی ہے کہ وہ برے اعمال کے برے نتائج سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی ملت کا پیرو کردیتا، لیکن جب اس نے آزادی فکر وعمل دے رکھی ہے تو پھر جبر کے کوئی معنی نہیں، قیامت بہرحال آکر رہے گی اور وہاں سب کا فیصلہ ہوجائے گا۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ جس زمانے میں جو نبی بھی آیا، اس نے اسی دین اسلام کی دعوت دی، یہ اختلافات لوگوں کے اپنے پیدا کئے ہوئے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اسی دین کو زمین پر حاوی کریں، مسلمانوں کی زندگی کا مقصد یہی دین قائم کرنا ہے، نہ کہ اختلاف اور تفرقہ بازی۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ سب اللہ کے حضور جمع ہوں گے اور ہر شخص اپنے عمل کے نتیجے میں دیکھ لے گا۔ یہ قرآن راہ حق کی رہنمائی کے لئے اتارا گیا ہے۔ مومنین قیامت سے ڈرتے رہتے ہیں اور منکرین بےفکر ہیں، گمراہ ہیں، یہ اللہ کا رحم وکرم ہے کہ وہ ناشکریوں اور نافرمانیوں کے باوجود انسانوں کی پرورش کے سامان مہیا کرتا ہے، لیکن اللہ کی قدرت وقوت نہیں بھولنی چاہئے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ اپنے لئے زندگی بسر کرنے کی راہ خود ایجاد کرنا اور اپنے آپ زندگی کا ضابطہ بنانا سخت نادانی ہے۔ ساتھ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص دنیا ہی میں اپنی محنت کا پھل حاصل کرنا چاہے، وہ اسے مل جاتا ہے، لیکن پھر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ نیز یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بندوں کو معاف کرتا ہے جو اپنے گناہوں پر نادم ہوتے ہیں، اور توبہ کرتے ہیں، اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں، ان پر اللہ کا فضل زیادہ ہوتا ہے۔ پھر کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی کچھ قدرتیں اور نشانیاں بتا کر توحید کی طرف توجہ دلائی ہے۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ﴾

اس رکوع میں پہلے یہ بتایا ہے کہ انسان پر جو مصیبتیں آتی ہیں وہ انسان کی خود کاشت ہوتی ہیں، پھر اللہ کے رحم وکرم اور اس کی قدرت کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اگر اللہ بندوں پر رحم نہ کرے اور ان کے ہر برے کام کی فوراً سزا دیا کرے تو انسان کبھی مصیبت اور دردناکی سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ پھر صاحب ایمان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے اور ان کے لئے آخرت کے انعامات کی خوشخبری دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ٥: ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ﴾

اس رکوع میں لوگوں کو قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے، اور نافرمانوں اور سرکشوں پر جیسے کچھ دردناک عذاب ہوں گے ان کا تھوڑا سا حال ذکر کیا ہے، پھر قرآن کو نور کہا گیا ہے، کیونکہ یہی وہ روشنی ہے جس سے راہ راست نظر آتی ہے۔ حلال و حرام، سچ اور جھوٹ کے درمیان تمیز ہوتی ہے۔ یہی نور قبر اور آخرت میں روشنی کا باعث بنے گا۔

سورۂ زخرف

نام: تیسرے رکوع میں زخرف کا لفظ آیا ہے۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: سورہ شوریٰ کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ میں ان جراثیم کی نشاندہی کی گئی ہے جو کفر و شرک اور انکار حق کے امراض پیدا

کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ:

۱-شرک ایک ایسی برائی ہے کہ اگر انسان ذرا بھی عقل وخرد سے کام لے تو سمجھ سکتا ہے کہ خود انسانی فطرت شرک کے خلاف شہادت دیتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اگر مشرکین سے پوچھا جائے کہ یہ کائنات کس تخلیق کے کرشمے ہیں، تو وہ یہ جواب دینے پر مجبور ہیں کہ ان سب کا خالق اللہ ہی ہے۔

۲-لیکن یہ کس قدر افسوسناک رویہ ہے کہ انسان آثار کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے اور دنیا میں انسان کے لئے خدا کے پیدا کئے ہوئے بے شمار انعامات کو دیکھتا ہے، اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے، اس کے باوجود خدا کی ناشکری کرتا ہے اور کفر وشرک اختیار کرتا ہے۔

۳-انکار حق کی علت دنیا پرستی اور سونے چاندی کی ہوس ہے۔ یہ ہوس انسان کو آخرت کی فکر سے بے پرواہ کر دیتی ہے اور آخرت کے انکار اور آخرت فراموشی کے لازمی نتائج حق کا انکار ہے۔ اطاعت الٰہی سے سرکشی ہے اور رسول کی تکذیب ہے۔ دنیا پرستی اور سیم وزر کی ہوس کا روگ ہی تھا، جس نے گذشتہ قوموں کو آخرت کے انکار اور آخرت فراموشی میں مبتلا کیا، اور پھر انجام کار انہیں ہلاکت سے دوچار ہونا پڑا۔

۴-دنیا پرستی انسان کا ذہن اس طرح مسخ کر دیتی ہے کہ پھر دنیوی آرائشوں اور رونقوں کے پیمانے ہی سے انسان کی قدر وقیمت ناپی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منکرین قرآن کہتے کہ قرآن طائف یا مکہ کے کسی رئیس پر نازل کیوں نہ ہوا؟

۵-یہ ذہنیت بھی کوئی نئی نہیں، بلکہ ہمیشہ سے اس ذہنیت کی اسی طرح کارستانیاں رہی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت میں اسی ذہنیت کا ہاتھ تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت فرعون نے اسی بناء پر کی کہ وہ کہتا کہ بڑے بڑے شاندار محل، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، سب میری ملکیت ہیں، موسیٰ علیہ السلام ایک معمولی انسان، اگر واقعی یہ اللہ کے مقرب ہوتے تو فرشتے ان کے آگے پیچھے ہٹو بچو کی صدائیں لگاتے نظر آتے، خود ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہوتے اور رئیسانہ ٹھاٹ باٹ سے رہتے۔

۶-یہ دنیا پرستی اور ہوس سیم وزر انسان کو خدا سے سرکشی کراتے ہوئے اس مقام پر لے آتی ہے، جہاں ہلاکت ہوتی ہے اور پھر اس کے غار میں دھکیل دیتی ہے۔ گذشتہ نافرمان قومیں اسی طرح تباہ ہوئیں۔

۷-دنیوی آرائشوں میں آزمائش کی حکمتیں کام کر رہی ہیں، یہ چیزیں انسان کی قدر وقیمت جانچنے کی کسوٹی ہیں، انسانی شرافت وعظمت کی کسوٹی سیرت وکردار ہے۔ دنیوی ساز وسامان تو چند روزہ ہیں، آخرت کی

متاع پائیدار ولازوال بھی ہے اور عظیم بھی ہے۔ اور یہ متاع متقین کے لئے ہے۔ ان کو خدا کا بیٹا کہنا سراسر جھوٹ ہے، وہ بھی خدا کی مخلوق تھے، بشر تھے، البتہ اللہ نے انہیں دعوت حق کے لئے رسول بنا کر بھیجا تھا۔

۸- قیامت میں متقین اور منکرین حق دونوں گروہوں کے جو حالات وکوائف ہوں گے، ان کا بھی اس سورہ میں بیان ہے۔

رکوع نمبر ۱ :﴿حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا﴾

اس رکوع میں پہلے تو یہ بتایا ہے کہ چونکہ قرآن کے پہلے مخاطب عرب ہیں، اس لئے وہ عربی میں نازل ہوا، ورنہ قرآن تو ساری دنیا کے لئے ہے، دنیا کی زبانیں بہت ہیں، بہر حال کسی نہ کسی زبان میں تو نازل ہوتا، عربی میں اس لئے نازل ہوا کہ سب سے پہلے خطاب عرب ہی کو ہے۔ اس کے بعد بتایا ہے کہ منکرین قرآن اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہیں کہ اس آسمان وزمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے، سب کا خالق اللہ ہی ہے، اس کے باوجود وہ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہ سب خدا کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ حالانکہ خدا کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں، پھر اپنی چند قدرتوں اور نشانیوں اور انسانوں پر چند انعامات کا تذکرہ کیا گیا ہے، تاکہ انسان ان سے توحید کا قائل ہو۔ نیز عقیدہ ابنیت (اللہ کے لئے اولاد کا عقیدہ) کی تردید کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۲ :﴿اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ﴾

اس رکوع میں کفار ومشرکین کے باطل عقیدوں کی تردید کی گئی ہے، پھر بتایا ہے کہ پہلے لوگ ان رسموں کو اس لئے ترک نہ کرتے تھے کہ انہیں آخرت کا اندیشہ نہ تھا...... جو وہ اپنے باپ دادا سے میراث میں پائے ہوئے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ گذشتہ قوموں نے رسولوں کے پیغام حق کو جھٹلایا، اور ان نافرمانوں اور سرکشوں کو اکثر عذاب کا سامنا کرنا پڑا۔ اس تاریخی شہادت سے منکرین کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

رکوع نمبر ۳ :﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ﴾

اس رکوع میں پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت حق کا تذکرہ ہے، اور یہ کہ انہوں نے اپنی قوم کو شرک سے باز رکھنے کے لئے کس کس طرح سمجھایا، لیکن سرکشوں پر تو دنیا کی آرائشوں اور رونقوں کا بھوت سوار تھا، یہی حال منکرین قرآن کا ہے کہ وہ بھی دنیوی ساز وسامان کے معیار سے انسانوں کو جانتے ہیں، اور اسی لئے

کہتے ہیں کہ قرآن طائف یا مکہ کے کسی رئیس پر کیوں نہ نازل ہوا۔ پھر سونے چاندی اور دنیاوی آرائشوں کی حقیقت واضح کی ہے کہ یہ سب تو اللہ کی جانب سے تقسیم رزق کی مصلحتوں کی بناء پر ہے، اس میں آزمائش کی حکمتیں کام کر رہی ہیں، ورنہ یہ چیز انسان کی قدر و قیمت ناپنے کے لئے پیمانہ نہیں بن سکتی۔ انسان کی شرافت و عظمت کی کسوٹی اس کے اخلاق و کردار ہیں، دنیوی ساز و سامان تو محض چند روزہ ہیں، البتہ آخرت کی پونجی پائیدار اور نہ مٹنے اولی ہے اور آخرت کی متاع متقین کے لئے ہے۔

رکوع نمبر ۴: ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ جب شیطان انسان پر قابو پالیتا ہے تو وہ اسے بہکا کر بری راہ پر لگا دیتا ہے اور خدا کی یاد سے دل کو غافل بنا دیتا ہے۔ لیکن قیامت کے دن یہی انسان شیطان کے متعلق کہے گا کہ یہ میرا کتنا برا ساتھی تھا، اس وقت انسان چاہے گا کہ شیطان کوسوں دور ہو جائے، لیکن پھر کیا فائدہ؟ وہ دن فیصلہ کا ہوگا، ایسے شخص اور اس کے شیطان سب کو عذاب دیا جائے گا۔ لہذا صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنا چاہیئے اور یہ صراط مستقیم قرآن کی اتباع کا دوسرا نام ہے۔

رکوع نمبر ۵: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون اور اس کی قوم کو دعوت حق دی تو کس طرح فرعون نے سرکشی کی۔ اس کی یہ سرکشی اور حق سے بغاوت اس بناء پر تھی کہ وہ کہتا سلطنت کا میں مالک، بڑے بڑے محل اور اس کے نیچے بہتی ہوئی نہریں سب میری ملکیت، اور موسیٰ علیہ السلام ایک معمولی انسان، اگر واقعی یہ اللہ کے مقرب ہوتے تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ فرشتے ان کے ساتھ پرا باندھے نظر آتے، اور خود ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہوتے، اور رئیسانہ ٹھاٹ باٹ کے ساتھ رہتے۔ اس طرح فرعون دنیا پرستی اور دنیوی سامان آرائش میں غرق ہونے کی وجہ سے خدا کو بھول گیا تھا اور اس نے اپنی قوم کو بھی فسق و فجور میں مبتلا کر رکھا تھا، لیکن آخر کار وہ دریا میں غرق ہو گیا۔

رکوع نمبر ۶: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ﴾

اس رکوع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے، اور بتایا گیا ہے کہ یہ جو لوگ ان کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، سراسر جھوٹ اور باطل ہے۔ وہ قیامت کی ایک نشانی ہیں، وہ بھی اللہ کے ایک مخلوق تھے، بشر تھے، سوائے اس

کے کہ اللہ نے ان کو رسالت سے سرفراز فرمایا تھا اور توحید اور راہ ہدایت کی دعوت دیتے تھے۔

رکوع نمبر ۷: ﴿یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ﴾

اس رکوع میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن آیات الٰہی کی تصدیق کرنے والے مسلمانوں سے کہا جائے گا کہ آج کے دن تمہارے لئے نہ کوئی خوف کا مقام ہے اور نہ غم کا، جنت میں آرام واطمینان کے ساتھ رہو۔ پھر جنت میں ملنے والی خدا کی ایسی ایسی نعمتوں کا تذکرہ ہے جس کا تصور بھی کیا جانا مشکل ہے۔ پھر بتایا ہے کہ مجرمین کے لئے ٹھکانا جہنم ہے، جہاں ان کے لئے عذاب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ وہ بالکل مایوس ہو جائیں گے۔ پھر عقیدہ ابنیت کی تردید کی گئی ہے۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ یہ منکرین اپنی چند روزہ زندگی میں مزے کر لیں۔ پھر قیامت میں دنیا پرستی کے مزے چکھیں گے۔

سورۂ دخان

نام: پہلے رکوع کی آیت۔ ﴿فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ﴾ سے ماخوذ ہے۔

ترجمہ: اس دن کا انتظار کرو کہ جب آسمان کھلا دھواں لائے۔

زمانہ نزول : سورۂ زخرف کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : مندرجہ ذیل مضامین پر یہ سورہ مشتمل ہے:

۱- توحید کی تعلیم دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ سلسلہ رسالت کا قائم کرنا اللہ کی انتہائی رحمت ہے، اس سلسلہ رسالت کی آخری کڑی رسالت محمدیہ ہے اور قرآن ایک نہایت بابرکت رات کو نازل کیا گیا تاکہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں۔

۲- منکرین حق آخرت کے معاملہ میں سخت مغالطہ میں مبتلا ہیں، حالانکہ یہ آ کر رہے گی، جس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی آسمان کا دھویں سے بھر جانا ہے۔

۳- بنی اسرائیل پر اللہ نے بڑے احسانات وانعامات کئے، انہیں فرعون کے مظالم سے نجات دی، لیکن انہوں نے ناشکری کی، اور جب ناشکری کی تو اللہ نے انہیں جو فضیلت عطا فرمائی تھی وہ ان سے چھین لی گئی۔

۴-اب فضیلت اس امت کے حق میں مقدر ہو چکی ہے جو قرآن کی حامل اور اس پر عامل ہو۔
۵-منکروں اور کافروں کو قیامت میں جو دردناک سزائیں ملیں گی ان کی کچھ تفصیلیں بیان ہوئی ہیں۔
۶-متقین کو قیامت میں جو نعمتیں ملیں گی، اس کا بھی تھوڑا بیان ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ﴾

اس رکوع میں توحید کا سبق دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ منکرین حق آخرت کے معاملہ میں سخت مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اے رسول ﷺ اس دن کا انتظار کرو، جب آسمان دھوؤں سے ڈھک جائے گا، پھر منکرین حق اس عذاب کی لپیٹ میں آجائیں گے جس سے وہ غافل ہیں، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کو دہرایا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کے مشرکین جن محلوں میں رہتے اور جس زمین پر ان کا اقتدار تھا، سب کا اللہ نے بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ﴾

اس رکوع میں بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات کا تذکرہ ہے کہ کس طرح اللہ نے ان کو فرعون کے مظالم سے نجات دلائی۔ کس طرح ان کو دنیا میں فضیلت عطا کی۔ پھر کافروں کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آخرت کی زندگی کے منکرین ہیں اور جب ان کی آنکھیں کھلیں گی تو پھر اس وقت کوئی بات قابل قبول نہ ہوگی۔

رکوع نمبر ۳: ﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ كَالْمُهْلِ﴾

اس رکوع میں ذرا تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ گناہگاروں اور اپنے گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو قیامت کے دن کس قدر دردناک عذاب دیا جائے گا، جس سے بھیجہ پلپلا ہو جائے گا اور کہا جائے گا چکھو اپنے کرتوت کا پھل، دنیا میں بڑے اکڑے پھرتے تھے، اس کے بعد متقین کے لئے جو نعمتیں مہیا ہوں گی ان کی تھوڑی بہت تفصیل ہے۔

سورۂ جاثیہ

نام : جاثیہ گھٹنوں کے بل بیٹھنے والی (جماعت) کو کہتے ہیں، تیسرے رکوع کی آیت میں یہ لفظ اس طرح استعمال ہوا ہے کہ میدان حشر میں ﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ (اور تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل دیکھے گا)

اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: سورہ دخان کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: توحید کی تعلیم و اثبات اور عقیدۂ دہریت کا ابطال اس سورہ کا مرکزی مضمون ہے۔ چنانچہ بتایا ہے کہ:

۱- کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی بے شمار نشانیوں کو دیکھتے رہنے اور اللہ کے بے شمار انعامات سے فائدے اٹھاتے رہنے کے باوجود توحید کا انکار قابل لعنت ہے۔

۲- بنی اسرائیل پر سالہا سال اللہ نے انعامات و احسانات کئے، لیکن اس بدبخت قوم نے اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی ماری۔ اب قرآن نازل ہوا ہے، جو سراپا ہدایت ہے اور رحمت الٰہی ہے۔ بنی اسرائیل کے سنبھلنے کا یہ آخری موقع ہے۔ اگر اس رحمت و ہدایت سے یہ فائدہ اٹھائیں تو ان کے حق میں اچھا ہوگا، ورنہ ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ ہو کر رہیں گی۔

۳- خواہشات نفس کی پیروی اور دنیوی حیات ہی کو سب کچھ سمجھ لینا، وہ بس کی گانٹھ ہے جو حق سے غفلت اور آخرت کا انکار کراتی ہے اور انسان دہریت میں مبتلا ہو کر سمجھتا ہے کہ بس جو کچھ ہے، یہی دنیا کی زندگی ہے، مرنے کے بعد ہم گل سڑ کر مٹی میں مل جائیں گے اور پھر کوئی زندگی نہیں۔

۴- حالانکہ یہ کائنات اور اس کے یہ آثار اور اس کائنات سے انسان کے تعلق کی نوعیت خود آخرت کے وقوع

کی شہادت دیتے ہیں۔ لیکن انسان نفس کا بندہ ہو کر سب کچھ بھلا بیٹھتا ہے۔

۵- قیامت کا جو نقشہ ہوگا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس دن ہر امت اللہ کے حضور گھٹنے ٹیکے حاضر ہوگی، اور ہر امت اپنے نامہ اعمال کے ساتھ پکاری جائے گی اور ہر عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

رکوع نمبر ۱: ﴿حٰمٓ تَنۡزِیۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ﴾

اس رکوع میں اللہ کی قدرتوں اور نشانیوں کے تذکرہ کے بعد توحید کا سبق دیتے ہوئے بدکرداروں پر پھٹکار کی گئی ہے، کیونکہ کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی بے شمار نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود توحید کا انکار کرنا ایسی حرکت ہے کہ اس پر جس قدر لعنت ملامت کی جائے کم ہے اور ایسے منکرین کو عذاب الیم کی خبر دے دی جائے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ﴾

اس رکوع میں پہلے کائنات اور نظام کائنات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ عقل و ہوش والوں کے لئے اس میں توحید کا سبق ہے۔ پھر بنی اسرائیل کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اللہ نے مسلسل سالہا سال ان پر انعامات کی بارشیں کیں، حکومت، نبوت، بہتر سے بہتر سامان رزق عطا فرمایا۔ لیکن یہ بنی اسرائیل سخت ناشکرے ہیں کہ انہوں نے اختلافات اور تفرقہ میں پڑ کر حق سے غفلت اختیار کرلی۔ قیامت کے دن اللہ تمام باتوں کا فیصلہ فرمادے گا۔ پھر کہا گیا ہے کہ اب رسول اللہ ﷺ کو شریعت حقہ دے کر بھیجا گیا ہے، یہ قرآن لوگوں کے لئے عبرت ونصیحت کا مرقع ہے، ہدایت اور رحمت الٰہی ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں، ان کا اللہ دراصل ان کا نفس ہے، کیونکہ اللہ کا تسلیم کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، اگر اس کی فرمانبرداری نہ کی جائے، اس لئے جس کی اطاعت ہوگی، وہی اللہ بنے گا اور جو جس کی اطاعت کرے گا وہ اس کا بندہ کہلائے گا، خواہشات نفس کے غلام لوگوں کے کان اور دل پر گویا مہر لگ چکی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے ہیں کہ قرآن کا نور ان کے سامنے ہے، مگر وہ اسے دیکھتے نہیں، اس کی آواز حق سنتے نہیں، اس کا پیغام دل میں اتارتے نہیں اور یہ سب اس لئے کہ سب کچھ دنیا ہی کو سمجھ لیا گیا ہے اور منکرین حق کہتے ہیں کہ جو کچھ دنیا کی زندگی ہے، پھر اس زندگی کے بعد کچھ نہیں، ہماری موت کسی حیّ و قیوم کے قبضہ میں نہیں ہے، بلکہ دہر (زمانہ) ہے، جو ہمیں مارتا ہے اور ہم مرنے کے بعد گل سڑ کر مٹی میں مل جائیں گے، یہ آخرت وغیرہ کچھ نہیں، حالانکہ زندگی و موت اللہ کے قبضہ میں ہے، وہی پیدا کرتا ہے، وہی مارتا ہے اور وہی قیامت میں سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا۔

رکوع نمبر ۴: ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَوْمَ تَقُوْمُ﴾

اس رکوع میں قیامت کا نقشہ کھینچ کر بتایا گیا ہے کہ کس طرح ہر امت اللہ کے سامنے گھٹنے ٹیکے حاضر ہوگی اور ہر امت اپنے نامہ اعمال کے ساتھ پکاری جائے گی اور اس کے ہر عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ کفر و شرک کی روش پر چلنے والے لوگ جو گھمنڈ میں گرفتار ہیں ان کا اس دن کیسا کچھ برا حال ہوگا۔ وہ اس دن بھلا دیئے جائیں گے جس طرح وہ قیامت کو بھولے بیٹھے ہیں، اور دوزخ سے انہیں رہائی نہ ملے گی اور صاحب ایمان جو عمل صالح پر کاربند رہیں گے، اللہ کی رحمت انہیں اپنے سایہ میں لے گی، اور یہی زبردست کامیابی ہے۔

پارہ نمبر ۲۶

حٰــم

سورۂ احقاف

نام: تیسرے رکوع کی آیت ﴿اذا نذر قومه بالاحقاف﴾ سے ماخوذ ہے

ترجمہ: جب حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا تھا۔

احقاف ریتلے میدان کو کہتے ہیں، اور ایک مقام کا نام بھی ہے۔

زمانہ نزول: سورۂ جاثیہ کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا اعلان کرتے ہوئے شرک کا مختلف انداز سے نہایت ٹھوس بنیادوں پر رد کیا گیا ہے۔ اس کی تردید میں عقلی دلیلیں بھی دی گئی ہیں اور تاریخی بھی۔ اور بتایا ہے کہ مشرکین خدا کے ساتھ جن مخلوقات کو شریک ٹھہراتے ہیں، وہ نہایت بے بس ہیں اور ان کی لاچاری و بے بسی کو خود مشرکین جانتے ہیں، لیکن اپنے نفس کو فریب دے لیتے ہیں، عاد جیسی زبردست قوم پر جب عذاب آیا تو ان کے معبودان باطل کوئی کام نہ آ سکے۔

توحید کی تعلیم اور شرک کی تردید کے علاوہ اس سورہ میں بعض معاشرتی ہدایات بھی دی گئی ہیں۔ مثلاً والدین کے ساتھ حسن سلوک، معروف میں ان کی اطاعت، رضاعت (دودھ پلانے) کی مدت زیادہ سے زیادہ ڈھائی سال ہے۔

ساتھ ہی ان لوگوں کے لئے دنیا و آخرت میں فوز و فلاح کی بشارت دی گئی ہے جو توحید کا اقرار کر کے اس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

رکوع نمبر ۱: ﴿حٰمٓ تَنزِيلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ﴾

اس رکوع میں پہلے یہ سمجھایا گیا ہے کہ یہ قرآن حکیم اس ہستی کا کلام ہے، جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ اس کی بعد پھر کفار و مشرکین سے رسول کے واسطے سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا جن چیزوں کو تم

پکارتے ہو ذرا مجھے دکھاؤ کہ وہ کون صاحب ہیں جنہوں نے زمین اور اس زمینی مخلوقات میں سے کوئی چیز پید اکر کے تیر مارا ہے۔ یا یہ کہ انہوں نے آسمان کی بناوٹ میں خدا کا ہاتھ بٹایا ہے اور اس بات کے ثبوت میں کسی پہلے کی کتاب یا کوئی علمی روایت پیش کریں۔ اس طرح کفر وشرک کی تردید کرتے ہوئے توحید کی دعوت دی گئی ہے اور منکرین کو قیامت کی دردناکیوں سے ڈرایا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ ﴾

اس رکوع میں کہا گیا ہے کہ منکرین قرآن کہتے ہیں کہ قرآن میں اچھی باتیں نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہوئی کتاب کو تم نے کب تسلیم کیا تھا، جو قرآن سے پہلے کی آسمانی کتاب ہے۔ پھر بتایا گیا ہے کہ قرآن توریت کی تصدیق کرتا ہے۔ سارے انبیاء پر ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ پس اگر توریت میں خوبیاں تھیں تو قرآن بھی سچی کتاب ٹھہری۔ اس کے بعد ان لوگوں کو بشارت دی ہے جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ جو والدین کی اسلامی نصیحت پر کان نہیں دھرتے اور اپنے ماں باپ کی معروف میں اطاعت نہیں کرتے، انہیں قیامت میں ذلت ونامرادی سے دھمکایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان کے ساتھ قیامت میں کیا معاملہ کیا جائے گا۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ﴾

اس رکوع میں قوم عاد کی نافرمانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ جب اس قوم نے اپنے رسول (حضرت ہود علیہ السلام) کی دعوت حق کی تکذیب کی اور انکار وسرکشی پر اڑی رہی تو ان پر عذاب کا خدائی فیصلہ ہوا۔ بادل اٹھے۔ اسے دیکھ کر اس قوم نے کہا، واہ، واہ، کیا اچھے بادل ہیں۔ یہ پانی خوب برسائیں گے، حالانکہ انہیں خبر نہ تھی کہ یہ وہی عذاب تھا، جس کا یہ لوگ مذاق اڑا رہے تھے، وہ ایک زبردست آندھی تھی، جس نے اس قوم کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ حالانکہ وہ منکرین قرآن سے زیادہ مادی طاقت رکھتے تھے (عاد کو تو اپنی قوت و حشمت پر ناز تھا) کہا کرتے ﴿من اشد منا قوۃ﴾ لیکن کان، آنکھ اور دل رکھنے کے باوجود انہوں نے جب ان سے کام نہ لیا اور اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا تو ان کی ساری قوت وحشمت دھری کی دھری رہ گئی، تو پھر بھلا یہ منکرین قرآن کس شمار میں ہیں؟

رکوع نمبر ٤: ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرٰى﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ گذشتہ بت پرست اور مشرک بہت سی بستیاں ان کے انکار و سرکشی کی بناء پر ہلاک کردی گئیں، اور ان کے معبودان باطل ان کے کسی کام نہ آسکے تو تمہارے کیسے کام آئیں گے۔ اس کے بعد ایک موقع پر جنوں کا قرآن سن کر ایمان لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ وہ تو اسے سن کر ایمان لے آئے اور اپنی قوم میں جا کر تبلیغ کرنے لگے اور تم ہو کہ بار بار سمجھانے بجھانے کے باوجود انکار پر جمے بیٹھے ہو۔ پھر رسول ﷺ کو صبر وثبات کے ساتھ دعوت حق کی ہدایت کی گئی ہے۔

سورۂ محمد ﷺ

نام: پہلے رکوع کی دوسری آیت میں ﴿وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ﴾ کا جملہ ہے۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: اور وہ ایمان لائے اس پر جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔

زمانہ نزول: مدنی دور کے ابتدائی زمانے کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین: یہ سورہ ان مضامین پر مشتمل ہے۔

۱- مہاجرین کی تسلی اور ان کے مخلصانہ جذبہ ہجرت کی بارگاہ الٰہی میں قبولیت کی بشارت۔

۲- اسلام کی راہ روکتے ہوئے دین الٰہی کو نیست و نابود کرنے کی کوششیں کرنے والے دشمنان حق سے جہاد وقتال کی اجازت۔

۳- جہاد وقتال سے متعلق اصولی ہدایات واحکام۔

۴- منافقین اور ان کی ریشہ دوانیوں کی نشاندہی۔

۵- اطاعت الٰہی اور اتباع رسول ﷺ کی تاکید۔

٦- حیات دنیوی کی حقیقت، کہ یہ ایک زمانہ مہلت ہے اور آزمائش کا دور ہے۔

۷- بخل کی مذمت اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم۔

۸- کفار و مشرکین کی دنیا اور آخرت میں نامرادیوں کی پیشین گوئی اور مسلمانوں کو انجام کار کامیابی کی بشارت، اسی کامیابی کے سلسلہ میں فتح مکہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ﴾

اس رکوع میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ کفر کی روش اختیار کرتے ہیں اور بندگان خدا کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، ان کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور جو لوگ اللہ پر ایمان اور محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ اس کتاب پر ایمان لائیں گے اور اس کے مطابق عمل صالح کریں گے، ان کے گناہ معاف کئے جائیں گے اور ان کی حالت بہتر کر دی جائے گی، اور اس کا سبب یہ ہے کہ منکرین حق نے باطل کی پیروی کی اور مومنین نے حق کی اتباع کی۔ اس کے بعد مسلمانوں کو جہاد کی تعلیم دی گئی ہے، اور انہیں بتایا گیا ہے کہ اسلام کو سربلند کرنے میں اگر شہید ہوئے تو کتنے بڑے اجر کے مستحق ہوں گے، پھر صبر و ثبات اور اللہ پر توکل کا سبق دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اس رکوع میں جنگ کے قیدیوں سے متعلق بعض احکام بھی ہیں۔

رکوع نمبر ۲: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُدۡخِلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا﴾

اس رکوع میں اہل ایمان کی اخروی کامرانی بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ جو کفر کی روش اختیار کرتے ہیں وہ محض دنیاوی لذت کی بناء پر جانوروں کی طرح کھانے پینے میں بلا مقصد اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ پھر یہ بتایا ہے کہ پہلے جن لوگوں پر ہلاکت آئی وہ اہل مکہ سے زیادہ طاقتور تھے، مطلب یہ کہ جب گذشتہ ایسے طاقتوروں کا صفایا کر دیا گیا تو اہل مکہ پر فتح کیا بڑی بات ہے۔ پھر جنت کی نعمتوں کا کچھ بیان ہے۔ پھر یہ بات سمجھائی ہے کہ حق کی آواز ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نہیں نکالنی چاہئے، جیسا کہ بعض کفار کا شیوہ تھا کہ وہ رسول ﷺ کی مجلس میں بیٹھے سب سنتے، لیکن جب باہر جاتے تو اہل علم سے پوچھتے، ابھی محمد ﷺ نے کیا کہا تھا؟ یہ مرض دراصل اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کی بناء پر لاحق ہوتا ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَتۡ سُوۡرَۃٌ﴾

اس رکوع میں ان لوگوں کی سخت مذمت کی گئی ہے جن کی روح جہاد کے نام سے کانپ جاتی ہے اور بتایا ہے کہ جب موت و زندگی اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور موت ہر جگہ اور ہر وقت آ سکتی ہے تو پھر جہاد سے بچ کر موت سے کوئی کس طرح بچ سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ موت کے وقت کے فرشتے جیسا کچھ معاملہ کریں

گے اسے بھی بتا دیا ہے کہ فرشتے ایسے لوگوں کے چہروں اور پشت پر سخت ضربیں لگائیں گے۔

رکوع نمبر ٤: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ منافقین اس دھوکے میں پڑے ہیں کہ ان کا نفاق لوگوں کے علم سے پوشیدہ رہ جائے گا، حالانکہ یہ غلط ہے۔ اللہ ان کے نفاق کو طشت از بام کر دے گا۔ پھر بتایا ہے کہ منافقین کا پہچاننا دشوار نہیں۔ وہ اپنے طرز گفتگو سے پہچان لئے جاسکتے ہیں۔ پھر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم ہے اور بتایا ہے کہ اس اطاعت سے غافل رہنے کا نتیجہ اعمال کا غارت ہو جانا ہے۔ پھر دنیوی حیات کی حقیقت سمجھائی ہے۔ پھر جہاد اور اسلام کو سربلند کرنے کے لئے مالی مدد کی طرف لوگوں کو زوردار طریقہ سے ہدایت دی گئی ہے اور بتایا ہے کہ اگر وہ اللہ کے کسی حکم سے سرتابی کریں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ کسی دوسری قوم کو مسلمانوں کی جگہ لے آئے گا، جو مسلمانوں کی طرح نہ ہوں گے۔

سورۂ فتح

نام: پہلی ہی آیت میں یہ جملہ ہے ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: ہم نے تمہارے لئے ایک روشن فتح (کی راہ) کھول دی ہے۔

زمانہ نزول: صلح حدیبیہ ٦ ہجری کے بعد واپسی کی حالت میں نازل ہوئی۔

مضامین: صلح حدیبیہ سے بظاہر یہ سمجھا جا رہا تھا کہ مسلمانوں نے دب کر صلح کی ہے۔ صحابہ کو اس کا بڑا ملال تھا، لیکن بہر حال وہ رسول ﷺ کی اطاعت سے دستبردار تو ہو نہیں سکتے تھے، لیکن ان کا غم فطری اور قدرتی تھا۔ کیونکہ رسول ﷺ کی نگاہ جو کچھ دیکھ رہی تھی، دوسرے مسلمان اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ اس سورہ میں اللہ نے بتایا کہ یہ صلح دراصل ایک فتح مبین ہے اور تاریخ نے اس کی پوری شہادت دی کہ اس صلح کے بعد اسلام دور دراز کے گوشوں تک بھی پہنچا اور اس صلح کے بعد دو ڈھائی سال کے اندر ہی اندر مکہ بھی فتح ہو گیا۔

صلح حدیبیہ کو بجائے خود فتح قرار دینے اور ساتھ ہی مستقبل میں فتح و نصرت کی بشارت کے علاوہ اس سورہ میں یہ مضامین ہیں:

۱- مومنین کے لئے جنت کی بشارت اور منافقین کے لئے اللہ کے غضب اور اس کی لعنت کی خبر۔

۲- منافقین کے کردار کی تھوڑی بہت جھلک۔

۳-''بیعت رضوان'' اور اس میں شریک صحابہ کرام کیلئے رضائے الٰہی کی بشارت۔

۴-اس صلح کی ان حکمتوں اور مصلحتوں میں سے چند کا تذکرہ۔ جن کو نہ جاننے اور نہ سمجھنے کی بناء پر مسلمان آزردہ تھے اور جن کا علم خدا ہی کو تھا یا پھر جن تک نگاہ رسالت ہی پہنچ سکتی تھی۔

۵-حضور ﷺ کے ایک خواب کا تذکرہ کہ وہ بالکل صحیح تھا اور اس کی تعبیر جلد ہی سامنے آئے گی۔

۶-صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی چند عظمتوں کا بیان، اور ان کی بعض ان خصوصیات کا تذکرہ جو تورات وانجیل میں مذکور ہیں۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا﴾

اس رکوع میں صلح حدیبیہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اللہ نے آپ کو فتح عنایت فرمائی۔ مومنین کے دلوں پر تسکین نازل کی اور یہ سمجھانے کے لئے کہ اس فتح میں شبہ نہ ہونا چاہئے۔ درمیان میں یہ بتایا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے لئے ہیں، ساتھ ہی مومنین کے لئے جنت کی بشارت اور منافقین کے لئے اللہ کے غضب اور اس کی لعنت کی خبر دی گئی ہے۔ پھر آخر میں اس موقع کے ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ کہ حدیبیہ میں مسلمانوں کا قافلہ رکا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفیر بن کر قریش مکہ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔ یہاں مسلمانوں میں کہیں سے یہ افواہ اڑ گئی کہ کفار مکہ نے انہیں شہید کر دیا۔ حضور ﷺ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام صحابہ رضی اللہ عنہ سے بیعت جہاد لی تھی۔ اس بیعت کا نام قرآن کی زبان میں ''بیعت رضوان'' ہے۔ اس رکوع میں اس بیعت کے متعلق کہا گیا ہے کہ مسلمان جس دست مبارک پر بیعت کر رہے ہیں وہ دراصل خدا کا ہاتھ تھا۔

رکوع نمبر ۲: ﴿سَیَقُوْلُ لَکَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الاَعْرَابِ﴾

اس رکوع میں جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی منافقت کو بتا کر عذاب کی دھمکی دی گئی ہے اور جو واقعی معذور تھے (اندھے، لنگڑے، مریض وغیرہ) انہیں مستثنیٰ کرتے ہوئے معاف کیا گیا ہے، اللہ اور رسول کی خلوص کی دل کے ساتھ پور پوری اطاعت کی طرف دعوت دی گئی ہے اور ایسے لوگوں کے لئے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو اسی بیعت رضوان کا تذکرہ ہے اور اس بیعت کے سارے شرکاء کو رضائے الٰہی کی سند

دی گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور سارے صحابہ جنگ کے لئے اصرار کر رہے تھے، اور پیچ تاب کھا رہے تھے، مگر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی ہدایت کے مطابق قریش سے صلح کر لی اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ یہ صلح دب کر کی گئی ہے۔ مگر اس کی حکمتوں اور مصلحتوں اور فائدوں کا علم تو اللہ کو اور رسول ﷺ کو تھا۔ جنہیں فراست نبویہ اور نگاہ نبوت عطا ہوئی تھی اور وحی نے رہنمائی کر دی تھی۔

ان ہی مصلحتوں میں سے ایک اس مصلحت کا تذکرہ اس رکوع میں کیا گیا ہے کہ مکہ میں بہت سے کمزور مومن مرد اور عورتیں ہیں جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے ہیں، اب اگر جنگ ہوئی تو مسلمانوں کو تو ان کا حال معلوم نہ تھا لہذا مجاہدین کے ہاتھوں کمزور مومنین جو مکہ میں تھے، قتل ہو جاتے۔ اس بات کو دلوں کے جاننے والا ہی جانتا ہے، اس لئے اس نے جنگ سے روکا، ورنہ اجازت دے دیتا۔

رکوع نمبر ٤: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ﴾

اس رکوع میں آنحضرت ﷺ کے اس خواب کا ذکر ہے، جو آپ ﷺ نے مدینہ میں دیکھا تھا کہ مسلمان بے خوف وخطر مکہ میں داخل ہو گئے ہیں اور حج وعمرہ ادا کر رہے ہیں، اس رکوع میں اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ خواب بالکل صحیح تھا (لیکن اس کی تعبیر کا اسی سفر (جس میں صلح حدیبیہ ہوئی) کے موقع پر سامنے آجانا ضروری نہیں تھا) چنانچہ اگلے سال مسلمان مکہ گئے اور عمرہ ادا کیا۔ پھر اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر تو مسلمان جس شان وشوکت کے ساتھ داخل ہوئے ہیں سب کو معلوم ہے۔

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تعریفیں کی گئی ہیں اور ان کی ان خصوصیات کا بیان ہے جو توریت و انجیل میں مذکور ہیں اور خاص طور پر ان کی یہ پہچان ہے کہ نمازوں اور سجدوں کے سبب ان کی پیشانیوں میں سجدوں کے نشانات ہیں:

﴿ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ﴾

ترجمہ: تم انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدے کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔ وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں، ان کی نشانیاں ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ظاہر ہیں، یہ ان کی مثال توریت میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے۔

سورۂ حجرات

نام: پہلے رکوع کی آیت ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ﴾ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ ۹ ہجری میں نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ میں مندرجہ ذیل تعلیمات ہیں۔

۱-رسول ﷺ سے مسلمانوں کے تعلق کی نوعیت کیا ہے اس سلسلہ میں چند اہم آداب رسالت کی تعلیم دی گئی ہے۔

۲-افواہوں اور ہر کس و ناکس کی خبروں پر بلا تصدیق و شہادت اعتبار کرنے کے مفاسد۔

۳-مسلمانوں کے آپس میں کسی سبب سے جنگ ہو جائے تو اس کی صلح صفائی کرا دینی چاہئے۔

۴-اصلاح معاشرت اور حسن معاشرت کے سلسلہ میں چند اہم احکام۔

رکوع نمبر ۱: ﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ رسول کے سامنے بلند آواز سے بولنا بھی گستاخی ہے، اور رسول کو عام آدمیوں کی طرح پکارنا بھی گستاخی ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس سے عمل ضائع ہو جائے۔ پھر کہا گیا ہے کہ ایسے بے صبرے لوگ جو آپ کے حجرے کے باہر آ کر آپ کو آوازیں دیا کرتے ہیں، بے عقل ہیں، انہیں چاہئے کہ وہ ذرا صبر کریں۔ یہاں تک کہ رسول ﷺ خود ہی کمرہ سے باہر تشریف لے آئیں پھر یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر خبر کا اعتبار نہ کرنا چاہئے بلکہ تحقیق کر لینا چاہئے۔ بغیر تحقیق کے اس خبر پر یقین کر لینا اور پھر اسے پھیلانا، نقصان و فساد کا موجود ہوسکتا ہے۔ پھر آپس کے اتحاد اور عدل کے ساتھ معاملات انجام دینے کا حکم ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی﴾

اس رکوع میں اصلاح معاشرت اور حسن معاشرت کے سلسلہ میں یہ احکام ہیں:

(۱) ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑانا چاہئے۔

(۲) ایک دوسرے کو طعنے نہ دینا چاہئے۔

(۳) برے ناموں سے کسی کو نہ پکارو۔

(۴) کسی مسلمان بھائی کے خلاف بدظنی نہ رکھو۔

(۵) مسلمانوں کے عیب معلوم کرنے کے لئے ٹوہ نہ لگاؤ۔

(۶) کسی کی غیبت کرنا انتہائی مہلک مرض ہے۔

سورۂ ق

نام: حرف ق سے سورہ شروع ہوتی ہے، جو مقطعات قرآنی میں سے ہے، اس لئے اسی حرف کو علامتی نام بنا دیا گیا۔

زمانہ نزول: مکی دور کے ابتدائی زمانے کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین: اس سورہ میں اثبات توحید اور منکرین کے شکوک وشبہات کی تردید کی گئی ہے، نیز آخرت کی زندگی پر مختلف انداز میں دلیلیں لائی گئی ہیں۔ ساتھ ہی انسان کے مسئول اور ذمہ دار مخلوق ہونے کی حیثیت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ ان تمام امور پر عقلی دلائل ہونے کی حیثیت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ ان تمام امور پر عقلی دلائل کے ساتھ ساتھ تاریخی شہادتیں اس بات پر پیش کی گئی ہیں کہ توحید اور اس کے تقاضوں پر عمل نہ کرنے کے لازمی نتائج کیا ہوتے ہیں، دوبدو رسولوں کی تکذیب اور اس تکذیب پر اصرار کے وہ خوفناک نتائج جن سے گذشتہ قومیں دوچار ہوئیں سامنے لائے گئے ہیں۔

پھر آخر میں اطاعت کشوں اور خدا سے سرکشی کرنے والوں کے ساتھ قیامت میں جس طرح کے مختلف معاملات پیش آئیں گے ان کا بیان۔ نیز صبر وثبات اور مختلف اوقات میں اللہ کی حمد وتسبیح کی تاکید وہدایت ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ بَلْ عَجِبُوْا اَنْ جَاءَ هُمْ مُّنْذِرٌ مِنْهُمْ﴾

اس رکوع میں پہلے تو منکرین حق کے اس تعجب کا تذکرہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے کہ انسان رسول کیسے ہوگیا؟ پھر ان کے اس تعجب کا ذکر ہے کہ مرنے کے بعد بھلا کس طرح دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ پھر ان کے دونوں تعجب کی تردید کی گئی ہے اور جواب میں کائنات اور اس کے کچھ آثار بتائے گئے ہیں، یوں گویا کہا گیا ہے کہ اس عظیم الشان کارخانہ پر تمہیں تعجب نہیں؟ پھر ایک مثال سی بتایا گیا ہے کہ مردہ زمین میں زندگی کون عنایت

فرماتا ہے، یہ بارش کس کی ہے، یہ ہوائیں کس کی ہیں؟ اسی طرح وہ قیامت کے دن لوگوں کو زمین سے نکالے گا۔ ساتھ ہی قوم عاد، قوم نوح، قوم لوط وثمود وغیرہ سرکش قوموں کے بارے میں کہا ہے کہ وہ اللہ اور رسولوں کی تکذیب کے سبب ہلاک کئے گئے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ﴾

اس رکوع میں پہلے خدا کے عالم الغیب ہونے اور رگ گردن سے بھی ان کے قریب تر ہونے کا ذکر ہے۔ پھر بتایا گیا ہے کہ انسان کا ہر لفظ جوں ہی اس کی زبان سے نکلا کہ خداوندی کارندوں نے اسے ریکارڈ کرلیا۔ پھر غافل لوگوں کا ذکر ہے کہ ان کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ قیامت میں ہوگا۔

رکوع نمبر ۳: ﴿یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ﴾

اس رکوع میں پہلے تو جہنم کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اس سے پوچھا جائے کہ کیا بھر گئی؟ وہ جواب دے گی ھل من مزید (اور کچھ ہے؟ پھر متقین اور ان کے لئے جنت اور اس کی نعمتوں کا بیان ہے۔ پھر حضور ﷺ کو صبر وثبات کے ساتھ تبلیغ حق کے لئے کہا گیا ہے اور طلوع شمس کے پہلے اور غروب سے پہلے اور رات کو اور نمازوں کے بعد اللہ کی حمد وتسبیح کے لئے ہدایت دی گئی ہے۔

سورہ ذاریات

نام: ابتداء کے پہلے ہی فقرہ ﴿والذرایات ذرواً﴾ سے ماخوذ ہے۔

ذاریات اڑانے والی ہواؤں کو کہتے ہیں۔

زمانہ نزول: ابتدائی دور مکہ کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین: اس سورہ کی تعلیمات کے مندرجہ ذیل گوشے ہیں:

(۱) قیامت کے واقعہ ہونے پر مختلف آثار کائنات سے شہادت

(۲) قیامت کے اندیشہ سے بے فکری کا سبب خواہش نفس کی اتباع ہے۔

(۳) خواہشات نفس پر عمل داری مال ودولت کی ہوتی ہے۔ اس لئے مال ودولت کے بارے میں اسلام

کا اصولی طور پر جو نظریہ ہے، اس کی تعلیم دی گئی ہے۔

(۴) کائنات اور نظام کائنات کے ذریعہ توحید کا سبق۔

(۵) سوسائٹی میں بے حیائیوں کے خوف ناک نتائج کی نشان اور اس کے لئے تاریخی شہادت کے طور پر قوم لوط کی تباہی کا تذکرہ۔

(۶) دنیوی آرائشوں پر اتراتے ہوئے حق سے اعراض کے خطرناک نتائج، اور اس کے لئے فرعون، قوم عاد و ثمود اور قوم نوح کا بطور تاریخی شہادت تذکرہ۔

(۷) رسول اور رسول کے توسط سے مسلمانوں کو دعوت دین میں لگے رہنے کی ہدایت، اور مخالفین کی ایذا رسانیوں پر صبر و ضبط کی ہدایت۔

(۸) انس و جن کی پیدائش کی اصل غرض و غایت کا بیان۔

رکوع نمبر ۱: ﴿وَالذّٰرِيَاتِ ذَرْوًا فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا﴾

اس رکوع میں قیامت اور جزا و سزا کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ واقع ہو کر رہے گی۔ پھر کہا گیا ہے کہ قیامت کے اندیشہ سے وہی بے فکر رہ سکتا ہے جو خواہشات نفس کا غلام ہو۔ پھر تقویٰ کی فضیلت اور صاحب تقویٰ کے لئے انعامات الٰہی کا بیان ہے۔

پھر مال و دولت کے متعلق اسلام کا یہ بنیادی نظریہ بتایا ہے کہ مالداروں کے مال میں سائل اور مال سے محروم لوگوں کا حصہ ہے۔ اس بنا پر جو مالدار بے سہارا لوگوں کو سہارا نہیں دیتا، مستحق لوگوں کی اعانت نہیں کرتا، وہ دراصل حقوق انسان کو غصب کرتا ہے، کیونکہ اس کے مال میں ایسے لوگوں کا حق ہے، پھر کیوں نہیں دیتا۔ مال تو اللہ کی امانت ہے جو اس کی تحویل میں ہے۔ ساتھ ہی کائنات اور نظام کائنات کے ذریعہ توحید کا سبق دیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾

اس رکوع میں فرشتوں کی اس جماعت کا تذکرہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئی تھی۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان سمجھا تھا اور کھانے پینے کا سامان پیش کیا۔

پارہ نمبر ۲۷
قال فما خطبکم

جب انہیں حقیقت حال معلوم ہوئی تو پوچھا کہ آپ حضرات کیوں آئے ہیں تو انہوں نے کہا تھا کہ قوم لوط پر پتھروں کی بارش کر کے ہلاک کر ڈالنے کے لئے ہم بھیجے گئے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ ہے اور فرعون کی ہلاکت کا بیان۔ پھر عاد اور ثمود اور قوم نوح اور ان پر عذابوں کی یاددہانی کرائی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنَاهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنَاهَا﴾

اس رکوع میں پہلے تو اللہ تعالیٰ کی بہت سی قدرتوں اور نشانیوں کا بیان ہے، پھر توحید کا سبق دیا گیا ہے۔ اس کے بعد رسول ﷺ کو تبلیغ حق کی ہدایت دیتے ہوئے تسلی دی گئی ہے کہ کافروں کی فقرہ بازیوں پر آپ دلبرداشتہ نہ ہوں۔ پھر انس و جن کی غرض تخلیق پوری صراحت سے یہ بیان ہوئی ہے:

﴿وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِيَعْبُدُوْنَ﴾

ترجمہ: میں نے جن اور انس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے تا کہ وہ میری عبادت میں لگے رہیں، عبادت محض نماز روزے کا نام نہیں ہے، بلکہ زندگی کے ہر قدم پر اللہ کی اطاعت کرنے کا نام ہے۔

سورۂ طور

نام: سورہ کی ابتداء لفظ ''والطّور'' سے ہوئی ہے، اس کو علامتی نام کی حیثیت دے دی گئی ہے۔

زمانہ نزول: سورۂ سجدہ کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: لفظ طور میں اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی کی طرف ہے، جس کا نزول طور پر ہوا تھا اور اس سے شہادت اس بات پر لائی جا رہی ہے کہ جس طرح وحی موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنے والوں کا انجام ہلاکت ہوا، اسی طرح قرآن کے مخالفین کا انجام ہلاکت ہوگا۔ یہ ہلاکت دنیا میں بھی ہوگی اور آخرت میں بھی۔

پھر قیامت پر مزید دلیلیں دی گئی ہیں۔ نیز متقین کے لئے قیامت کی کامرانیوں کی بشارتیں ہیں ساتھ ہی حضور ﷺ کو تسلی دی گئی ہے اور معترضین کے شکوک وشبہات کی تردیدیں کی گئی ہیں۔

آخر میں عبادت الٰہی کی تاکید ہے، خصوصیت سے رات کو اور شب کے پچھلے پہر۔

رکوع نمبر ۱: ﴿وَالطُّوْرِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ﴾

اس رکوع میں پہلے تو طور، آسمان، دریا اور خانہ کعبہ کو اس بات کی شہادت میں پیش کیا گیا ہے کہ کفار پر عذاب (قیامت میں) ہو کر رہے گا۔ اس عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ پھر بتایا ہے قیامت کے آنے پر آسمان اور پہاڑ وغیرہ کا کیا حال ہوگا۔ اس کے بعد متقین کو جنت کی بشارت دی گئی۔ پھر یہ اصول بتایا ہے کہ ہر شخص اپنے عمل سے وابستہ ہے اور اس کا نتیجہ بھگت کر رہے گا۔

رکوع نمبر ۲: ﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾

اس رکوع میں حضور ﷺ کو تسلی دی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ کفار جو آپ کو دیوانہ وغیرہ کہتے ہیں، یہ ان کی بکواس ہے، آپ اس کی پرواہ نہ کریں اور تبلیغ دین فرماتے رہیں۔ پھر کفار و مشرکین کو سمجھایا کہ جب وہ خود بخود نہیں بن گئے، نہ زمین و آسمان کو انہوں نے بنایا ہے، نہ انہیں غیب کا حال معلوم ہے تو پھر ان کا بھلا اسی میں ہے کہ وہ اپنے کفر و شرک سے باز آجائیں اور توحید اختیار کر کے اس کے تقاضے پورے کریں، اور اگر وہ انکار و سرکشی پر مصر رہے تو پھر قیامت میں دردناک عذاب سے انہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔ پھر حضور ﷺ کو اور آپ ﷺ کے واسطے سے مسلمانوں کو عبادت الٰہی کا حکم دیا گیا ہے۔ خصوصیت سے رات کو اور شب کے پچھلے پہر۔

سورۂ نجم

نام: سورہ کی ابتداء لفظ والنجم سے ہوئی ہے۔ اسی کو علامتی نام کی حیثیت دے دی گئی ہے۔

زمانہ نزول: روایات سے اس کا زمانہ نزول مکی دور کا پانچواں سال معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال، یہ یقینی ہے کہ واقعہ معراج کے بعد اس کا نزول ہوا ہے۔

مضامین: یہ سورہ مندرجہ ذیل مضامین و تعلیمات پر مشتمل ہے:

۱: رسالت محمدیہ کی صداقت کا اعلان۔

۲: رسول ﷺ کے خطا اور لغزش سے منزہ ہونے کا اعلان۔

۳: معراج میں حضور ﷺ کے چند مشاہدات کا تذکرہ۔

۴: کفار ومشرکین کے باطل عقیدوں کی تردید۔

۵: اس کا بیان کہ انبیائے سابقین نے اسی دین اور اس کے اصول کی دعوت دی تھی اور پہلے کی ساری آسمانی کتابوں میں اسی دین اسلام اور اس کے اصول کی تعلیمات ہیں۔

۶: اس کا بیان کہ رسول کی تکذیب کرتے ہوئے رو در رو رسول کی مخالفت اور اس مخالفت پر اصرار خدائی عذاب کو حرکت میں لے آتا ہے، جس کا ثبوت عاد وثمود اور قوم نوح کی تاریخ دے رہی ہے۔

۷: انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب وتاکید۔ اور یہ کہ یہ انفاق نہایت خوش دلی سے ہونا چاہئے۔

۸: خدا کے غیر محدود علم کا تذکرہ۔

۹: آخرت کے مفاسد اور یہ کہ مختلف قسم کی گمراہیوں کا سرچشمہ انکار آخرت بنتا ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى﴾

اس رکوع میں پہلے حضور ﷺ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ راہ حق پر ہیں اور اس راستہ پر ٹھیک اسی طرح گامزن ہیں جس طرح ستارہ اپنی مقررہ راہ پر چلتا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ رسول کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلتا ہے وہ وحی ہے، اس کے بعد شب معراج میں حضور ﷺ کے فرشتوں کو دیکھنے، خدا کی سلطنت کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے اور سدرۃ المنتہٰی وغیرہ کی سیر اور گوناگوں حقائق کے مشاہدہ کی خبر دی گئی ہے۔

پھر لات وعزیٰ دو بتوں کے نام کی بے بسی بتائی ہے اور کہا ہے کہ بتوں کی پرستش محض تمہارا ڈھکوسلا ہے، اللہ نے ہرگز اس کی اجازت نہیں دی ہے اور اب ہدایت اللہ کی طرف سے آ گئی ہے، اب کسی کے پاس کوئی عذر نہیں۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوَاتِ لَاتُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئاً﴾

اس رکوع میں کفار ومشرکین کے باطل عقیدوں پر تنقید کا سلسلہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ بت خدا کے سامنے بالکل بے بس ہیں، تم ان کی شفاعت کے بھروسہ پر ہو، حالانکہ بت تو بت، ملائکہ کو بھی بارگاہ خداوندی

میں دم مارنے کی مجال نہیں۔ پھر زمین و آسمان پر اللہ ہی کی قدرت تامہ کا بیان ہے۔

پھر بتایا ہے کہ متقین وہ ہیں جو گناہ و معصیت اور فحاشیوں کے قریب بھی نہیں جاتے اور اگر بھول چوک ہو جاتی ہے تو غفور الرحیم سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

رکوع نمبر ۳: ﴿اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی﴾

اس رکوع میں ایسے شخص کی مذمت کی گئی ہے جو یا تو اللہ کی راہ میں خرچ ہی نہیں کرتا اور کرتا ہے تو چھدا اتارنے کے طور پر تھوڑا سا صدقہ و خیرات کر کے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ پھر بتایا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو کتابیں نازل ہوئی تھیں، ان میں بھی یہی تعلیم تھی کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا، ہر شخص اپنے عمل کا جواب دہ ہے اور اپنی کوششوں کا انجام عنقریب دیکھ لے گا۔ سب کو آخر کار خدا کے حضور پہنچنا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ خدا ہی موت و حیات دیتا ہے، خدا ہی نے انسانوں کے جوڑے بنائے اور وہی نطفہ سے گوشت پوست والا انسان پیدا کرتا ہے، اور وہی موت کے بعد پھر زندہ کرے گا، اس کے بعد قوم نوح اور عاد و غیرہ کا تذکرہ ہے کہ ان قوموں نے جب خدا سے سرکشی کی تو ان کا انجام ہلاکت نکلا۔

سورہ قمر

نام : سورۃ کی ابتدائی آیت ﴿اقتربت الساعة وانشق القمر﴾ سے ماخوذ ہے۔

ترجمہ: قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

مضامین : رسول ﷺ کی تکذیب کرنے والے منکرین قرآن کسی صریح معجزہ کا مطالبہ کر رہے تھے، لیکن شق القمر (چاند کے پھٹنے) کا معجزہ دیکھنے کے بعد بجائے ایمان لے آنے کے یہ کہنے لگے کہ یہ جادو ہے، نظر بندی کا کھیل ہے، اسی واقعہ (شق القمر) کی طرف اشارہ کرتے ہوئی منکرین کے رویہ کی مذمت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ معجزہ وغیرہ کا مطالبہ تو محض ان کی حیلہ جوئی تھی، ورنہ ان کی ہٹ دھرمی اور ان کا کفر پر اصرار ایسا نہ تھا کہ بس معجزہ دیکھنے کی دیر تھی، دیکھا اور ایمان لے آئے، اس کی یہ روش تو ان کی خواہش نفس کی پیروی کی بناء پر ہے اور خواہش نفس کی غلامی کے بعد انسان پر کسی معجزہ اور کسی نصیحت کا اثر نہیں ہو سکتا، ورنہ اگر نصیحت حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے کسی صریح معجزہ کی ضرورت ہی نہیں، یہ قرآن بجائے خود ایک معجزہ ہے اور نصیحت حاصل

کرنے کے لئے نہایت آسان ہے۔

صریح معجزات دیکھنے کے باوجود ہٹ دھرمی اور انکار اور کفر پر اصرار کوئی نئی بات نہیں، پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے۔کیا حضرت صالح کی اونٹنی ایک زبردست معجزہ نہ تھی، لیکن پھر قوم ثمود ایمان کیوں نہ لائی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضاء اور عصا معجزات نہ تھے، پھر فرعون اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے ایمان کیوں نہ لائے؟ اسی طرح قوم لوط کیوں ہلاک کی گئی؟ یہ تاریخی شہادتیں ہیں، اور انکار و کفر کے نتیجے میں عذاب الٰہی سے دوچار ہونے کے معاملہ میں کیا یہ واقعات عبرت کے لئے کافی نہیں؟

ساتھ ہی اس سورہ میں کفار و مشرکین کو قیامت اور اس کی ہولناک سزاؤں سے ڈرایا گیا ہے، نیز پیشین گوئی کی گئی ہے کہ کفار و مشرکین کا جتھہ پراگندہ ہو کر رہے گا اور ان کی مخالفتیں مٹ جائیں گی۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا﴾

اس رکوع میں قیامت کے قریب آ جانے اور چاند کے پھٹ جانے کے تذکرہ کے بعد کہا ہے کہ منکرین حق خدا کی نشانی دیکھنے کے بعد بھی منہ پھیر لیتے ہیں اور قرآن کو جادو وغیرہ کہتے ہیں اور اپنے خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں۔اس طرح مشرکین کی ہٹ دھرمیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد انہیں قیامت سے ڈرایا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ یہ جو قرآن اور رسول کی تکذیب ہو رہی ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں، اس سے پہلے بھی قوم نوح وغیرہ نے یہی حرکتیں کی تھیں، اور انہیں ہلاکت سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر آخر میں بتایا ہے کہ قرآن نصیحت حاصل کرنے کے لئے نہایت آسان ہے، شرط عبرت و نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ﴾

اس کوع میں پہلے قوم ثمود کی سرکشی اور رسول کی تکذیب کا ذکر ہے، اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح ان کے انکار اور سرکشی کے نتیجے میں ان پر اچانک عذاب الٰہی آ گیا، پھر قوم لوط کی بدکاریوں پر عذاب آنے کا تذکرہ ہے، اور پھر اس بات کو دہرایا گیا ہے کہ قرآن سے نصیحت حاصل کرنا نہایت آسان ہے، پس ہے کوئی جو نصیحت پکڑے؟

رکوع نمبر ۳: ﴿وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ﴾

اس رکوع میں فرعون اور اس کی پیروی کرنے والوں کی ہٹ دھرمی اور اللہ کی آیتوں کے جھٹلانے، رسول

کے معجزات اور رسالت کی تکذیب کرنے اور نتیجے میں ان کے ہلاک کئے جانے کا تذکرہ ہے۔ پھر کفار کے بارے میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ ان کا جتھہ پراگندہ ہو کر رہے گا، اور ان کی ساری مخالفتیں مٹ جائیں گی۔ چنانچہ جنگ بدر میں کفار کا شیرازہ بکھر گیا اور فتح مکہ کے بعد قریش وغیرہ کی مخالفت کا نام ونشان نہ رہا۔

سورۂ رحمٰن

نام: سورہ کا ابتدائی جملہ ﴿الرحمن علم القرآن﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے

ترجمہ: رحمٰن نے قرآن سکھایا۔

زمانہ نزول: مکی دور کے ابتدائی زمانے کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین: توحید کا اثبات اس سورہ کا مرکزی مضمون ہے، اس کیلئے اسلوب یہ اختیار کیا ہے کہ:

۱: بندوں پر خدا کی بے پایاں رحمتوں کا بیان کہ اس نے انسان کی پرورش اور تربیت کے لئے اس کائنات میں کیسے کچھ سروسامان پیدا کئے ہیں۔

۲: انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ نہ صرف اس کی جسمانی تربیت کے سامان فراہم کئے بلکہ اخلاقی و روحانی تربیت کے لئے بھی سامان کیا۔

۳: کائنات اور اس کا یہ نظام خدائے واحد کی شہادت کے لئے کافی ہے، آثار کائنات میں سے انسان آخر کس کس چیز کا انکار کرسکتا ہے؟

۴: کائنات کی ہر مخلوق، انسان اور جن سمیت فانی ہے، خدا کی زبردست قوت کے سامنے بے بس اور لاچار ہے۔

۵: اب اگر انسان میں عقل و ہوش ہے تو اس کے لئے یہ بات ناممکن ہونی چاہئے کہ وہ خدائے واحد کا اقرار نہ کرے۔

۶: لیکن دل ودماغ، آنکھیں اور فہم وہوش کے باوجود انسان خدا کی ان بے شمار نشانیوں کی تکذیب کرے گا اور خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرے گا، تو پھر اسے اس کا وبال بھگتنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

۷: اللہ کی اطاعت کرنے والوں کے لئے خاص طور پر جنت میں جو نعمتیں ہیں ان کی بھی تھوڑی بہت تفصیل ہے۔

۸: جس طرح اس دنیا میں انسان خدا کی نشانیوں کو نہیں جھٹلا سکتا، اسی طرح مجرم اور گناہگار قیامت میں متقین کے لئے جو نعمتیں ہیں، وہاں ان کو نہیں جھٹلا سکیں گے، لیکن سرکشوں کو وہاں کی ایک نعمت بھی میسر نہ ہوگی۔

رکوع نمبر ۱: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ کے رحمان ہونے اور بندوں پر اس کی عنایتوں اور مہربانیوں کا تذکرہ ہے کہ کس طرح اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر پیدا کیا، اسے عقل و ہوش سے نوازا، اسے بولنا سکھایا، اس کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا، اس کی پرورش اور تربیت کے سامان فراہم کئے، زمین و آسمان اور سورج و چاند بنائے، جو ہر گھڑی خدا کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ ساتھ ہی زمین پر طرح طرح کے پھل پیدا کئے، خوشبودار پھول اور اناج اگائے، سمندر میں موتی اور مونگا پیدا کئے جو انسان کے بڑے کام کی چیزیں ہیں۔ پھر خدا ہی کے دیئے ہوئے ہاتھوں اور اسی کی بنائی ہوئی چیزوں سے انسان کشتی اور جہاز تیار کرتا ہے، سمندر کی سیر کرتا ہے، کاروبار تجارت کرتا ہے، درآمد برآمد کر کے نفع حاصل کرتا ہے، غرض اللہ کی کس کس نعمت اور نشانی کا انسان انکار کرے گا۔ اب اگر اس پر بھی انسان اس کی نعمتوں کا شکریہ نہ ادا کرے تو اس پر بہت افسوس ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ انسان کے سوا ساری چیزیں فانی ہیں۔ اس کے بعد انسانوں اور جنات کی مجبوری اور بے بسی بتائی ہے اور سمجھایا ہے کہ جب اس دنیا ہی میں آتش فشاں پہاڑ پھٹتے ہیں اور انسان کچھ نہیں کر سکتا تو آخرت میں اللہ کے عذاب سے بھاگ کر کہاں جائے گا۔ پھر قیامت کا نقشہ کھینچ کر بتایا گیا ہے کہ مجرموں اور گناہگاروں کو کس طرح رسوا کیا جائے گا۔ اس رسوائی سے بچنے کی واحد شکل یہ ہے کہ خدا کی نشانیوں کی تکذیب نہ کی جائے۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے اور شکر ادا کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز سے وہی مصرف لیا جائے جس کے لئے اس کی بناوٹ ہوئی ہے۔ دنیا کی ہر چیز انسان کے فائدے کے لئے ہے، نہ کہ اس لئے کہ کسی کے آگے انسان کی پیشانی جھکے، اور انسان کی تخلیق اللہ کی عبادت واطاعت کے لئے ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾

اس رکوع میں جنت کی نعمتوں کا بیان ہے، اور یہ کہ اہل جنت کس طرح جنت میں نہایت اطمینان وآرام سے رہیں گے، کسی قسم کی فکر اور کسی طرح کا غم پاس نہ پھٹکے گا۔ سبز سبز لہلہاتے ہوئے باغ، پانی کی صاف وشفاف نہریں، حوروں کی خدمت گذاریاں وغیرہ اہل جنت کے لئے مخصوص ہیں اور یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ کی اطاعت کا حق ادا کیا، لہذا اس کی جزا بھی پوری طرح اور خیال وتصور میں نہ آنے والی نعمتوں کے ذریعہ دی جائے گی۔ دنیا میں انسان کے لئے جس طرح یہ ناممکن ہے کہ وہ ان بے شمار نعمتوں اور قدرتوں کی موجودگی میں کسی نعمت کی تکذیب نہیں کرسکتا، اسی طرح آخرت میں وہ کس کس نعمت کو جھٹلائے گا۔ اور جس طرح یہاں نعمتوں کے جھٹلانے پر قدرت نہ ہونے کے باوجود انسان اندھا بہرا بنا رہتا ہے اور ناشکری کرتا ہے اسی طرح قیامت میں جنت کی یہ نعمتیں دیکھے گا، کسی کو بھی جھٹلا نہ سکے گا، لیکن ایسے سرکشوں کو ایک نعمت بھی نہ مل سکے گی۔

سورۂ واقعہ

نام: سورہ کے ابتدائی جملہ ﴿اذا وقعت الواقعة﴾ سے ماخوذ ہے۔

ترجمہ: جب ہونے والی بات ہو جائے گی۔

واقعہ: یعنی واقع ہونے والی، مراد قیامت۔

زمانہ نزول: سورہ طٰہٰ کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: پوری سورہ قیامت کے واقع ہونے کی خبر، اس کی دلیلوں اور قیامت کے احوال وکوائف پر مشتمل ہے۔ اسی ضمن میں کائنات اور اس کے نظام سے توحید پر ٹھوس دلیلیں بھی پیش کی گئی ہیں۔ نیز اللہ کی حمد و تسبیح کی تعلیم دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةِ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح قیامت کے وقت ہولناک زلزلہ آئے گا، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، پھر بتایا ہے کہ اس دن لوگ اپنے اعمال کے لحاظ سے تین گروہوں میں تقسیم ہوں گے:

(۱) اعلیٰ ترین (۲) متوسط (۳) آخری اور نچلا طبقہ۔

پھر پہلے دو گروہوں کا حال بیان ہوا ہے کہ سب سے بلند درجہ کے تو وہ لوگ ہیں جو رسالت محمدی کا اعلان ہوتے ہی آگے بڑھے، اور اللہ اور رسول پر ایمان لا کر اپنے آپ کو اسلام کے حوالہ کر دیا، ان کا جینا مرنا سب اسلام کے لئے تھا۔ پھر وہ لوگ ہیں جو بعد میں شامل ہوئے، دونوں کا ٹھکانا جنت ہے۔ جنت کی نعمتیں حسب مراتب دونوں کے لئے ہوں گی۔

رکوع نمبر ۲: ﴿ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾

اس رکوع میں تیسرے گروہ کا بیان ہے، یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے حق کی آواز سنی، قرآن کی بتائی ہوئی راہ ان کے سامنے پیش کر دی گئی، اور سمجھانے بجھانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا، اس کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور انکار و سرکشی پر مصر رہے۔ ان کی حالت قیامت کے دن نہایت خراب ہوگی۔ ذلت و نامرادی کی ہر سزا انہیں دی جائے گی۔ ساتھ ہی اللہ نے ان احسانات اور انعامات کا تذکرہ کیا ہے، جن سے یہ لوگ فائدے اٹھا رہے ہیں، مثلاً اللہ کی پیدا کی ہوئی آگ سے، اس کے پانی سے، اس کے سورج کی روشنی سے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے باوجود ناشکری کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ شرک کی تردید کرتے ہوئے پانی وغیرہ ہر چیز کا ذکر کر کے کہا گیا ہے کہ کیا پانی کو تم آسمان سے اتارتے ہو؟ کھیتی کو تم لوگ لہلہاتے ہو؟ ایک قطرۂ آب سے جیتا جاگتا بچہ تم لوگ بنا دیتے ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔

رکوع نمبر ۳: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ﴾

اس رکوع میں قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کا بیان ہے اور اس کتاب کی عظمت بتائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ منکرین قرآن ایسی عظیم کتاب کی تکذیب اپنا سرمایہ ناز سمجھتے ہیں۔ پھر موت کا وقت یاد دلایا ہے کہ اس وقت تم پر سارے حقائق آشکارا ہو جاتے ہیں۔ اب جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں، تو کیوں نہیں مرنے والے کی جان واپس اس کے جسم میں لے آتے؟ اس کے بعد بتایا ہے کہ مرنے والا اگر صاحب ایمان ہوتا ہے اور عمل صالح پر کاربند رہا ہے تو اس کے لئے جنت کی خوشبوئیں ہوتی ہیں اور اگر وہ گمراہ ہوتا ہے تو اس کی مہمانی گرم پانی سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد آخر میں اللہ کی حمد و تسبیح کی تعلیم دی گئی ہے۔

سورۂ حدید

نام: تیسرے رکوع کی آیت ﴿وانزلنا الحدید فیه باس شدید﴾ سے ماخوذ ہے۔

ترجمہ: اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت طاقت ہے۔

زمانہ نزول: صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی زمانے کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین: اس سورہ کے مشتملات یہ ہیں:

۱: اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کی وسعتوں کا تذکرہ۔

۲: انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب وتاکید۔

۳: رسالت محمد ﷺ کی صداقت کا اعلان۔

۴: فتح مکہ سے قبل اسلام کے لئے جان ومال سے جہاد کرنے والے مسلمانوں کی فضیلت کا بیان۔

۵: نفاق اور منافقین کی مذمت۔

۶: دنیوی زندگی اور اس کے ساز وسامان کی بے ثباتی کا بیان ہے، اور یہ کہ حب دنیا آخرت فراموشی کا سبب ہوتا ہے۔

۷: نیکیوں کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہنے کی ترغیب۔

۸: خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت لوہا (مراد تلوار) ہے۔

اس کا صحیح مصرف کیا ہونا چاہئے، نیز اس تذکرہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب لوگ حق کو مٹا ڈالنے پر تل جاتے ہیں تو پھر انبیاء کو بھی تلوار اٹھانی پڑتی ہے ورنہ یہ ان کے آنے کی اصل غرض نہیں ہوتی۔

۹: انسان کی اخلاقی وروحانی تربیت کی خاطر سلسلہ رسالت کا جاری کیا جانا، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور اس کے بعد حضور ﷺ کی بعثت ہوئی۔

۱۰: اللہ اور رسول پر ایمان اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم اور اس کے نتیجے میں آخرت میں ملنے والے انعامات کی بشارت۔

رکوع نمبر ۱: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾
اس رکوع میں پہلے اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفتوں کا بیان ہے۔ عزیز، حکیم، اول، آخر، ظاہر، باطن، خالق وغیرہ۔

پھر خدا کی قدرتوں اور اس کے نظام کی کارسازیوں کا بیان ہے۔ پھر ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں اللہ کے دیئے ہوئے مال خرچ کرنے کا حکم ہے۔ پھر حضور ﷺ کی رسالت کا تذکرہ ہے کہ وہ رسول برحق ہے، انسان کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لاتے ہیں۔ پھر فتح مکہ سے قبل کے اسلام کے لئے جہاد کرنے اور مال خرچ کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے لوگوں کا درجہ بہت بڑا ہے، فتح مکہ کے بعد اسلام کے لئے کوششیں کرنے والے مال خرچ کرنے والے اگرچہ اپنی جگہ قابل قدر ہیں، مگر دونوں کے درجات برابر نہیں۔

رکوع نمبر ۲: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ﴾
اس رکوع میں خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں کو دوگنا اجر دیئے جانے کا وعدہ ہے اور بتایا ہے کہ قیامت کے دن ایمان والوں کا نور انہیں جنت کی طرف رہنمائی کرے گا لیکن منافقوں کو کچھ سجھائی نہ دے گا۔ اور آخر میں پھر صدقہ وخیرات کرنے والوں کی تعریفیں کی گئی ہیں اور ان کے لئے بڑے اجر کا وعدہ ہے اور کفر و انکار کی روش پر چلنے والوں کے لئے جہنم کی دھمکی دی ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ﴾
اس رکوع میں پہلے دنیاوی زندگی کی بے ثباتی کا بیان ہے اور یہ کہ ایسے لوگ جو دنیوی مال ومتاع پر پھولے نہیں سماتے اور خدا اور آخرت کو بھولے بیٹھے ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے لہلہاتی ہوئی کھیتی ہو، اسے دیکھ کر کسان خوش ہو رہا ہو کہ اچانک وہ سوکھ کر رہ جائے۔ اسی طرح دنیا میں مست لوگوں کا حال ہوگا کہ اچانک ایک دن ان سے سب چھن جائے گا اور آخرت میں عذاب الگ ہوگا۔ پھر تعلیم دی ہے کہ نیکیوں کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ پھر بتایا ہے کہ مصیبت پر حد سے زیادہ رنج کرنا یا کسی چیز کے ملنے پر حد سے زیادہ خوش ہونا کہ خدا ہی کو بھول جائے، دونوں غلط روش ہیں۔ صحیح روش یہ ہے کہ خدا کی مرضی کے ماتحت اپنے آپ کو دے دیا جائے۔ پھر بتایا ہے کہ بہت سے انبیاء آئے اور ان کے ساتھ معجزات اور کتب الٰہی بھی تھیں تا کہ لوگ متوازن راہ پر گامزن ہوں۔ پھر آخر میں لوہے کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اللہ نے ایک یہ نعمت تمہیں دی ہے،

آلات حرب اور دوسرے فوائد تم اس سے حاصل کرتے ہو۔ اس کا صحیح مصرف یہ ہے کہ اللہ کے دین کے دفاع میں لوہے سے کام لو نہ کہ اللہ کے دین کے مقابلہ میں آن کر کھڑے ہو جاؤ۔

رکوع نمبر ٤: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرَاهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ﴾

اس میں بتایا ہے کہ اللہ نے جس طرح انسان کی جسمانی پرورش اور تربیت کے عظیم الشان سامان فراہم کئے۔ اسی طرح اول روز ہی سے انسان کی روحانی واخلاقی پرورش وتربیت کے لئے رسالت کا سلسلہ قائم فرمایا۔ اسی سلسلہ رسالت کی کڑیاں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تھیں۔ جن کی ذریت میں نبوت اور کتاب کا سلسلہ چلا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور انجیل ان پر نازل کی گئی۔ مطلب یہ کہ رسالت محمدی بھی اسی سلسلہ رسالت کی ایک کڑی اور آخری کڑی ہے، اور قرآن اسی سلسلہ کتب کی آخری کتاب ہے۔

پھر آخر میں اللہ اور رسول پر ایمان اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے اور اس کے صلہ میں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ اس ضمن میں اہل کتاب کو بتایا ہے کہ اللہ نے تم پر بڑے احسانات کئے، تمہیں بڑی فضیلتیں دیں، دنیا کی امامت وسیادت کا منصب عطا فرمایا۔ مگر جب تم نے اللہ سے اپنا رشتہ توڑا تو وہی اللہ یہ ساری فضیلتیں تم سے چھین کر امت محمدیہ کو عطا کر رہا ہے، دیکھ لو تمہارا زور اللہ کے کسی فضل پر نہیں، یہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، جسے چاہے دے۔ اس طرح اشارتاً مسلمانوں کو خبردار کر دیا گیا کہ اگر تم نے اہل کتاب کی طرح حرکتیں کیں، اور احکام الٰہی سے بچنے کے لئے چور دروازے نکالتے رہے تو تمہاری جگہ اللہ کسی اور قوم کو لے آئے گا۔

پارہ نمبر ٢٨
قد سمع اللّٰہ

سورۂ مجادلہ

نام: مجادلہ، جھگڑا کرنے کو کہتے ہیں۔اس سورہ میں ایک مسلمان خاتون کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مجادلہ کا تذکرہ ہے،اس مناسبت سے یہ نام قرار پایا۔

زمانہ نزول: ۴ ہجری کے لگ بھگ نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ میں مندرجہ ذیل مضامین ہیں:

ا: خانگی زندگی سی متعلق ایک معاملہ (طلاق ظہار) کا حکم ہے۔

۲: منافقین کے منصوبے اوران کی ریشہ دوانیوں اوران کے کردار وروش کی برائیوں کا تزکرہ اوران کے لئے آخرت کی رسوائیوں کا بیان۔

۳: آپس کی مشاورت کے حدود وشرائط۔

۴: آداب مجلس سے متعلق چند ہدایات،خصوصیت سے رسول ﷺ کی مجلس سے متعلق۔

۵: اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور نماز اور زکوۃ ادا کرتے رہنے کی تاکید وحکم۔

٦: آپس کے تعلقات اور دوستی اور محبت کے حدود۔

رکوع نمبر ۱: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَکِیْ﴾

نزول قرآن سے پہلے سے یہ قانون چلا آرہا تھا کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو، ماں،بہن وغیرہ محرمات میں سے کسی سے تشبیہ دے دیتا اور کہہ بیٹھتا تو میری ماں ہے، یا بہن ہے، یا اسی طرح کا کوئی اور جملہ تو وہ عورت ساری عمر کے لئے اس پر حرام ہو جاتی، ایک مسلمان اوس بن صامت اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ کو یہی کہہ بیٹھے۔عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور سب ماجرا کہہ سنایا۔حضور ﷺ نے فرمایا اس معاملہ میں اللہ نے ابھی کوئی حکم نازل نہیں کیا ہے۔اس پر وہ عورت شکوہ سنجی کرنے لگی۔اس رکوع میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

گیا ہے۔ اللہ نے اس عورت کا جھگڑا سن لیا۔ پھر اس حرکت کے بارے میں حکم نازل فرمایا ہے۔ اصطلاح میں ایسا کہہ بیٹھنے کو ظہار کہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ ایسا کہنے سے کوئی عورت واقعی ماں نہیں ہو جاتی۔ یہ ایک ناشائستہ حرکت ضرور ہے، جو جھوٹ بھی ہے، لہٰذا جو لوگ ایسا کہہ بیٹھیں اور اس سے ان کا ارادہ طلاق کا نہ ہو تو پھر زن و شوہر کے تعلقات قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کفارہ میں ایک غلام آزاد کریں، یہ نہ ہو تو دو مہینوں کے متواتر روزہ رکھیں، یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں، پھر کہا گیا ہے کہ یہ حکم الٰہی ہے اور اللہ کے حدود کو جو توڑے گا اسے سخت سزا دی جائے گی۔

رکوع نمبر ۲: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے، انسان جہاں کہیں بھی ہو اور جو کام بھی کرتا ہو، اللہ اسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ پھر منافقوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اور منصوبے بناتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کی سازشوں اور منصوبوں سے کوئی باخبر نہیں، حالانکہ اللہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے، پھر منافقین کے لئے جہنم کی آگ کی خبر دی گئی ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ تم جب آپس میں مشورے کرو، تو نیکی کے بارے میں یہ مشورے ہونے چاہئیں، نہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت کے بارے میں۔ ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ پھر بتایا ہے کہ سازشیں کرنا شیطانوں کا کام ہے اور کوئی کسی کا اللہ کے حکم کے بغیر کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ پھر مسلمانوں کو آداب مجلس کی تعلیم دی گئی ہے کہ وقار کے ساتھ بیٹھیں، آنے جانے والوں کے لئے راستہ چھوڑ دیں اور رسول ﷺ کی مجلس میں جب بیٹھیں اور مجلس برخاست ہونے کے لئے کہا جائے تو اٹھ کھڑے ہوں۔ پھر آخر میں نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہنے کا حکم ہے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مَا هُمْ﴾

اس رکوع میں پہلے منافقین کی ایک ایسی حرکت کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے اخلاص کا یقین دلانا چاہتے ہیں اور اپنی قسموں کو ایک آڑ بنالیا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ وہ قیامت میں بھی اسی طرح قسموں پر قسمیں کھا کر اللہ کو اپنے خلوص عمل کا یقین دلانا چاہیں گے۔ پھر بتایا ہے کہ ایسے لوگوں پر شیطان نے قابو کر رکھا ہے اور وہ ان کی نکیل پکڑے اپنی حسب خواہش گھماتا رہتا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ سچا مومن اور اللہ کی رضا کی سند حاصل کرنے کے لئے استحقاق کی واحد شکل یہ ہے کہ وہ اپنی دوستی و محبت کے سارے تعلقات ایسے لوگوں سے ختم

کردے، جو اللہ اور رسول کے وفادار نہ ہوں، چاہے وہ باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا کوئی اور رشتہ دار۔

سورۂ حشر

نام: پہلے رکوع کی دوسری آیت میں ہے کہ ﴿**هو الذی اخرج الذین کفروا من اهل الکتاب من دیارهم لاول الحشر**﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: وہ اللہ وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جو کافر ہیں، اپنے گھروں سے پہلی جلاوطنی کے لئے نکالا۔

زمانہ نزول: اس سورہ میں بنی نضیر کی جلاوطنی کا ذکر ہے اور ربیع الاول ۴ ہجری میں بنی نضیر کے محاصرہ کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اس لحاظ سے اس سورہ کا زمانہ نزول ۴ ہجری معلوم ہوتا ہے۔

مضامین: سورہ کی ابتداء میں یہود کے مشہور قبیلہ بنی نضیر کی جلاوطنی کا ذکر ہے، جسے اول الحشر کے فقرے سے تعبیر کیا ہے۔ اس بناء پر ضروری تھا کہ مال فے (مال فے اس مال غنیمت کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ کئے فوجی دباؤ سے دشمن کے مرعوب ہو جانے اور ان کے بھاگ کھڑے ہونے کی بناء پر حاصل ہو) کے بارے میں اسلامی حکم بتایا جائے، لہذا اس کا حکم بتایا گیا۔ پھر چونکہ منافقین یہودیوں میں سے تھے، اس لئے ان کی ریشہ دوانیوں اور چال بازیوں کو بھی بیان کیا گیا ہے، اور پھر یہودیت اور سرمایہ داری گویا لازم و ملزوم ہیں، اس لئے دنیا پرستی اور حب مال کی مذمت کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس کے مفاسد کی بناء پر اس سے روکا گیا ہے اور آخر میں قرآن کی عظمت بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پندرہ صفات ذکر کی گئی ہیں تاکہ توحید خالص سمجھ میں آسکے اور خدائی صفات کے تقاضوں کے مطابق مسلمان اپنی زندگی استوار کریں۔

ایک اہم وضاحت

حشر اصل میں لوگوں کو اپنے گھروں سے نکالنے کو کہتے ہیں، اس جلاوطنی کے لئے اول الحشر کہتے ہیں۔ ایک پیشین گوئی بھی مضمر ہے، یعنی یہ اشارہ کہ یہودیوں کی ایک اور جلاوطنی وقوع میں آنے والی ہے اور یہ حضرت عمرؓ کے عہد میں وقوع میں آئی جبکہ خیبر سے انہیں جلاوطن کر کے ملک شام میں آباد ہونے کی اجازت دی گئی۔

رکوع نمبر ۱: ﴿سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے کس طرح اپنے ماننے والوں کی مدد کی اور کس طرح یہود اپنے قلعہ کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نہ بچا سکے اور وہ اپنے قلعوں کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور اس سرزمین سے ان کو نکالا گیا جہاں وہ فتنہ وفساد کی حرکتیں کرتے رہتے تھے اور یہود پر ایسا برا وقت اس لئے آیا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کی، پھر مہاجرین وانصار کی حوصلہ افزائی فرمائی گئی ہے اور مال غنیمت کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ وہ مال جو بغیر جنگ کئے فوجی دباؤ سے دشمن کے مرعوب ہو جانے اور ان کے بھاگ کھڑے ہونے کی بناء پر حاصل ہو وہ اسلام کے اجتماعی نظام کے لئے بیت المال میں داخل ہوگا۔ جنگ کے بعد جو مال غنیمت حاصل ہوتا ہے اس کا پانچوں حصہ بیت المال کے لئے ہوتا ہے اور بقیہ مجاہدین میں تقسیم ہوتا ہے۔ پھر مسلمانوں کو ایسی بعض دعائیں سکھائی گئی ہیں جنہیں اکثر وبیشتر اللہ سے کرتے رہنا چاہئے، مثلاً:

﴿ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم﴾

رکوع نمبر ۲: ﴿اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِھِمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ منافقین اور مشرکین بظاہر متحد نظر آتے ہیں، لیکن درحقیقت ان کا یہ ظاہری اتحاد محض اسلام کی عداوت کے جذبہ تک ہے، ورنہ دراصل یہ دونوں خود آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور حریف ہیں اور ان کی مثال میں شیطان کو پیش کیا ہے کہ وہ انسان کو کفر کی خوش نمائیاں بتا کر کافر ہو جانے کی تلقین کرتا ہے اور پھر جب انسان کافر ہو جاتا ہے تو کہتا ہے بھائی میں تو تجھ سے بیزار ہوں اور اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے۔ اسی طرح گویا منافقین مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے ہیں، اور جب مشرکین کی مدد کا وقت آئے گا تو منافقین صاف ان سے بیزاری وبرأت کا اعلان کر ڈالیں گے۔

رکوع نمبر ۳: ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾

اس رکوع میں مسلمانوں کو دنیا طلبی سے باز رہنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ کوئی یہ نہ خیال کرے کہ جنتی اور دوزخی برابر ہوں گے۔ جنتی تو اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے اور دوزخی ناکام۔ اس کے بعد بتایا ہے کہ اگر قرآن کسی پہاڑ پر نازل ہوتا تو وہ پہاڑ مارے خوف ودہشت کے پھٹ

جاتا۔ مطلب یہ کہ قرآن کی تو ایسی ہیبت ہے، مگر یہ انسان کا دل ہے کہ وہ قرآن کی آیتیں سنتا ہے لیکن اس پر اثر نہیں ہوتا۔ اس کے بعد خدائے تعالیٰ کی صفتوں کا تذکرہ ہے کہ وہ عالم الغیب، رحمان، ملک القدوس وغیرہ ہے۔

سورۂ ممتحنہ

نام: دوسرے رکوع میں نومسلم عورتوں کے امتحان لینے سے متعلق کچھ ہدایات دی گئی ہیں، اس مناسبت سے اس کا یہ نام ہے۔

زمانہ نزول: صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی زمانے میں نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ میں مسلمانوں کے کفار کے ساتھ تعلقات سے متعلق اصولی طور پر یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ کفار جو مسلمانوں سے برسرپیکار ہیں، ان سے ہر طرح پر ترک موالات ضروری ہے، لیکن جو غیر مسلم جنگ نہیں کر رہے ہیں ان سے احسان کرنے اور انصاف کرنے کا حکم ہے، ان ہی باہمی تعلقات میں سے یہ بھی ذکر ہے کہ جب ایسی عورتیں، جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں، اپنے خاوندوں سے الگ ہو کر آ جائیں، تو ان کے بارے مین ان کا امتحان لے کر پورا اطمینان کر لینا چاہیئے، اگر وہ مخلصانہ طور پر صحیح معنوں میں مسلمان معلوم ہوں تو پھر ان کے تعلقات نکاح پہلے خاوندوں سے قائم نہ رہ سکتے، البتہ ان کے کافر خاوندوں نے ان پر جو کچھ خرچ کیا ہے، اسکو دے دینا چاہیئے۔ نیز اس سورہ میں کافر عورتوں سے نکاح کی حرمت کا واضح اعلان ہے۔

سوچیئے! جو مسلمان کسی کافر عورت سے سول میجر کرتا ہے تو اس کا نکاح اس قرآنی حکم کے آئینہ میں کیا قرار پائے گا۔ اور پھر اس کی اولاد کے حق میں یہ نکاح کونسا نتیجہ مرتب کرے گا؟

رکوع نمبر ۱: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ﴾

اس رکوع میں مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے ترک موالات کا حکم دیا گیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہوں، جو معاشرہ میں ایسی برائیاں پروان چڑھانے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں، جو برائیاں شرک و کفر سے تو مناسبت رکھتی ہیں، مگر اسلام کے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ فرمایا گیا ہے، چاہے ایسے لوگ کوئی بھی ہوں، ان سے دوستی و محبت کے سارے تعلقات ختم کر دینے چاہئیں، پھر ارشاد ہوا کہ تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں نفع نہ پہنچائیں گی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ فرماتے ہوئے ان کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی تعلیم دی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ میں سے دوستی ومحبت

سے متعلق وہ اسوۂ بھی ہیں جو انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم اور اپنے مشرک رشتہ داروں سے کیا۔ یعنی سب سے کنارہ کش ہو گئے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ عقیدہ کے لحاظ سے اسلام کے خلاف رہنے کے باوجود جو لوگ مسلمانوں سے برسر پیکار نہ ہوں اور نہ مسلمانوں سے دشمنی و جنگ کرنے والوں کی کسی طرح مدد کرتے ہوں، ایسے لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ پھر مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ عورتیں جو دشمن کی سرزمین سے تمہارے یہاں پہنچیں، اور اپنے آپ کو مومن عورتیں بتائیں تو ان کا امتحان لے لیا کرو، اگر واقعی وہ سچے دل سے مومن ہو کر آئی ہیں تو پھر انہیں کفار کے پاس واپس نہ بھیجو، کیونکہ اب نہ وہ عورتیں کافروں کے لئے حلال رہی ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال رہے، البتہ کافروں نے ان عورتوں پر جو کچھ خرچ کیا ہو وہ انہیں دے دو۔ پھر کافر عورتوں سے نکاح کو سختی سے روکا ہے (کیونکہ اس سے اولاد میں کفر و شرک کے جراثیم آئیں گے، خاندانی زندگی بھی متاثر ہوگی اور سوسائٹی میں بھی یہ جراثیم پھیلیں گے۔ اور عین ممکن ہے کہ وہ کافرہ عورت دشمن کی جاسوس ہو، تو تمہارے راز بھی ان تک پہنچائے گی اور اگر جاسوس نہ ہو تو بھی اس کی دلی ہمدردیاں کفار کے ساتھ ہوں گی) پھر آخر میں اس رکوع کے اندر رسول ﷺ کو کہا گیا ہے کہ مومن عورتیں آپ سے بیعت کرنا چاہیں تو ان سے اس بات پر بیعت لو کہ وہ شرک نہ کریں گی۔ چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی وغیرہ وغیرہ۔ یہیں سے ہمارے بزرگوں نے بیعت تقویٰ یا بیعت رشد و ہدایت کی اجازت سمجھی ہے۔

سورۂ صف

نام: پہلے رکوع کی آیت ﴿ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفًا﴾ سے ماخوذ ہے۔

ترجمہ: اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بند ہو کر جنگ کرتے ہیں۔

زمانہ نزول: ابتدائی مدنی زمانے کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین: اس سورہ میں یہ امور بیان کئے گئے ہیں کہ:

۱: رسول کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ دین حق کے سارے باطل ادیان پر غلبہ ہو جائے۔

۲: اس کے لئے مسلمانوں کو بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ دلی جذبات اور خواہشات نفس کی قربانی،

مال کی قربانی، جان کی قربانی۔

۳: اس طرح دنیا میں فتح وکامرانی تو حاصل ہی ہوگی، اس سے بڑھ کر عظیم سعادت مغفرت الٰہی اور آخرت کی کامرانیاں ہیں جو حاصل ہوں گی۔

۴: ساتھ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح دین اسلام کو لے کر دنیا میں نکل جانا چاہئے اور دعوت وتبلیغ کے ذریعہ راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ نجات بتانی چاہئے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾

اس رکوع میں مسلمانوں کے قول بلا عمل پر اللہ کی خفگی اور بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے، اس کے بعد جہاد میں مسلمانوں کے سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بند ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کرنے پر نہایت خوشنودی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی حضور ﷺ کی تشریف آوری کی پیشین گوئی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو نبی آخر الزماں کی تشریف آوری کی پیشین گوئی فرمائی تھی، اس بناء پر عیسائی آپ ﷺ کے آنے کے منتظر تھے، لیکن جب آپ ﷺ تشریف لائے تو انکار کر رہے ہیں اور رسول ﷺ پر طرح طرح کے اعتراضات کر رہے ہیں۔ پھر بتایا ہے کہ ایسے مخالفین اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دینا چاہتے ہیں، لیکن اللہ اپنے اس نور کو کافروں کی تمناؤں کے علی الرغم چمکا کے رہے گا۔ اور اسی لئے رسول ﷺ کی بعثت ہوئی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے اس دین حق کو سارے باطل دینوں پر غالب فرمادیں۔

رکوع نمبر ۲: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ عام طور پر لوگوں کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ آمدنی بڑھائیں اور یہ کام تجارت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس رکوع میں کہا گیا ہے کہ دنیا کی اتجارت کے مقابلہ میں ایک تجارت اور ہے، وہ یہ کہ اپنے دلی جذبات کا سرمایہ دے کر اللہ اور رسول ﷺ کے ایمان کا ذخیرہ جمع کرو اور اپنے مال اور اپنی جانوں کا سرمایہ دے کر جہاد کی برکتوں کے سامان لاؤ۔ پھر اس کا جو نفع ہوگا وہ جانتے ہو کیا ہوگا؟ مغفرت الٰہی، جنت اور اس کے بیش بہا خزانے، اور دنیا میں بھی فتح وکامرانی اور اقتدار۔ اس کے بعد پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے ماننے والوں کو اللہ کی دین کی مدد کے لئے پکارا تھا۔ ان کے مومن ساتھیوں نے آگے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کیں، اس طرح بنی اسرائیل کا ایک گروہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور اور ایک نے کفر کیا۔ اللہ نے اس مومن گروہ کی تائید فرمائی اور منکر گروہ پر وہ غالب آ گیا۔

سورۂ جمعہ

نام: دوسرے رکوع کی آیت ﴿یاایھاالذین آمنوا اذآ نووی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ﴾ سے ماخوذ ہے۔

ترجمہ: مؤمنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے۔

زمانہ نزول: سورۂ صف کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ میں پہلے تو اس احسان الٰہی کی یاددہانی کرائی گئی ہے جو رسالت محمدی ﷺ کی شکل میں دنیا کو ملی، اس کے ساتھ اس حقیقت کو بھی سمجھایا گیا کہ اب نجات اور تزکیہ نفس کی واحد راہ تعلیمات نبوی اور طریق نبوی ہے، پھر چونکہ امت مسلمہ کے لئے یہ اللہ کی عظیم فضیلت ہے، اس بناء پر اس امت کو متنبہ کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کو اللہ نے فضیلتیں عطا کی تھیں، مگر ان کی ناشکری اور بدعملیوں کے سبب ان سے وہ چھین لی گئیں، لہذا تمہیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ تم چاہے کچھ کرو گے، یہ عظیم فضیلت تمہارے حق میں باقی رہے گی، اگر تم نے بھی بنی اسرائیل والی روش اختیار کی تو تم بھی ان تمام انعامات اور فضیلتوں سے محروم کردیئے جاؤ گے۔

اس کے بعد جمعہ کی اہمیت اور اس کے متعلق بعض احکام بیان کئے گئے ہیں۔

رکوع نمبر ۱: ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ﴾

اس رکوع میں اللہ کے اس احسان کی یاددہانی کی گئی تھی کہ اس نے ہمیں ایک ایسا رسول بھیجا جو اللہ کی آیات سناتے ہیں۔ تزکیہ نفس کرتے ہیں اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس کے بعد اس کا اعلان ہے کہ آپ ساری دنیا کے لئے رسول ﷺ ہیں، اور قیامت تک کے لئے ہیں۔ اس کے بعد یہودیوں کی اس عادت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ توریت کے احکام پر تو مطلقاً عمل نہیں کرتے، اس میں من مانی تحریفیں کرتے رہتے ہیں، لیکن توریت کو سروں پر اٹھائے پھرتے ہیں۔ اس میں دراصل مسلمانوں کو سبق دینا ہے کہ تم ایسے نہ بن جانا کہ خالی قرآن کو سروں پر اٹھائے رہو، لیکن اپنے ہی ہاتھ سے اس کو بدل ڈالو۔ لیکن یہ کتنی افسوسناک حقیقت ہے کہ آج ہماری حالت بعینہ یہی ہے کہ قرآن سروں پر رکھے ہیں، چومتے ہیں، زینت طاق کرتے ہیں مگر اس پر عمل؟

رکوع نمبر ۲: ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾

اس رکوع میں جمعہ کی اہمیت سمجھاتے ہوئے حکم دیا گیا ہے کہ جمعہ کی اذان ہونے کے بعد سارے کاروبار چھوڑ کر لپکتے ہوئے اللہ کی عبادت کے لئے آنا چاہے۔ پھر نماز ختم ہونے کے بعد اسلامی حدود میں رہ کر خوب کاروبار کرو۔ کوئی تم پر گرفت نہیں۔

سورۂ منافقون

نام: سورہ کے ابتدائی جملہ ﴿اذا جآءک المنافقون﴾ سے ماخوذ ہے۔

ترجمہ: جب تمہارے پاس منافقین آتے ہیں۔

زمانہ نزول: سورۂ حج کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: اس رکوع میں منافقوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض و عداوت اور چند ریشہ دوانیوں کو بتاتے ہوئے ان کی پست اور ذلیل فطرت و خصلت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز انفاق فی سبیل اللہ کے معاملہ میں ان کے طریق عمل کو بتا کر دنیوی ساز وسامان اور مال و دولت کی حقیقت سمجھائی گئی ہے تا کہ مسلمان ان امراض میں مبتلا نہ ہوں، جن کے جراثیم مال و دولت کے پیدا کردہ ہوا کرتے ہیں۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ منافقین قسمیں کھا کھا کر رسالت محمدیہ ﷺ پر اپنے ایمان کا یقین دلاتے ہیں، مگر یہ اپنی قسموں میں جھوٹے ہیں اور اپنے اس ایمان کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو بطور ڈھال بنا رکھا ہے۔ یہ کسی کے بھی دوست نہیں ہو سکتے، نہایت مطلب پرست اور نہایت خودغرض ہوتے ہیں، دغا باز اور بزدل ہوتے ہیں۔ لوگوں کو چپکے چپکے صدقہ و خیرات دینے سے روکتے ہیں۔ منافقین کی یہ عادتیں بیان کر کے مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ کہیں تم بھی جھوٹی قسموں کو اپنے مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنانا۔

رکوع نمبر ۲: ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ﴾

اس رکوع میں مومنوں کو نہایت اہمیت کے ساتھ یہ تعلیم دی گئی ہے:

ا: ایسا نہ ہو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل بنا دیں۔

٢: موت سے پہلے پہل جس قدر ممکن ہو سکے اسلام کا بول بالا کرنے میں مالی قربانیاں کرو، ورنہ نزع کے وقت حسرت کرو گے اور اللہ سے مہلت چاہو گے اور کہو گے کہ بس ذرا سی مہلت عطا فرمائی جائے تا کہ صدقہ و خیرات کریں۔ لیکن پھر ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ ملے گی۔

سورۂ تغابن

نام: پہلے رکوع میں قیامت کو ''یوم التغابن'' (تغابن کا دن) کہا گیا ہے، اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

تغابن ہار جیت کو کہتے ہیں۔ زندگی کی بازی کی ہار جیت کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا، اس مناسبت سے قیامت کو ''یوم التغابن'' کہا گیا ہے۔

مضامین: خدائی احکام کے برے نتائج کے یقینی طور پر ایک دن سامنے آ جانے کے یقینی ہونے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں چونکہ اعمال کی جزا و سزا سامنے آ کر رہے گی اور کسی مخلوق کی یہ طاقت نہیں کہ فیصلہ خداوندی کو بدل دے یا اس میں رکاوٹ پیدا کر سکے، اس لئے اسے سمجھانے کے لئے اس سورہ میں خدا کی قدرت و طاقت کا بیان بھی ہے اور ہر جگہ اور ہر وقت کے انسانی اعمال سے واقف ہونے کو سمجھانے کے لئے خدا کے غیر محدود علم کا اظہار بھی ہے۔ اسی سلسلہ میں گذشتہ قوموں کے ساتھ دنیا ہی میں جو معاملہ پیش آیا، اس کا بھی اجمالاً ذکر ہے، تا کہ اس کی شہادت بھی مل جائے اور یہ بات بھی ذہن نشین ہو جائے کہ نتائج اعمال سے وابستہ ہیں، یہ ناممکن ہے کہ کوئی خاص قسم کا عمل کیا جائے تو اس کا خاص قسم کا مقررہ نتیجہ سامنے نہ آئے۔ یہ نتیجہ دنیا میں بھی سامنے آئے گا۔

ساتھ ہی قیامت کے دن برے نتائج سے بچنے کے لئے ایمان و عمل صالح کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر مسلمانوں کو خاص طور پر توکل اور انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ١: ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ﴾

اس رکوع میں پہلے اللہ کی قدرت و طاقت اور اس کے عالم الغیب والشہادۃ ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر گذشتہ قوموں کا اجمالی ذکر کرتے ہوئے ان کے انکار و سرکشی کے نتیجہ کی یاد دہانی کی گئی ہے۔ پھر ان کفار و مشرکین کو جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے، اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اور یوم تغابن

(قیامت) سے ڈرایا ہے۔ پھر نیک عملی کی زندگی بسر کرنے والوں کو اخروی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ﴾

اس رکوع میں یہ بتا کر کہ اللہ کی مشیت کے بغیر کوئی مصیبت نہیں آتی، اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی طرف بلایا گیا۔ پھر توکل کی تعلیم ہے۔ اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ مال اور اہل وعیال سب آزمائش کا سبب بنتے ہیں کہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو کر اللہ کے احکام بھلائے جاتے ہیں یا اللہ کی ہدایتوں کے خطوط پر ان دنیاوی چیزوں کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے۔ پھر طاقت کے مطابق امکانی حد تک تقویٰ اختیار کرنے، احکام الٰہی پر کان دھرنے اور اطاعت کرنے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور ایسے لوگوں کو قیامت میں دوگنے اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

سورۂ طلاق

نام: اس سورہ میں طلاق سے متعلق چند خاص احکام بیان ہوئے ہیں، اس مناسبت سے یہ نام ہے۔

زمانہ نزول: سورۂ بقارہ کے بعد ۶ ہجری کے قریب اس کا زمانہ نزول بیان کیا گیا ہے۔

مضامین: اصل مضمون تو اس سورہ کا عائلی زندگی سے متعلق طلاق کی بابت چند احکام ومسائل کی تعلیم ہے، اس کی بعد عمومی طور پر ہر قسم کے خدائی حکم اور شریعت کے حدود سے سرکشی واعراض کے برے نتیجوں سے آگاہ کیا گیا ہے، اسی بناء پر تقویٰ کی تعلیم ہے اور یہ کہ عقل وفہم کا تقاضا ایمان واطاعت ہے اور گذشتہ قوموں کی واردات سے عبرت حاصل کرنا۔

رکوع نمبر ۱: ﴿يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾

اس رکوع میں طلاق کے احکام بیان ہوئے ہیں:

۱: طلاق اس طرح دینی چاہئے کہ ایک مقررہ عدت تک ہو۔ یعنی بالکل آخر سرحد پر نہ پہنچنا چاہئے۔

۲: اس دوران میں عورت کو اپنے گھر سے نکال باہر نہیں کرنا چاہئے۔

۳: پھر جب وہ مقررہ عدت پوری ہو جائے تو رجعت کرنا چاہو تو کرلو، ورنہ پھر خوش اخلاقی کے ساتھ انہیں رخصت کردو۔

۴: جن عورتوں کے ایام نہ آتے ہوں یا جو سن رسیدگی کے سبب اس سے بالکل ناامید ہو چکی ہوں تو ان کی عدت ۳ ماہ۔

۵: حاملہ کی عدت وضع حمل، خواہ یہ تین مہینہ کے اندر اندر ہو جائے یا ۷۔۸ ماہ لگ جائیں اور ان کے وضع حمل تک کے اخراجات طلاق دینے والا شوہر برداشت کرے گا۔

۶: طلاق ایک ایسا آخری چارہ کار ہے جو اگرچہ اللہ کو پسندیدہ نہیں، اس لئے اس معاملہ میں بیویوں کو کسی حیثیت سے بھی تنگ نہ کیا جائے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنٰهَا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کے احکام کی جو قوم نافرمانی کرتی ہے، اس کا انجام ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ گذشتہ قوموں کا اللہ کی نافرمانی کے سبب ہوا۔ اس کے بعد تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور پھر بتایا ہے کہ اہل عقل اللہ پر ایمان لائیں اور ان کے حکموں پر عمل کریں، اور عذاب دی ہوئی گذشتہ قوموں سے عبرت حاصل کریں۔

سورۂ تحریم

نام: حضور اکرم ﷺ نے ایک موقع پر بعض وجوہ سے شہد کا استعمال ترک کر دینے کا ارادہ کیا تھا، اس واقعہ کی طرف اس سورہ میں اشارہ کرتے ہوئے کچھ باتیں کہی گئی ہیں، اس مناسبت سے یہ نام ہے۔

زمانہ نزول: سورۂ حجرات کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: روایتوں میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے دو چار دن ام المومنین حضرت زینبؓ کے یہاں شہد نوش فرمایا۔ بعض ازواج مطہرات نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ کے دہان مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ مغافر ایک خاص قسم کے گوند کو کہتے ہیں۔ غالباً اس گوند والے درخت کے پھول کے رس چوس کر مکھیوں نے جو شہد تیار کیا تھا وہی شہد حضور ﷺ نے نوش فرمایا تھا۔ اس کی بو نفاست پسند طبیعت کے لئے ناگوار تھی۔ غرض جب حضور ﷺ سے بعض ازواج نے یہ کہا تو آپ نے شہد کے استعمال کو ترک کر دینے کا اعادہ کیا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس سورہ کی ابتداء ہوئی ہے۔

اس میں تعلیم یہ ہے کہ ایسی چیز کو جو حلال ہے، عقیدۃً حلال و مباح سمجھتے ہوئے اس کو استعمال نہ کرنے کا

عہد اگر رسول ﷺ کی طرف سے ہوگا تو لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ اللہ نے اس چیز کو حرام کردیا۔ اس لئے اگر چہ یہ بجائے خود کوئی گناہ کی بات نہیں ہے کہ انسان طبیعت کے لئے ناگوار چیز کو استعمال نہ کرے، لیکن رسول ﷺ کے اقدام سے غلط فہمیاں ہوسکتی ہیں۔

پھر اسی سلسلہ میں ازواج مطہرات کو کچھ نصیحتیں کی گئی ہیں۔

ان امور کے علاوہ اس سورہ میں یہ مضامین بھی ہیں:

۱: مسلمانوں کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کی سیرت وکردار کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کی فکر وسعی کریں۔

۲: کوئی گناہ نادانستہ سرزد ہوجائے تو فوراً توبہ کرلینی چاہئے۔

۳: اہل وعیال سے متعلق چونکہ اس سورہ میں خاص طور پر احکام وہدایات ہیں، اس لئے یہ سمجھایا گیا ہے کہ محض خاندانی وجاہت نجات کے معاملہ میں کوئی قدر وقیمت نہیں رکھتی، آخرت کی کامرانی اور برے اعمال کے دنیا وآخرت میں برے نتائج سے محفوظ ومامون ہونے کے لئے ایمان واطاعت الٰہی ضروری ہے۔ محض خاندانی شرافت اللہ کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اس تعلیم کو مزید ذہن نشین کرانے اور ثبوت کے طور پر دو طرح کے کردار کا تذکرہ کیا ہے:

۱: حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں، رسولوں کی بیویاں تھیں، مگر ان عورتوں کی بدعملیوں کے برے نتائج کو رسولوں کے ساتھ ان کا یہ تعلق نہ روک سکا...... وہ عورتیں اللہ کے اولوالعزم رسولوں کی بیویاں ہونے کے باوجود عذاب الٰہی کی گرفت میں آئیں۔

۲: فرعون کی بیوی کہ وہ اگر چہ فرعون جیسے سرکش کی بیوی تھیں، لیکن چونکہ اللہ اور رسول (حضرت موسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لائی ہوئی تھیں، اس لئے فرعون کی بداعمالیوں کے برے نتیجہ کا اثر ان پر نہ پڑا اور وہ فرعون کی طرح عذاب میں مبتلا نہ کی گئیں۔ پھر حضرت مریم کا تذکرہ کیا گیا ہے جس میں ایک طرف تو ان پر یہودیوں کے لگائے ہوئے اتہامات کی تردید کرنی مقصود ہی اور دوسری طرف یہ بتانا کہ یہ خود بھی مومنہ اور اللہ کی اطاعت گذار تھیں اور ان کے والدین بھی مومن تھے اور ان کے والدین کے خلوص وایثار کا یہ انعام ملا کہ حضرت مریم علیہ السلام کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول پیدا ہوئے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ﴾

اس رکوع میں پہلے تو حضور ﷺ سے یہ کہا گیا ہے کہ اللہ نے جس چیز کو حلال کیا ہے آپ اپنے اوپر اسے

حرام کیوں کرتے ہیں۔ پھر ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی کسی زوجہ مطہرہ سے کوئی راز کی بات کہی تھی، انہوں نے حضور ﷺ کی کسی دوسری زوجہ مطہرہ سے وہ بات کہہ دی۔ اللہ نے اس کی خبر اپنے رسول ﷺ کو دے دی۔ جب حضور ﷺ نے اپنی ان زوجہ مطہرہ سے یہ کہا تو وہ کہنے لگیں آپ کو کس نے بتادیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے۔ اس کے بعد ازواج مطہرات کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ توبہ و استغفار کریں۔ ورنہ اللہ کے رسول ﷺ کو تم سے بہتر ازواج مل سکتی ہیں۔ پھر مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچائیں۔ یعنی خود بھی نیک عملی کی زندگی بسر کریں اور اہل و عیال کو بھی اسلامی اخلاق و عمل کے سانچے میں ڈھالیں۔

رکوع نمبر ۲: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾

اس رکوع میں مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ جب کوئی گناہ نادانستہ ہو جائے تو سچے دل سے توبہ کریں، سچے دل سے توبہ یہ ہے کہ پھر اس قسم کا گناہ سرزد نہ ہو۔ اس کے بعد خدا کے آگے توبہ کرنے والے اور عمل صالح پر کاربند مسلمانوں کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے پھر کفار ور منافقین سے جہاد کرنے کا رسول ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آ رہے تھے۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ دونوں دو اولوالعزم پیغمبروں کو بیویاں تھیں، لیکن چونکہ وہ دونوں ایمان نہیں لائیں اور رسولوں کی اتباع نہیں کی، اس لئے عذاب الٰہی کی گرفت میں آ گئیں۔ اس سے یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ محض رسول ﷺ سے قربت کا شرف یا صرف خاندانی شرافت اللہ کی نظر میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی، اللہ کا کوئی رشتہ دار نہیں، وہ تو ایمان اور عمل صالح کو دیکھتا ہے، دنیاوی عزت چاہے جس کو جو ہو۔

پھر فرعون کی بیوی کا تذکرہ کیا گیا ہے، کہ وہ ایماندار تھیں، رسول (موسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لائی تھیں، تو اپنے شوہر (فرعون) کی بدعملیوں کا اثر ان پر نہ پڑا اور وہ فرعون اور اس کے متبعین کی طرف عذاب میں مبتلا نہیں کی گئیں، بلکہ اللہ نے انہیں بچالیا۔ اس طرح یہ تعلیم دی ہے کہ کافر ماں باپ یا کافر خاندان کے گناہوں کا وبال ان مومنین پر نہیں پڑ سکتا جو اس کافر ماں باپ کی اولاد ہوں یا اس خاندان کے فرد ہوں۔ اس کے بعد حضرت مریم علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی صداقت اور عفت کی شہادت دی گئی ہے، اس سے ان یہودیوں کے اتہامات کی تردید کرنا ہے جو وہ حضرت مریم علیہ السلام پر لگاتے تھے۔

پارہ نمبر ۲۹
تبارک الذی

سورۂ ملک

نام: سورہ کے ابتدائی جملہ ﴿تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ﴾ سے ماخوذ ہے۔
ترجمہ: بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے۔

زمانہ نزول: سورۂ طور کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: اللہ تعالیٰ کی کائنات پر حکمرانی، اس کی زبردست خلاقی، اس کی زبردست قوت وقدرت اور اس کے غیر محدود علم کو اس سورہ میں بیان کر کے ایمان وعمل صالح کی دعوت وتلقین کی گئی ہے اور عمل بد کی پاداش سے ڈرایا گیا ہے اور اس بات کو سمجھانے کے لئے کہ جب اللہ کسی بات کا فیصلہ کر دیتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں جو اس فیصلہ کو بدل سکے۔ گذشتہ قوموں کے برے اعمال کے نتیجہ میں عذاب الٰہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

اس رکوع میں پہلے تو بتایا کہ کائنات پر حکمرانی خدا ہی کی ہے اور اسی کو زیبا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس نے موت وحیات پیدا کی۔ اس نے آسمانوں کو ایسا بنایا کہ اسے دیکھنے اور اس میں کسی قسم کا نقص معلوم کرنے سے نگاہیں تھک جاتی ہیں۔ اس نے ستاروں کو بنایا۔ ساتھ ہی زندگی اور موت کے فلسفہ کو چند لفظوں میں بتا دیا کہ جس ہستی نے زندگی پیدا کی ہے، وہی اس کی مستحق ہے کہ زندگی کا مقصد متعین کرے اور جس نے موت پیدا کی ہے، وہ اس لئے نہیں کہ انسان مر کر فنا ہو جائے، بلکہ مرنے کے بعد اپنی زندگی کا حساب کتاب دینا ہے۔ اس طرح زندگی اور موت دراصل انسانی عملوں کی آزمائش کے لئے ہیں۔ پھر اللہ کو بن دیکھے ماننے اور اس سے ڈرنے والوں کی مغفرت اور بڑے اجر کی بشارت ہے، ساتھ ہی اللہ کے عالم الغیب ہونے کو بتا کر سمجھایا گیا ہے کہ وہ انسان کی ایک ایک حرکت کو جانتا ہے۔ اس کے دل کے بھیدوں تک سے واقف ہے، اس لئے انسان اس سے

بچ کر بھاگ نہیں سکتا۔

رکوع نمبر ۲: ﴿هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِىْ مَنَاكِبِهَا﴾

اس رکوع میں انسان کی زندگی کی بہت سی ضروریات کا تذکرہ کر کے سمجھایا ہے کہ یہ سب انسانوں کی پیدا کی ہوئی نہیں ہیں، اور خدا چاہے تو وہی آسمان اور وہی زمین جن سے انسانوں کے رزق کا سامان ہوتا ہے۔ انسانوں کے لئے دردناک عذاب بن جائے، آسمان ٹوٹ پڑے اور زمین میں زلزلہ آ کر انسانوں کو قبر میں سلا دے۔ پھر گذشتہ نافرمان قوموں کے عذابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، عبرت دلائی گئی ہے، اس کے بعد کچھ اور خدا کی قدرتوں کا تذکرہ ہے۔ پھر حشر و نشر کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ سب کو وہاں اکٹھا ہونا ہے اور جو لوگ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اس کا حقیقی علم صرف اللہ کو ہے۔

سورۂ قلم

نام: سورہ کی ابتداء یوں ہے: ﴿ن والقلم﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: نبوت کے ابتدائی زمانے میں نازل شدہ سورتوں میں سے ہے۔

مضامین: اس سورہ میں مندرجہ ذیل مضامین بیان ہوئے ہیں:

۱: رسالت محمدیہ کی صداقت وعظمت کا بیان۔

۲: حضور ﷺ پر اور آپ کی رسالت پر مخالفین کے جو شکوک واعتراضات تھے انکے جوابات دیئے گئے ہیں۔

۳: اخلاق وکردار کے لحاظ سے برے اور ست لوگوں سے کنارہ کشی کی تعلیم۔

۴: زندگی کی ہر حرکت اور ہر قدم پر اللہ کو یاد رکھنے کی تعلیم ہے، اس کو ذہن نشین کرانے، نیز عبرت حاصل کرنے کے لئے ایک واقعہ کا تذکرہ۔

۵: تقویٰ اور صراط مستقیم پر صبر و ثبات کے ساتھ قائم رہنے اور اللہ کی طرف رجوع کرتے رہنے کی تعیم۔ اس سلسلہ میں بطور تعلیم کے حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وہ سخت تکلیفوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہوئے، مگر اللہ کی طرف رجوع کرتے رہنے اور خدا ہی سے لو لگانے کے سبب اللہ نے ان پر رحم وکرم فرمایا۔

۶: منکرین حق اور رسالت محمدیہ کی تکذیب کرنے والوں کو عذاب آخرت کی وعید سنائی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ﴾
اس رکوع میں پہلے رسول ﷺ کی شان بتائی گئی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے اوپر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں...... چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ کو دیوانہ کہتے ہیں، وہی سب سے بڑے دیوانہ ہیں، جو عقل و ہوش رکھتے ہوئے اس کلام الٰہی سے منہ موڑ رہے ہیں۔ پھر بات بات پر قسمیں کھانے والوں، چغل خوروں، نیکی سے روکنے والوں، بدخلق اور شریر لوگوں سے کنارہ کش رہنے کی تعلیم ہے۔ پھر ذکر الٰہی کی تعلیم دیتے ہوئے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ ایک نہایت عمدہ باغ تھا، اس کے مالکوں نے کہا کہ کل اس کا پھل توڑیں گے اور انشاء اللہ نہ کہا، خدا کو بھول جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ صبح جب وہ لوگ وہاں پہنچے ہیں جہاں ان کا باغ اجڑا ہو چٹیل میدان تھا، پہلے تو سمجھا کہ ہم راستہ بھول آئے، پھر اپنی غلطی کا احساس ہوا، اور اعتراف کرنا پڑا کہ ان کی خدا فراموشی کا یہ وبال ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾
اس رکوع میں پہلے تو یہ بتایا ہے کہ متقی لوگوں کا ٹھکانا جنت ہے۔ مسلم اور مجرم برابر نہیں ہو سکتے اور جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں، ان کی غلط اندیشی ہے۔ پھر منکرین اور تکذیب کرنے والوں کو عذاب آخرت سے ڈرایا ہے، ساتھ ہی تبلیغ حق اور دعوت دین کی ہدایت کرتے ہوئے اس راہ میں مشکلات پر ثابت قدم رہنے کی تلقین ہے اور اس کے لئے حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔ وہ سخت تکلیفوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے تھے، مگر اپنے رب کی طرف رجوع ہوئے اور گڑگڑا کر دعا کی، چنانچہ اللہ نے دستگیری کی اور اپنے رحم و کرم سے نوازا۔

سورۃ الحاقہ

نام: سورہ کی ابتدائی ہوئی ہے۔ لفظ الحاقۃ سے، اسی سے یہ نام ماخوذ ہے الحاقہ کا مفہوم ہے حق ہو کر رہنے والی بات۔ اس سے مراد قیامت ہے۔

زمانہ نزول: نبوت کے ابتدائی زمانے کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین: اس سورہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ برے اعمال اور اللہ سے قطع تعلق رکھنے کے جو نتائج ہیں، وہ کسی صورت سے ٹل نہیں سکتے۔ یہ نتیجہ دنیا میں بھی بصورت عذاب ظاہر ہوتا ہے، جیسے قوم عاد، ثمود اور فرعون کے معاملوں میں ہوا اور آخرت میں اس کا کھلا انکشاف ہوگا جب تمام مخفی قوتیں اور مخفی نتائج ظاہر

ہو جائیں گے، پھر قیامت اور اس کی ہولنا کیوں کا بیان ہے اور یہ کہ قیامت کے دن کی رسوائیاں کن لوگوں کے حق میں ہوں اور یہ کہ کون اور کیسے لوگ اس دن کی ہولنا کیوں سے محفوظ و مامون رہیں گے۔

ساتھ ہی قرآن پر مخالفین کی طرف سے کئے جانے والے شکوک وشبہات کا رد کیا ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْحَاقَّةُ﴾

اس رکوع میں قیامت کی اصل ہولنا کی بیان کرنے سے پہلے دنیا ہی میں قیامت کا نمونہ بتانے کے لئے عاد وثمود کا تذکرہ ہے کہ ثمود و عاد نے قیامت کی تکذیب کی، نتیجہ یہ ہوا کہ ثمود تو ایک دل دہلانے والی کڑک سے ہلاک کردیئے گئے اور عاد پر جو آندھی بھیجی گئی تو وہ سات راتیں اور آٹھ دن تباہی مچاتی رہی اور قوم عاد کے سرکشوں میں سے ایک فرد بھی نہ بچا۔ درختوں کی کھوکھلی جڑوں کی طرح سب کے سب اوندھے منہ زمین پر مرے پڑے تھے۔ اسی طرح فرعون کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد بتایا ہے کہ قیامت کے وقت کیا ہوگا؟ زمین اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں گے، آسمان پھٹ پڑے گا۔ فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ سارے انسان عدالت الٰہی کے سامنے کھڑے نظر آئیں گے۔ ان کا کوئی راز اللہ سے پوشیدہ نہ ہوگا۔ سب کو نامہ اعمال ملے گا، جس کو داہنے ہاتھ میں ملے گا، وہ خوشی خوشی لے گا، لوگوں سے کہے گا کہ لو پڑھو، مجھے یقین تھا کہ میں حساب کتاب کے لئے اپنے رب سے ملوں گا، وہ رضائے الٰہی کے سایہ میں آرام وآسائش سے رہے گا، اور جس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا تو کہے گا کاش یہ نہ ملتا اور حسرت کرے گا کہ میرا مال میرے کام نہ آیا۔ میری لفاظیاں بے کار گئیں۔ پھر وہ جہنم کے حوالہ کردیا جائے گا۔ پھر بتایا ہے کہ جہنم کے ایسے لوگوں کا یہ حال کیوں ہوگا؟ اس لئے کہ وہ اللہ پر ایمان نہ لائے تھے محتاج اور مسکین کی مدد نہ کرتے تھے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ﴾

اس رکوع میں قرآن کے حق ہونے کا اعلان ہے اور یہ کہ کسی شاعر یا کاہن کا کلام نہیں ہے، خدا کا کلام جو خدا کے فرشتوں کے ذریعہ نازل ہوا ہے۔ متقین کے لئے نصیحت ہے، جھٹلانے والے حسرت کریں گے کہ کاش اسے نہ جھٹلایا ہوتا۔

سورۂ معارج

نام: سورہ کی ابتدائی دو آیتوں کے بعد المعارج کا لفظ آیا ہے، اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

معارج سیڑھیوں اور درجات کو کہتے ہیں۔

زمانہ نزول: سورۃ الحاقہ کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: خدا کی تدبیر وانتظام کے اتار چڑھاؤ کے بے شمار درجوں کو بتانے کے لئے کہا گیا ہے کہ فرشتے اپنی ذمہ داریوں سے ایک دن میں فارغ ہوتے ہیں، اور یہ ایک دن انسانوں کے پچاس ہزار سال کے برابر ہے، پھر وہ احکام حاصل کرنے کے لئے اوپر چڑھتے ہیں، اس کے علاوہ اس سورہ میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں:

۱: قیامت جب آئے گی تو اس کائنات کی کیفیت کیا ہوگی؟

۲: اس دن مجرمین کا کیا حال ہوگا؟

۳: قیامت کے دن کی نامرادیوں سے بچنے کے لئے کونسے اوصاف مطلوب ہیں۔ نیز یہ کہ ان صفات کو اختیار کر کے مومنین تزکیہ نفس کرتے ہیں اور درجہ بدرجہ بلند مرتوں تک پہنچتے ہیں۔

۴: رسول ﷺ کی مجلس سے استفادہ کیلئے خلوص اور صحت نیت شرط ہے منافقت و نامرادی کی مستوجب ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿سَالَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾

اس سورہ میں اس کا ذکر کر کے کہ جو لوگ اس عذاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ آتا کیوں نہیں، جسکی دھمکی دی جاتی ہے، یہ کہا گیا ہے کہ اے رسول ﷺ صبر کیجئے۔ ایسا کہنے والے قیامت کو بعد از قیاس سمجھتے ہیں۔ مگر وہ آہی جائے گی تو آسمان تانبے کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے اور پھر مجرم اس دن تمنا کریں گے کہ کاش میں اپنی اولاد، اپنی بیویوں اور اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں اور سارا مال ومتاع فدیہ میں دے کر اس عذاب سے چھٹکارا حاصل کر سکتا، پھر انسان کی یہ ذہنیت بتائی ہے کہ وہ جب کسی نقصان میں پڑتا ہے تو بے تاب ہو جاتا ہے اور جب آرام حاصل ہوتا ہے تو بخیل ہو جاتا ہے مگر اس ذہنیت سے وہ مومنین بری ہیں جو نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں، جو اپنے مال و دولت میں سائل اور محروم کا حق سمجھ کر قیامت کے خوف سے صدقہ وخیرات کرتے رہتے ہیں اور بدکاری سے دور رہتے ہیں اور جو اپنے عہد کا پاس رکھتے ہیں اور امانت میں خیانت نہیں کرتے، اور ان پر حق کی شہادت کی جو ذمہ داری ہے اسے پورا کرتے ہیں۔

رکوع نمبر ۲: ﴿فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ عَنِ الْيَمِيْنِ﴾

اس رکوع میں بتایا ہے کہ رسول ﷺ کے پاس داہنے اور بائیں حلقہ کر کے بیٹھنے والے وہ لوگ جن کے دلوں میں کفر چھپا ہوا ہے، انہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا وہ اس امید میں ہیں کہ ایک کافرانہ ذہنیت کے باوجود وہ جنت

کے حقدار ہو جائیں گے؟ پھر قیامت میں ان کے ساتھ ذلت و نامرادی کا جو برتاؤ ہوگا اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور آخر میں کہا گیا ہے کہ ایسا ہوگا کہ وہ جزا و سزا کا دن جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے اور جسے تم جھٹلا رہے ہو۔

سورۂ نوح

نام: سورہ کی ابتداء میں ارشاد ہوا ہے کہ ﴿ انا رسلنا نوحاً الی قومه ﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

زمانہ نزول: سورۂ نحل کی بعد نازل ہوئی۔

مضامین: پوری سورہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ حق اور منکرین کے انکار و سرکشی وغیرہ کا تفصیلی تذکرہ ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ:

۱: رسول ﷺ کی ذمہ داری دعوت حق پہنچا دینا ہے، کسی کو زبردستی راہ حق پر لگا دینا نہیں۔

۲: داعی حق کی فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں ساری زندگی ختم ہو جائے اور کوئی شخص اس کی دعوت پر لبیک نہ کہے، تو بھی داعی حق ناکام نہیں ہے۔ وہ کامیاب ہے، کیونکہ اس نے اپنی ذمہ داری میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

۳: اتمام حجت کے بعد نتیجہ عمل ظاہر ہو کر رہتا ہے۔

۴: اعتبار تعداد کی قلت و کثرت کا نہیں ہے اور نہ اللہ کی میزان میں اس کا کوئی وزن ہے۔

۵: خدا کی فیصلہ عذاب میں کوئی بد کردار مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ چاہے اس کا خونی رشتہ خدا کے مقرب ترین بندے ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

۶: اللہ کے فیصلہ کو ٹالنے والی دنیا کی کوئی طاقت نہیں۔

۷: اللہ تعالیٰ اپنے ان متقی بندوں کو جو آزمائشوں میں پورا اتریں، دنیا اور آخرت ہر جگہ اپنے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔

۸: حق کے انکار اور اس کی مخالفت میں پیش پیش وہی لوگ رہتے ہیں جو دنیوی آسائشوں میں عزت اور مال و دولت کے حریص اور خواہشات نفس کے غلام ہوتے ہیں۔

۹: داعی حق انسانیت کی فلاح کے لئے ہمدردی و دل سوزی سے سرشار رہتا ہے، اور اگر کسی کے لئے بددعا کرتا بھی ہے تو اتمام حجت کے بعد اور وہ بھی کسی جذبہ انتقام کے ماتحت نہیں اور نہ اپنے کسی ذاتی نفع و آرام کے جذبہ سے بلکہ دوسرے بندگان خدا ہی کی بھلائی و ہمدردی کی خاطر۔

رکوع نمبر ۱ و ۲: ﴿اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ﴾
اس سورہ کے ان دونوں رکوع میں حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ حق اور منکرین کا انکار وسرکشی اور نتیجے کا تفصیل سے بیان ہے کہ کس طرح خدا کے ایک جلیل القدر رسول حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دین حق کی دعوت دی، خدا کی عبادت اور اللہ کے احکام پر عمل کی نصیحت کی، لیکن قوم نے کاموں میں انگلیاں ٹھونس رکھی تھیں، اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو طرح طرح سے ستایا۔ ان پر آوازیں کسیں، ان کا مذاق اڑایا اور ان کو ملک بدر کر دینے کی دھمکی دی۔ آخر کار ساڑھے نو سو سال تک متواتر دعوت دیتے رہنے کے بعد معدودے چند افراد کے سوا جب پوری قوم نے شدید مزاحمت ترک نہ کی اور انکار وسرکشی پر اصرار حد سے آگے بڑھ گیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا کی۔ شدید طوفان آیا اور سارے کافروں اور بت پرستوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا۔

سورۂ جن

نام: سورۂ کی ابتداء میں ہے ﴿قل اوحی الیّٰ انه استمع نفر من الجن﴾ اسی سے ماخوذ ہے۔
ترجمہ: کہہ دو کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جن کی ایک جماعت نے سنا۔

زمانہ نزول: سورۂ اعراف کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ میں یہ باتیں سمجھائی گئی ہیں۔

۱: اہل مکہ رسالت محمدیہ جیسی عظیم نعمت و رحمت کی قدر نہیں کر رہے، شکوک وشبہات اور ایذاؤں کا برتاؤ کر رہے ہیں۔ حالانکہ رسول ﷺ ان ہی میں سے ہیں، بشر ہیں اور انسانی نوع کے ایک فرد۔ اس کے برخلاف وہ مخلوق جو انسانوں کی نوع میں سے نہیں ہے۔ وہ قرآن سے فائدہ اٹھاتی ہے، یہ کتنی افسوسناک بات ہے۔

۲: مسجدیں اللہ کی عبادت کے لئے ہوتی ہیں، نہ کہ ان کو بتوں کا مسکن بنا کر نجس کرنے کے لئے، پھر یہ کیا ہے کہ خانہ کعبہ میں سینکڑوں بت رکھ کر اس کے احترام کو ٹھیس بھی پہنچائی جا رہی ہے اور اس کے بانی و معمار (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے جس مقصد وغرض کے لئے اس کی تعمیر کی تھی، وہ مقصد اگر کوئی خدا کا بندہ پورا کرنا چاہتا ہے تو اس کے خلاف محاذ قائم کر لیا گیا ہے۔

۳: داعی حق کا فریضہ تبلیغ ودعوت ہے، اب یہ انسان کا اپنا کام اور اس کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دعوت

کو قبول کرتا ہے یا نہیں، قبول کرے گا تو اپنا بھلا کرے گا انکار کرے گا تو اپنے پیروں پر کلہاڑی مارے گا۔

۴: انسان کی کوئی حرکت اور اس کا کوئی عمل، جس جگہ، جس وقت اور جس عالم میں ہوا ہو، اللہ سے پوشیدہ نہیں، کیونکہ وہ عالم الغیب ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا، کہنے لگے عجیب کلام ہے جو نیک راہ دکھاتا ہے۔ پھر وہ جماعت اس قرآن پر ایمان لے آئے اور شرک سے توبہ کرلی۔ پھر کہا گیا ہے کہ انسانوں کی طرح جنوں کا بھی خیال تھا کہ اللہ کسی کو پیغمبر بنا کر نہ بھیجے گا۔ پھر مساجد کی حرمت کا بیان ہے کہ مساجد اللہ کی عبادت کی جگہیں ہیں، یہاں شرک کرنا بڑا گناہ ہے۔ مراد غالباً خانہ کعبہ ہے کہ مشرکین نے اس میں بت رکھ کر اس کے احترام کو ٹھیس پہنچائی تھی۔

رکوع نمبر ۲: ﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ وَلَاۤ اُشۡرِکُ بِهٖۤ اَحَدًا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ رسول کا کام تبلیغ ودعوت ہے، ماننا نہ ماننا انسان کا اپنا کام اور انسان کی خود اس کی ذمہ داری ہے۔ پھر بتایا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ پھر بتایا ہے کہ عالم الغیب خدا ہی ہے، اس بناء پر قیامت کا علم صرف اسی کو ہے، اللہ اپنے علم غیب میں سے جس رسول کو جس قدر مناسب سمجھتا ہے، عطا فرماتا ہے، یعنی رسالت کی تبلیغ کے لئے جتنی ضرورت ہوتی ہے، اللہ اپنے رسول ﷺ کو اس قدر عطا فرماتا ہے۔

سورۂ مزمل

نام: ﴿یاایها المزمل﴾ سے سورہ شروع ہوئی ہے۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ اے اوڑھنے والے۔

زمانہ نزول: سورہ قلم کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: حضور اقدس ﷺ رات رات بھر اللہ کی عبادت میں کھڑے رہا کرتے، اتنے کہ آپ کے پیر سوج جاتے۔ اس صورت حال کی بناء پر اس سورہ میں حضور ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ پر تبلیغ رسالت کی عظیم ذمہ داریاں ہیں، دن کو ان ذمہ داریوں کی بناء پر آپ سرگرداں رہتے ہیں اس لئے رات کو تھوڑا آرام ضرور کرلیا کریں۔ شب کو اللہ کی عبادت تو ضرورت کریں، مگر نصف یا اس سے کم رات، ایک تہائی یا اس سے کچھ

زیادہ۔ ساتھ ہی صبر و ثابت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے کام میں لگے رہنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

ساتھ ہی صحابہ سے کہا گیا ہے کہ وہ بھی اسی طرح رات کو تقسیم کرلیں، رات بھر عبادت میں نہ گذاریں، آخر میں نماز، زکوٰۃ اور توبہ واستغفار پر عمل پیرا رہنے کی تلقین وتاکید ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلاً﴾

اس رکوع میں حضور ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ کی ذمہ داریاں عظیم ہیں، آپ تبلیغ اور دعوت میں دن رات سرگرداں رہتے ہیں، اس لئے تھوڑا آرام ضرور کرلیا کریں، لہذا رات کو اللہ کی عبادت کے لئے کھڑے تو ضرور ہوں، مگر ساری رات نہیں بلکہ نصف یا اس سے کم۔ ایک تہائی یا اس سے کچھ زیادہ۔ پھر آنحضرت ﷺ کو دشمنوں کی سخت باتوں پر صبر کرنے کی تلقین ہے اور بتایا ہے کہ ان منکرین کے لئے اللہ کا غضب مقدر ہو چکا ہے۔ پھر لوگوں سے کہا ہے کہ تمہارے پاس اسی طرح ایک رسول برحق آئے ہیں جس طرح فرعون کے پاس اللہ کے ایک رسول (موسیٰ علیہ السلام) آئے تھے، فرعون نے رسول کی نافرمانی کی تو غرق کردیا گیا، مقصد یہ کہ جو لوگ فرعون کے نقش قدم پر چل کر نبی امّی کی مخالفت اور عداوت کریں گے ان کا حشر بھی فرعون جیسا ہلاکت کا ہوگا۔

رکوع نمبر ۲: ﴿اِنَّ رَبَّکَ يَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهٗ﴾

اس رکوع میں ان صحابہ سے کہا گیا ہے، جو حضور ﷺ کے ساتھ راتوں کو عبادت کیا کرتے تھے کہ وہ بھی اسی طرح رات کو تقسیم کرلیں۔ ایک حصہ آرام کے لئے، ایک حصہ عبادت کے لئے اور آسانی کے ساتھ جتنا قرآن پڑھ سکتے ہوں، پڑھا کریں۔ کیونکہ کچھ لوگ مریض ہوتے ہیں۔ کچھ فکر معاش میں سرگرداں ہوتے ہیں، کچھ جہاد کرنے والے ہیں، اس لئے اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔ اس کے بعد نماز اور زکوٰۃ کا حکم ہے اور ہمیشہ توبہ واستغفار کرنے کی ہدایت ہے۔

سورۂ مدثر

نام: ﴿یاایها المدثر﴾ سے آیت کی ابتداء ہوئی ہے، اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: اے اوڑھنے والے۔

زمانہ نزول: سورۂ مزمل کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ میں یہ تعلیمات دی گئی ہیں:

۱: رضائے الٰہی کے لئے دعوت حق کی راہ میں صبر وثبات۔

۲: طہارت وپاکیزگی۔

۳: آیات الٰہی کی مخالفت وانکار کرنے والوں میں کبر ونخوت کے کیسے کچھ جراثیم ہوتے ہیں۔ان کی کس قسم کی سرگرمیاں ہوتی ہیں،اوران کی سرگرمیوں کے سبب زمین کس طرح فتنہ وفساد کا گہوارہ بن جاتی ہے۔

۴: قیامت کے دن ذلت ونامرادی سے دوچار ہونے والے کیسے لوگ ہوں گے؟ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے معاملہ میں اس کی ذہنیت اور روش کیا ہوتی ہے؟ دین اور اہل دین کے ساتھ ان کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟

رکوع نمبر ۱: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾

اس رکوع میں رسول ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں، کپڑوں کی پاکی وصفائی کا لحاظ رکھئے،اپنے رب کی رضا کے لئے دعوت حق کی راہ میں صبر وثابت سے کام لیجئے،پھر زمین پر اکڑ کر چلنے والوں،فتنہ وفساد کرنے والوں،آیات الٰہی کے مخالفوں کی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں جہنم کی آگ سے خبردار کیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿كَلَّا وَالْقَمَرِ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ﴾

اس رکوع میں دوزخ کی ہولناکی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ جن کے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ملیں گے وہ اس سے محفوظ ہیں گے،پھر دوزخیوں سے ایک مکالمہ کا تذکرہ جو قیامت کے دن ہوگا کہ دوزخیوں سے پوچھا جائے گا کہ تم کو دوزخ میں کون چیز لے گئی،وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے اور مساکین وفقراء کی دست گیری نہیں کرتے تھے،شرارت پسندوں کے ساتھ دین کے خلاف منصوبے بناتے تھے، قیامت کو جھٹلاتے تھے۔

سورۂ قیامة

نام: ﴿لاأقسم بيوم القيامة﴾ کے جملہ سے سورہ شروع ہوئی ہے،اس سے یہ نام ماخوذ ہے۔

مضامین: پوری سورہ اثبات قیامت کے مختلف دلائل پر مشتمل ہے۔کائنات اوراس کے آثار سے اس پر دلیل لائی گئی ہے،انسان کی فطرت ووجدان سے اس پر دلیل لائی گئی ہے،انسان کے جسم وروح سے اس پر دلیل لائی گئی ہے۔انسان کی عقل اوراس کے سوچنے سمجھنے والے دل اور ضمیر سے اس پر دلیل لائی گئی ہے،ایک

قطرہ آب سے لے کر انسان کی پیدائش تک کے مختلف درجات سے اس پر دلیل لائی گئی ہے۔

ساتھ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کا انکار اور آخرت فراموشی کا سبب فوری فائدہ کی حرص اور دنیوی مال و متاع سے محبت ہے تاکہ قرآن کو ماننے والے دنیا پرستی کے مرض میں مبتلا نہ ہوں۔

رکوع نمبر ۱: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی ہڈیاں جب بکھر جائیں تو جوڑی نہیں جاسکتیں، حالانکہ اللہ اس پر قادر ہے کہ وہ سب کو جوڑ جاڑ کر پھر انسان کو جیتا جاگتا کھڑا کر دے۔ پھر بتایا گیا ہے کہ جب قیامت آجائے گی تو انسان مارے گھبراہٹ کے جائے پناہ تلاش کرے گا مگر منکرین قیامت کو کہیں پناہ نہ ملے گی۔ اس دن انسان جیسے کچھ عمل دنیا میں چھوڑ آیا ہے اس کا پھل دیکھ لے گا۔ پھر بتایا ہے کہ خود انسان کا ضمیر اور اس کا دل شہادت دیتا ہے کہ قیامت واقع ہونی چاہئے کیونکہ انسان کا ضمیر بہرحال سوچتا ہے کہ کیا ہم جانوروں کی طرح یوں ہی غیر ذمہ دار پیدا کئے گئے ہیں؟ اس طرح انسان اپنے وجدان کے ہاتھوں مجبور ہے کہ جزاوسزا کے دن کا یقین کرے مگر وہ نفس کو فریب دیتا ہے، عذر و معذرت کرتا ہے اور دنیا پرستی کرنے لگتا ہے۔ وہ فوری فوائد کا خواہشمند ہے، اسلئے دنیوی زندگی ہی کے نتیجوں میں کھویا ہوا رہتا ہے اور آخرت سے غافل بن جاتا ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾

اس رکوع میں اسی بات کو کھول کر بتایا گیا ہے جو انسان کے ضمیر کو کھٹکتی ہے، کیا کہ انسان عبث اور بے کار پیدا ہوا ہے؟ کیا یہ واقعہ نہیں کہ وہ ایک قطرہ آب تھا، پھر بستہ خون ہوا، پھر گوشت کا لوتھڑا بنا، پھر اس کو شکل و صورت دی گئی، پھر جوڑ بند درست کئے گئے، پھر نر یا مادہ بنا کر پیدا کیا گیا تو جو ہستی تخلیق کا یہ کرشمہ دکھا سکتی ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردہ کو زندہ کر دے؟

سورۂ دہر

نام: سورہ کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے ﴿هل اتى على الانسان حين من الدهر﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول: سورہ رحمان کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ میں یہ تعلیمات وہدایات اور احکام ہیں:

(۱) اگر انسان اپنی بناوٹ اور پیدائش پر غور کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ توحید کا اقرار نہ کرے۔

(٢) انسان کی فطرت اور وجدان میں حق و ہدایت کی معرفت ودیعت کر دی گئی۔

(٣) آخرت میں انعامات الٰہی سے سرفراز ہونے کے لئے کس قسم کی صفات اپنے اندر پیدا کرنی ضروری ہیں، اور کیسے عمل کی راہ اختیار کرنا لازمی ہے۔

(٤) مسلمانوں کو چاہئے کہ صراط مستقیم پر صبر و ثبات سے قائم رہیں۔ اس کے کسی نافرمان بندے کی پیروی نہ کریں، دن رات حمد و تسبیح کرتے ہیں، شب کے کسی نہ کسی حصہ میں درگاہ الٰہی پر سجدہ ریز ہوا کریں۔

رکوع نمبر ١: ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ انسان کے لئے ایک ایسا وقت اور زمانہ تھا جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ پھر اس کی تخلیق ہوئی اور تخلیق کس طرح ہوئی، وہی ایک قطرہ آب سے، جس کی درجہ بدرجہ ساخت کا ذکر سورۂ قیامت میں آچکا ہے۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ انسان کی فطرت اور وجدان میں حق اور ہدایت کی معرفت ودیعت کی گئی ہے۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ اپنی فطرت سے آنکھیں بند کر کے ناشکرا بن جائے یا فطرت و وجدان کی آواز پر کان دھرے اور عبد شکور بنے۔ اس کے بعد کافروں کے لئے جہنم کی خبر دی گئی ہے۔ پھر ابرار (نیک بندے) کے لئے جنت کی بشارت ہے اور ابرار کی صفات میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کا خوف دلوں میں رکھتے یں، خدا کی محبت حاصل کرنے کے لئے مساکین اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ خدا کی محبت حاصل کرنے کے لئے مساکین اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور اپنے کسی نیک عمل کا کوئی دنیاوی بدلہ نہیں چاہتے بلکہ محض رضائے الٰہی کے طالب ہوتے ہیں۔ پھر جنت میں ایسے لوگوں کے لئے جو انعامات کے سامان ہوں ان کا ذکر ہے۔

رکوع نمبر ٢: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيْلًا﴾

اس رکوع میں حضور ﷺ کو اور آپ ﷺ کے توسط سے امت مسلمہ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اسلام کی راہ ثابت قدم رہیں، کسی گناہ گار اور ناشکرے کی پیروی نہ کریں۔ صبح اور شام اپنے رب کی تسبیح کرتے رہیں۔ رات کو اللہ کی بارگاہ پر سجدے کریں۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ اسلام سے اعراض کرنے والے لوگ فوری فوائد کے حصول کی خاطر دنیا پرستی کرتے ہیں اور آخرت کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔ پھر قرآن کو نصیحت بتاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جو چاہے اس سے اپنے رب کی راہ اختیار کرلے اور آخرت میں کامیاب ہو۔

سورہ مرسلات

نام: ﴿والمرسلات عرفاً﴾ سے سورہ کی ابتداء ہوئی ہے۔اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

مضامین: مختلف قسم کی ہواؤں کو قیامت کے لئے بطور شہادت پیش کی اگیا ہے کہ وہ ہوائیں جو بخارات وغیرہ کو اٹھا کر اوپر لے جاتی ہیں اور ابر کو ابھار کر فضاء میں پھیلا دیتی ہیں، پھر جہاں جہاں پہنچانا ہوتا ہے اللہ کے حکم سے پہنچا دیتی ہیں، غرض ہوا کی خاصیت ہے کہ اشیاء کی کیفیتوں کو پھیلائے۔ان کے اجزاء کو جدا کر کے لے اڑے اور ایک چیز کو اٹھا کر دوسری چیز سے جا ملائے۔یہ جمع وتفریق ہوا کا خاصہ ہے ایک نمونہ ہے آخرت کا، جہاں حشر ونشر کے بعد لوگ جدا کئے جائیں گے اور ایک جگہ جمع ہونے کے بعد الگ الگ ٹھکانوں پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ساتھ ہی بارش وغیرہ کو بھی بطور شہادت پیش کیا گیا ہے۔غرض کائنات کے یہ مظاہر قیامت کے ہونے پر بزبان حال گواہی دے رہے ہیں۔پھر بتایا ہے کہ رسولوں کی بعثت اور کتابوں کا نزول اس لئے ہوتا ہے کہ لوگوں کو اعمال کی جزا وسزا سے خبردار کر دیا جائے تاکہ کل قیامت میں ان کے اس عذر خواہی کا کوئی موقع باقی نہ رہے۔نیز منکرین قیامت کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور متقین کو قیامت پر ملنے والے انعامات کی بشارت دی گئی ہے اور منکرین قیامت کی عملی کیفیت یہ بتائی ہے کہ وہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوتے۔نماز نہیں پڑھتے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا﴾

اس رکوع میں بتایا گیا ہے کہ آہستہ چلنے اور پھر تیز چلنے والی بھیجی ہوئی ہوائیں اور بادلوں کو منتشر کر دینے والی ہوائیں اس بات پر شاہد ہیں کہ قیامت کا وعدہ حق ہے، وہ قیامت جبکہ ستارے جھڑ جائیں گے، آسمان پھٹ جائے گا، پہاڑ پراگندہ ہو جائیں گے، انبیاء اپنی امتوں پر شاہد بن کر بلائے جائیں گے۔اس کے بعد ایسے لوگوں کے لئے تباہی کا ذکر ہے جو قیامت کا انکار کرتے ہیں، پھر دنیا میں قدرت الٰہی کے کرشموں کو بیان کیا گیا ہے کہ زمین وآسمان کا نظام دیکھو، پانی کی بہم رسانی کا سامان دیکھو، کیا یہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں نہیں ہیں، تو جو اللہ اتنے عظیم الشان کارخانے پر قادر ہے، کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟

رکوع نمبر ۲: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

اس رکوع میں پہلے تو متقی لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے آخرت میں ان پر ہونے والے انعامات کا تذکرہ ہے، پھر قیامت کو جھٹلانے والوں کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ جھٹلانے والے لوگ وہ ہیں جو اللہ کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوتے۔نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے تو نماز نہیں پڑھتے۔

پارہ نمبر ۳۰

عم یتساءلون

تیسواں پارہ ۳۷ سورتوں پر مشتمل ہے۔ اس کا تعارفی نام پارہ عم ہے، عم اس پارہ کی پہلی سورہ کا وہ لفظ ہے جس سے سورہ شروع ہوئی ہے، جس کے معنی ''کس بات کے متعلق'' ہیں۔ اسی لفظ کو علامت کے طور پر پورے پارہ کا نام بنادیا گیا۔

سورۂ نباء

نام : سورہ کی ابتداء ﴿عَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ عَنِ النَّبَاءِ الْعَظِيْمِ﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: کس بات کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں، عظیم خبر کے متعلق۔

اس کا موضوع اثبات قیامت ہے۔

زمانہ نزول : سورہ معارج کے بعد اس کا نزول ہوا۔

نباءِ عظیم (عظیم خبر) سے مراد آخرت ہے۔ یعنی لوگ قیامت کے بارے میں متعجب ہیں اور ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں، اس کے بعد کہا گیا ہے کہ یہ لوگ نہ گھبرائیں، جان لیں گے کہ وہ ہے کیا؟ بعض لوگوں نے نباءِ عظیم سے وحی امر نبوت بھی مراد لیا ہے، مطلب یہ ہے کہ لوگ وحی یعنی قرآن کے بارے میں شک اور تعجب میں مبتلا ہیں اور ایک دوسرے سے پوچھتے پھر رہے ہیں۔ نہ گھبرائیں ساری حقیقت کھل جائے گی جبکہ صور پھونکا جائے گا۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مضامین : اس سورہ میں لوگوں کے شک اور تردد اور انکار کی تردید کی گئی ہے اور اللہ کی چند قدرتوں اور مظاہر کائنات کے ذریعہ قیامت پر دلیل لائی گئی ہے۔ ساتھ ہی قیامت کے واقع ہونے کی ہولناکیوں کا اجمالی تذکرہ ہے۔ پھر حشر کے دن جلال الٰہی کو بتایا ہے۔ اس روز کسی کو لب ہلانے کی اجازت نہ ہوگی۔ فرشتے صف بصف کھڑے ہوں گے۔

متقین کے مستحق انعامات ہونے اور منکرین کے مستوجب جہنم ہونے اور اس پر افسوس کرنے کا تذکرہ

ہے۔ ابتدائی پانچ آیتوں میں فرشتوں کے مختلف فرائض بیان کر کے بتایا ہے کہ وہ اللہ کا ہر حکم ماننے کو تیار رہتے ہیں۔

پھر آیت نمبر ۱۴ تک بتایا کہ قیامت کے بارے میں جو شبہات کئے جا رہے ہیں ان کو دل سے نکال دیا جائے۔ وہ صرف ایک ڈانٹ ہوگی اور تم سب کے سب میدان حشر میں خوفزدہ موجود ہو جاؤ گے۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ کائنات کا عظیم الشان سلسلہ کیسے تباہ ہوگا تو تاریخ عالم کا مطالعہ کرو۔ فرعون کا جاہ وحشمت دعویٰ خدائی اور پھر اس کی بربادی وتباہی کو سامنے رکھو۔ یہی ایک واقعہ تمہاری عبرت پذیری کے لئے کافی۔

پھر آیت نمبر ۲۴ سے بتایا کہ اگر چہ تمہیں اس وقت اس ہولناک وقت کا احساس نہیں ہوتا لیکن جب وہ حادثہ کبریٰ رونما ہوگا۔ اس وقت تمہیں سب اعمال یاد آ جائیں گے۔ مگر اس وقت نصیحت حاصل کرنے کی آرزو بیکار ہوگی۔ پھر بتایا ہے کہ لوگ ان باتوں کو سن کر تعجب کے لہجے میں پوچھیں گے کہ آخر قیامت کب آئے گی۔ اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ یہ تو پروردگار ہی کو معلوم ہے۔ بہر حال قیامت کو دیکھ لوگوں ایسا معلوم ہوگا کہ گویا وہ دنیا میں آخر پہر ٹھہرے یا اول پہر۔

رکوع نمبر ۱: ﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ﴾

اس رکوع میں قیامت سے متعلق کافروں کے شک اور تردد اور انکار کی تردید کی گئی ہے۔ پھر اللہ کی چند قدرتوں کو بیان کرنے کے بعد قیامت کے ہونے کی دلیل دی گئی ہے کہ اللہ جب اپنے ایک معمولی کرشمہ قدرت، پانی سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے تو انسانوں کو زندہ کرنا اس کی تخلیقی قدرت کے مقابلہ میں کیا بڑی بات ہے۔ پھر بتایا ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا اور پہاڑ روئی کی طرح اڑیں گے تو جب ان سخت اور مستحکم چیزوں کا یہ حال ہوگا تو دوسری چیزیں کس شمار میں ہیں اور دنیا کی کوئی مضبوط سے مضبوط چیز کسی کو پناہ نہ دے سکے گی۔ پھر منکرین قیامت کے لئے جہنم کے سخت ترین عذابوں کا ذکر ہے۔

رکوع نمبر ۲: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا﴾

اس رکوع میں اصل جنت کا بیان ہے کہ وہ اپنے تقویٰ اور احکام خداوندی کی فرمانبرداری کے سبب کیسے کچھ انعامات سے سرفراز کئے جائیں گے۔ پھر حشر کے دن اللہ کے جلال کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ کس طرح بڑے سے بڑے وجود کو اس دن زبان کھولنے کی مجال نہ ہوگی اور کس طرح فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے اور کوئی کسی سے بات تک کرنے کی تاب نہ رکھے گا۔ اس دن انسان اپنی ہر وہ چیز دیکھ لے گا، جو اس نے اپنی دنیوی

میں آگے بھیجی ہوگی اور اس دن کفار تمنا کریں گے کہ کاش وہ مٹی ہوتے۔

سورہ نازعات

نام :"نازعات" کہتے ہیں کھینچ کر نکال لینے والی کو۔ مراد جان نکالنے والا فرشتہ۔ سورہ کی ابتداء والنازعات کے لفظ سے ہوئی ہے، اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : اور یہ سورہ سورۂ نبا کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : اس سورہ میں کائنات اور کائنات کے نظام و آثار کے ذریعہ قیامت کے واقع ہونے کی دلیلیں بیان کی گئی ہیں۔ فیصلہ الٰہی کے مقابلہ میں زبردست سے زبردست دنیوی سلطنت و اقتدار کے بے بس و لاچار رہنے کا بیان ہے اور قیامت کی ہولناکیوں کا تھوڑا بہت تذکرہ ہے۔ متقین کے لئے انعامات کی بشارت اور منکرین کے لئے عذاب و سزا کی دھمکی اور اس کی خبر ہے۔

رکوع نمبر ۱ :﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾

جان نکالنے والے موت کے فرشتوں، فضاء میں اللہ کے حکموں کو جاری کرنے والے فرشتوں اور خدائی تدبیر کے مطابق دنیا کے انتظام میں لگے رہنے والے فرشتوں کو اس بات کی شہادت میں پیش کیا گیا ہے کہ قیامت آکر رہے گی۔ قیامت جب آئے گی تو زلزلے پر زلزلے آئیں گے، دل مارے خوف و دہشت کے لرز جائیں گے۔ آنکھیں جھک جائیں گی، پھر منکرین قیامت کے خیال کی تردید کی گئی ہے، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ دہرایا گیا ہے، اور کفار مکہ کو اس سے عبرت دلائی گئی ہے کہ فرعون اور اس کی زبردست سلطنت کا جب وہ حال ہوا تو تم کس شمار میں ہو۔

رکوع نمبر ۲ :﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا﴾

اس رکوع میں پھر قیامت کے واقع ہونے کی دلیلیں مذکور ہیں اور بتایا ہے کہ انسان کا پیدا کرنا مشکل کام ہے یا آسمانوں کا اور آسمانوں کی درستگی اور سجاوٹ کا۔ دن اور رات کی یہ کیفیت اور زمین کے فرش کا بچھانا، پہاڑوں کی بناوٹ، چوپاؤں کی تخلیق وغیرہ کا تذکرہ کرنے کے بعد کہا گیا ہے کہ قیامت آکر رہے گی اور اس دن انسان اپنے کرتوتوں کو یاد کرے گا اور جس نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور جو قیامت کے حساب کتاب سے ڈرتا ہے اور نفس کو بری خواہشوں سے روکتا ہے اس کے لئے جنت ہوگی۔

سورہ عبس

نام : "عبس" منہ بنانے اور تیوری چڑھانے کو کہتے ہیں جملہ "عَبَسَ وَتَوَلّٰی" سے سورہ کی ابتداء ہوئی ہے۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : سورہ نجم کے بعد یہ سورہ نازل ہوئی۔

مضامین : حضور ﷺ ایک موقع پر سرداران قریش سے تبلیغی گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک نابینا صحابی (حضرت ابن مکتومؓ) آ گئے اور انہوں نے حضور ﷺ کی توجہ اپنی طرف پھیرنا چاہا جسے آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ اس پر یہ سورہ نازل ہوئی، جس میں بتایا گیا ہے کہ بڑے آدمیوں کی اتنی پرواہ نہ ہونی چاہئے کہ ان کی طرف توجہ کرنے سے اس شخص کی طرف سے بے توجہی ہو جائے جو خود دین سیکھنے کے لئے لپکتا ہے۔ یہ قرآن نصیحت کی کھلی کتاب ہے، جو انسان اپنا بھلا چاہتا ہے وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔ انسان نے دنیا کے ساز و سامان کے لحاظ سے جو فرق مراتب قائم کر رکھے ہیں اس کا کوئی وزن اللہ کی نظر میں نہیں ہے۔ جن لوگوں نے دنیاوی ساز و سامان کے لحاظ سے مراتب کے حدود کھینچ رکھے ہیں، انہوں نے عقل و بصیرت سے کام نہ لیا، انہوں نے ان چیزوں، آزمائشوں کی جو حکمتیں پوشیدہ ہیں ان کو نہیں سمجھا، ان کی آنکھیں اس دن کھلیں گی، جس دن ایسا اور ایسا (قیامت کے دن کی کچھ ہولناکیوں کا بیان) ہوگا۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی﴾

اس رکوع میں حضور ﷺ کے پاس انہی نابینا صحابی کے آنے اور حضور ﷺ کی ناگواری کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ایسا نہ کرنا چاہئے تھا، جو بھی دین کی باتیں پوچھے اور تزکیہ نفس کا خواہاں ہو، اس کی طرف پوری توجہ کرنی چاہئے۔ اللہ کی نظر میں سب انسان برابر ہیں، قریش مکہ ہوں یا کوئی عجمی نابینا، کسی سے اعراض نہ کرنا چاہئے۔ اس کے بعد قرآن کے سراپا نصیحت ہونے کا ذکر ہے اور پھر چند قدرتوں کا ذکر کرنے کے بعد بتایا ہے کہ یہ ساری چیزیں انسان کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اس لئے انسان کو ناشکری نہ کرنی چاہئے۔ اس کی بعد قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر ہے تاکہ ناشکری کرنے والے انسانوں کو بتایا جائے کہ ان کے اس طرز عمل کا کتنا خوفناک انجام ہوگا۔

سورہ تکویر

نام :"تکویر "لپیٹ دینے کو کہتے ہیں۔سورت کی ابتدا یوں ہوئی ہے: ﴿اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ﴾ (جب سورج لپیٹ دیا جائے گا) اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین : سب سے پہلے اس سورہ میں وہ نقشہ کھینچا گیا ہے جو قیامت کے موقع پر سامنے آ جائے گا۔ پھر قیامت اور حشر ونشر اور اعمال کی باز پرس کا تذکرہ ہے۔ پھر وحی ونبوت کی صداقت کا اعلان ہے۔

رکوع نمبر ۱ :﴿اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ﴾

اس میں وہ نقشہ کھینچا گیا ہے جو قیامت کے قریب سامنے آئے گا۔ سورج کا تاریک ہونا، ستاروں کا دھندلا ہونا، پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہوکر مارے پھرنا، وحشی جانوروں کا مارے خوف و ہراس کے سمٹ کر جمع ہو جانا، سمندروں کے پانی کا کھول جانا وغیرہ۔ پھر بتایا کہ انسانوں کے مردہ جسموں میں روح ڈالی جائے گی اور اس کے ایک ایک عمل کی باز پرس ہوگی۔ پھر قرآن کا مرتبہ بتایا ہے کہ یہ معمولی کلام نہیں بلکہ معتمد فرشتے کے ذریعہ رسول پر نازل کیا ہوا اللہ کا کلام ہے۔ ساری دنیا کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے۔ پھر آخر لوگ کدھر بھاگے جارہے ہیں۔ قرآن کی طرف کیوں نہیں پلٹ آتے۔

سورہ انفطار

نام :"انفطار" پھٹ جانے کو کہتے ہیں۔ سورت کی ابتدا یوں ہوئی: ﴿اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ﴾ (جب آسمان پھٹ جائے گا) اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : سورۂ نازعات کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : اس سورہ میں بھی پہلے قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا بیان ہے۔ پھر انسانوں کے زندہ کئے جانے اور اعمال کی باز پرس کا تذکرہ ہے۔ پھر انسان کی پیدائش اور انسان پر اللہ کے احسانات وانعامات کا ذکر ہے۔ تاکہ انسان کو اس کا احساس ہو اور وہ ناشکری نہ کرے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ وَاِذَا الۡكَوَاكِبُ انۡتَثَرَتۡ﴾
اس میں بھی قیامت اوراس کی ہولناکیاں بیان ہوئیں کہ جب آسمان پھٹ جائے گا، تارے جھڑ جائیں گے، سمندر ابل پڑیں گے اور قبروں سے مردے زندہ ہوکر نکالے جائیں گے، پھر ہر نفس نے جو عمل کیا ہوگا، اس کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ اس کے بعد انسان کی پیدائش یاد دلائی گئی ہے اور قیامت کے جھٹلانے والے لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ ہر شخص کے عمل کا ریکارڈ محفوظ رکھا جارہا ہے۔ اس کے نامہ اعمال میں ایک ایک حرکت نوٹ کی جارہی ہے اور قیامت کے دن اس کا نامہ اعمال اس کو دے دیا جائے گا۔ اس دن نہ سفارش چلے گی اور نہ مال و دولت کام آئیں گے۔

سورۂ تطفیف

نام: ناپ تول میں کمی کرنے کو تطفیف کہتے ہیں۔ سورت کی ابتداء اس طرح ہوئی ہے: ﴿وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ﴾ اس سے یہ نام ماخوذ ہے
ترجمہ: تباہی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔

زمانہ نزول: سورہ عنکبوت کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ میں ناپ تول میں کمی کرکے لوگوں کے حقوق غصب کرنے کی بناء پر معاشرہ میں فساد پیدا کرنے کی مذمت کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ یہ حرکت انکار قیامت اور آخرت فراموشی کے سبب کی جاتی ہے۔ پھر قیامت اور اس کے کچھ ہولناکیوں کا تذکرہ ہے اور بتایا ہے کہ تقویٰ ہی سے نجات ہوسکتی ہے، اور جو لوگ حقوق وفرائض کے معاملہ میں اللہ کے قائم کئے ہوئے حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ سزا کے مستوجب ہیں۔

رکوع نمبر ۱: ﴿وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ﴾
اس میں پہلے ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ناپ تول میں کمی بیشی کرتے ہیں۔ جن کے دینے کی پیمانے اور ہوتے ہیں اور لینے کے اور۔ اور اس طرح دراصل انسانوں کے حقوق غصب کئے جاتے ہیں۔ اس بناء پر اس حرکت کی نہایت شدت سے مذمت کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ ایسے لوگ یہ حرکت اس لئے کرتے ہیں کہ دراصل ان کے دلوں سے قیامت کا خوف رخصت ہوجاتا ہے۔ پھر قیامت اور اس کی ہولناکیاں بیان کی گئی ہیں اور بتایا

ہے کہ ایسے ہولناک دن کی دہشتناک سزاؤں سے بچانے والی چیز صرف تقویٰ اور پرہیز گاری ہے اور جو لوگ اللہ کے مقرر کئے ہوئے حقوق و فرائض سے تجاوز کرتے ہیں اور اپنے حق سے زیادہ لیتے اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، جس سے وہ کسی حال میں نہیں بچ سکتے۔

سورہ انشقاق

نام : "انشقاق" کے معنی پھٹ جانے کے ہیں، سورہ کی ابتداء یوں ہوئی ہے: ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا) اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : سورہ انفطار کی بعد نازل ہوئی۔

مضامین : اس سورہ میں قرآن سے اعراض اور خواہشات نفس کی پیروی اور انکار، آخرت کے نتیجے میں ملنے والی قیامت میں سزاؤں کا تذکرہ ہے اور ایمان و عمل صالح کے نتیجہ میں ملنے والے انعام کی بشارت ہے۔ ساتھ ہی بطور تمہید کے قیامت اور اس کی کچھ ہولناکیوں کا تذکرہ ہے۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾

اس میں قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ اس دن جن کے اعمال نامے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ خوش ہوں گے اور اہل جنت میں سے ہوں گے اور جن کے نامہ اعمال پیٹھ کی طرف سے دیئے جائیں گے وہ جہنم میں بھیجے جائیں گے، کیونکہ ایسے لوگ قرآن سے بے نیاز ہو کر من مانی کرتے ہیں، نفس کی خواہشوں کے مطابق زندگی گذارتے ہیں۔ آخرت کی تکذیب کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کو خوشخبری دی گئی ہے جو ایمان لا کر عمل صالح پر کاربند ہیں۔

سورۂ بروج

نام : سورہ کی ابتداء یوں ہوئی ہے: ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ﴾ (برجوں والا آسمان گواہ ہے......) اس سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : یہ بھی مکی دور کے ابتدائی زمانے کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین : آئندہ اوراق میں رکوع کا جو خلاصہ دیا گیا ہے وہی اس سورہ کا مضمون ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وِالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ﴾

اس سورت میں مقصود تو یہ بتانا ہے کہ جو لوگ اللہ کے عبادت گذار بندوں کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اور اپنے ظلم وستم کا ان کو تختہ مشق بناتے ہیں، آخر کار وہ ہلاکت و بربادی سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس لئے تاریخی شہادت کے طور پر فرعون اور اس کے لشکر اور قوم ثمود کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ اصحاب الاخدود کا ذکر ہے۔ اخدود گڑھے کو کہتے ہیں۔ نجران کے حق پسند اور ایماندار لوگوں کو یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس نے آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے میں پھنکوادیا۔ آخر کار یہودیت جیسی کچھ ذلت اور مسکنت سے دوچار ہوئی، تاریخ کی یہ مشہور داستان ہے۔

سورہ طارق

نام: ''طارق''، رات کے آنے کو کہتے ہیں۔ مراد چمکنے والا ستارہ۔ ابتدائے سورت اس جملہ سے ہے کہ ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾ اس سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: آسمان اور رات کو آنے والا گواہ ہے۔

زمانہ نزول : یہ سورہ بھی مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین : رکوع کا جو خلاصہ آگے آرہا ہے وہی اس سورہ کا مضمون ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَا اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ﴾

اس سورہ میں یہ بات سمجھانی مقصود ہے کہ کائنات کے نظام میں شب کو چمکنے والے ستارے کے طلوع کی اہمیت تم جانتے ہو کہ یہ انسان کی پرورش کے سامانوں میں کیا حیثیت رکھتا ہے اور اس سے مسافر کس طرح اپنی منزل اور سمت کا پتہ چلاتا ہے۔ تو یہی ستارہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ روحانی تربیت کے لئے سامان پرورش ہونا چاہئے اور روح کی تاریکی کو دور کرنے کا بھی ستارہ ہونا چاہئے اور حق کی راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صحیح سمت اور منزل بتانے والا بھی ستارہ ہونا چاہئے اور وہ ہے رسالت محمدی اور وہ ہے قرآن۔ جو لوگ ان پر ایمان لائیں گے وہ کامیاب ہوں گے، جو نہیں لائیں گے سنت اللہ کے مطابق ان کو مہلت ملے گی۔ مہلت سے فائدہ اٹھالیا تو اپنا بھلا کیا ورنہ جہنم کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

سورۂ اعلیٰ

نام : "اعلیٰ"، یعنی بہت بلند۔ سورہ کی ابتدا یوں ہوئی ہے: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَی﴾ (اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح کر) اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : سورہ تکویر کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : اس سورہ میں اللہ کی ربوبت کے لئے بطور دلیل کے انسان کی پیدائش، اس کی جسمانی بناوٹ اور اس کی فطرت و وجدان کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی کچھ قدرتوں اور انعامات کا بھی بطور دلیل ربوبیت کا تذکرہ ہے تاکہ اہل عقل وفہم اور صاحب ضمیر کو تنبہ ہو جائے اور وہ خدا کی ناشکری نہ کریں اور اس کی حمد و تسبیح میں اپنی زندگی گذاریں۔ اس کے علاوہ اس سورہ میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں، ان کا ذکر رکوع کے خلاصہ کے موقع پر آ جائے گا۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَی الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی﴾

سورہ کا نام پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا حکم دیتے ہوئے خدا کی بہت سی قدرتوں اور ان انعامات کا بیان ہے جو انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت اور نشوونما کے لئے اللہ نے فراہم کر رکھے ہیں۔ اس سے تعلیم مقصود ہے کہ سارے سامان انسانوں کی پرورش اور تربیت کے کام آتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ انسان خدا کا شکر گذار بندہ بنے، توحید کا اقرار کر کے تزکیہ نفس کرے اور ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔ لیکن جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، اور سب کچھ اسی دنیاوی سروسامان کو سمجھتے ہیں، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ پھر بتایا ہے کہ دین کی یہ بنیادی تعلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتابوں میں تھی۔

سورہ غاشیہ

نام : "غاشیہ" ڈھانک لینے والی کو کہتے ہیں، مراد قیامت، ﴿هَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ﴾ (کیا تمہارے پاس ڈھانک لینے والی خبر آئی ہے) سے سورت کی ابتداء ہوئی ہے۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : سورۂ الذاریات کے بعد اس کا نزول ہوا۔ اس نام "غاشیہ" میں یہ اشارہ ہے کہ جو

لوگ اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرتے اور دنیا پر ہی ریجھے اور گرے رہتے ہیں ان کے لئے آخر کار ایک وقت آتا ہے کہ جس مصیبت سے بچنا چاہتے ہیں وہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔

مضامین : اگلے رکوع کا خلاصہ آگے آرہا ہے۔ وہی اس کا مضمون ہے۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿هَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ وُجُوْهٌ یَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ﴾

اس میں کفار و مومنین کے نتائج اعمال سے بحث کی گئی ہے۔ رسول کی ذمہ داری کا ذکر کیا گیا ہے، احتساب کا احساس دلایا گیا ہے۔

اس سورہ میں قیامت اور اس کی انتہائی سختیوں کے بعد کفار اور مومنوں کے ساتھ قیامت میں کئے جانے والے معاملوں کا موازنہ کیا گیا ہے۔ کفار کے چہرے جھلسے ہوئے ہوں گے، کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، کانٹے دار گھاس غذا ہوگی۔ مومنوں کے چہرے تر و تازہ ہوں گے، جنت میں ان کا قیام ہوگا۔ جہاں عجیب و غریب نعمتیں ہوں گی۔ پھر قدرت الٰہی کے کچھ مناظر کا بیان ہے۔ پھر بتایا ہے کہ رسول کا کام تو بلاشک یہی ہے کہ لوگوں کو حقائق سے باخبر کردے۔ اس کے بعد ہر شخص راہ معین کرنے میں ہے۔ مگر اس آزادی کا یہ مطلب نہیں کہ اب اس سے باز پرس ہی نہ ہوگی۔ اس کو اللہ کی عدالت میں حاضر ہونا ہی پڑے گا اور قیامت کے روز اس سے پورا پورا حساب لیا جائے گا۔

سورہ فجر

نام : ﴿وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ﴾ (فجر اور دس راتیں گواہ ہیں) سے سورت شروع ہوئی ہے، اسی سے نام ماخوذ ہے۔ فجر صبح کی روشنی کے پھوٹنے کا نام ہے اور دس راتوں سے بعض لوگوں نے ذی الحجہ کی دس راتیں سمجھی ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد رمضان کی آخری دس راتیں ہیں۔

زمانہ نزول : یہ مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین : اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مال کی محبت میں اندھا ہو جانا اور خواہشات نفس کی پیروی انسان کے لئے تباہی و نامرادی لائی ہے جس کا تاریخی ثبوت قوم عاد، ثمود اور فرعون وغیرہ کی نامرادیاں اور ہلاکتیں ہیں۔ پھر چند ان اخلاقی و عملی برائیوں کو بتایا ہے جو آخرت میں رسوائیوں کا سبب بنیں گی۔

رکوع نمبر ١: ﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾

اس میں چار چیزوں کو شہادت میں پیش کیا ہے۔ فجر، جفت و طاق، دس راتیں، اور رات جب جانے لگے......اس میں فجر اور رات کو قوم عاد اور ثمود اور فرعون اور اس کے تابعداروں کی نامرادیوں اور ہلاکتوں کے لئے بطور شہادت کے پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان پر ہلاکت اور تباہی ان کے انکار اور سرکشی کی بناء پر تھی۔ پھر بعض ایسی ایسی برائیوں کا تذکرہ ہے جن میں مبتلا ہو جانے کے بعد پھر انسان اپنے خدا کو بھول جاتا ہے اور آخرت کی فکر سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور پھر اپنی نفسانی خواہشوں کے کسی نہ کسی طرح پورا کرنے اور مال و دولت کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کی بناء پر انسان اللہ کی زمین کو فتنہ و فساد سے بھر دیتا ہے جس کا نتیجہ دنیا میں بھی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی رسوائی اور شدید عذاب۔ ان اخلاقی امراض اور ان عملی برائیوں میں سے چند یہ ہیں:

(١) یتیموں کی ساتھ ظلم اور اس کی تحقیر۔

(٢) مسکینوں کی نہ خود مدد کرنا اور نہ دوسروں کو اس کی ترغیب دینا۔

(٣) میراث یا ترکہ کو غصب کر جانا۔

(٤) مال کی محبت میں اندھے ہو جانا۔

ان چیزوں کو شمار کرانے کے بعد ارشاد ہوا ہے کہ جب زمین توڑ پھوڑ کر رکھ دی جائے گی تو پھر انسان کو ہوش آئے گا اور حسرت کرے گا کہ کاش دنیوی زندگی ایک بار مل جاتی تو سب کی تلافی کر دیتا۔ اس کے بعد نیک عمل لوگوں کو جنت کی بشارت ہے۔

سورۂ بلد

نام: "بلد" شہر کو کہتے ہیں، یہاں البلد سے مراد مکہ ہے ﴿لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ﴾ (نہیں، میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) سے سورت شروع ہوئی ہے، اس سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ایک وضاحت:-

قسم سے مقصد اس چیز کو شہادت میں پیش کرنا ہوتا ہے جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے۔ لہذا یہاں قسم کا مطلب قران کی صداقت پر مکہ کو شہادت کے طور پر پیش کرنا ہے۔

زمانہ نزول : سورہ ق کے بعد یہ سورت نازل ہوئی۔

مضامین : اوراس سورت کا جو مضمون ہے وہ رکوع کے خلاصہ کی شکل میں ذیل میں درج ہے:

رکوع نمبر ۱ : ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾

اس کا نام آیت ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ سے ماخوذ ہے۔ شروع میں چند قسموں کو اس بات کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ کوئی راحت وآرام میں نہیں رہ سکتا۔ آرام وراحت تو قانون الٰہی کے مطابق زندگی گذارنے میں حاصل ہوگا۔ پھر انسان کی ذہنیت بتائی گئی ہے کہ باوجودیکہ وہ کانٹوں میں گھرا ہوا ہے مگر ڈینگیں مارتا ہے کہ ہم پر کوئی قادر نہیں ہوسکتا۔ پھر اللہ نے اسے اعضاء کی شکل میں جو انعامات دیئے ہیں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سمجھایا ہے کہ انہی ظاہری اور باطنی قوتوں سے مال ودولت جمع کرتا ہے۔ لیکن اللہ کی شکرگذاری کی ایک لہر بھی اس کے دل میں نہیں اٹھتی...... پھر بتایا ہے کہ اللہ کی شکرگذاری کیا ہے:

(۱) غلاموں کو غلامی کی بیڑیوں سے نجات دلانا۔

(۲) یتیموں اور مسکینوں کی ہر طرح سے اعانت، خصوصاً عسرت اور تنگی کے زمانہ میں مسکین کو کھلانا۔

(۳) آپس میں حق کی وصیت اور مشکلات پر صبر کی تلقین۔

سورہ شمس

نام: شمس سورج کو کہتے ہیں، سورت کی ابتدا یوں ہوئی ہے: ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: سورج اور اس کی روشنی گواہ ہیں۔

زمانہ نزول : یہ سورت بھی مکی دور کے ابتدائی زمانے کی سورتوں میں سے ہے۔

مضامین : اس میں سورج، چاند، دن، رات، آسمان اور زمین اور انسانی فطرت کی بناوٹ کو توحید کے لئے شہادت کے طور پر پیش کیا ہے۔ نیز اس انداز سے سورت شروع کرنے میں اشارہ اس بات کی طرف بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر وہ صفات جمع کی ہیں جو اس کی دیگر مخلوقات میں سے اضداد کے اندر ہیں۔ مثلاً سورج، چاند، رات اور دن، آسمان اور زمین کی صفات کو اس کے اندر جمع کیا ہے اور یوں بتایا گیا ہے کہ نفس انسان کو بڑے کمال کے مرتبہ پر پیدا کیا گیا ہے اور مزید برآں اس کو وحی کی روشنی بھی عطا کی گئی تو اب

جو انسان ان کمالات کو ترقی دیتا ہے وہ فلاح پاتا ہے اور جو ان کو نشو ونما نہیں دیتا وہ انجام کار ناکام ہو جاتا ہے اور الشمس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ جس طرح عالم جسمانی و مادی کے لئے روشنی کا مرکز سورج ہے۔ اسی طرح اخلاقی و روحانی عالم کے لئے ذات رسالت مآب ﷺ سورج کی طرح ہیں کہ آئندہ اخلاق و روح کی ساری روشنیاں آپ کی ذات بابرکات ہی سے پھیلیں گی، اور جس طرح چاند سورج سے اکتساب نور کر کے روشن ہوتا ہے اسی طرح اتباع رسول ﷺ کے بعد ہی انسان کا قلب منور ہو سکتا ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا﴾

اس کی ابتدائی دس آیتوں میں قدرت کے کچھ مناظر اور پھر ایک تاریخی واقعے سے استدلال کرتے ہوئے کہ کامیابی صرف اور صرف اعمال صالحہ ہی ہیں۔

پھر بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی فطرت اور اس کے وجدان میں خدا کے اقرار اور انسان کے لئے بھلائی اور برائی کی باتیں سمجھ جانا رکھ دی ہیں۔ اس بناء پر جو لوگ اپنی فطرت اور اپنے وجدان کی آواز پر کان دھرتے ہیں اور اپنے نفس کو برائیوں سے پاک رکھتے ہیں، وہ فلاح پائیں گے ورنہ نامرادی ملے گی۔ اسکے بعد تاریخی شہادت کے طور پر قوم ثمود اور اسکی نافرمانیوں اور اس کی ہلاکت کا تذکرہ ہے۔

سورہ لیل

نام : لیل رات کو کہتے ہیں: ﴿وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: گواہ ہے رات جب وہ پردہ پوش ہو جاتی ہے۔

زمانہ نزول : سورہ اعلیٰ کے بعد اس سورت کا نزول ہوا۔

مضامین : اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح رات اور دن یکساں نہیں، اسی طرح اللہ کی راہ میں نیکی کی راہ پر قدم اٹھانے والا اور دین کو سربلند کرنے والا اور وہ جو حق کی تکذیب کرتا ہے اور اسلام کی راہ روکتا ہے دونوں یکساں نہیں ہو سکتے، اور جب دونوں یکساں نہیں ہو سکتے تو دونوں کے اعمال کے نتائج بھی کس طرح یکساں ہو سکتے ہیں۔

رکوع نمبر ۱: ﴿وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾

اس سورت میں رات اور دن اور مرد و عورت کے وجود سے استشہاد کرتے ہوئے کہ اعمال اختلاف میں

کامیابی صرف اسی کو نصیب ہوتی ہے جو تقویٰ کی راہ اختیار کرتا ہے اور جو اللہ کی تعلیم کا انکار کرتا ہے وہ ناکام و نامراد رہتا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ انسانی کوششیں مختلف ہیں، کچھ لوگ تو تقویٰ اور قرآن کی بتائی ہوئی راہ پر چلتے ہیں اور کچھ ان سے بے پرواہ ہو کر خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے زندگی گذارتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ کنجوسی نہیں کرتے۔ اللہ کے دین کو سربلند کرنے میں اپنے مال ومتاع کو خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت میں فوز وفلاح ہے اور جو لوگ بخل سے کام لیتے ہیں اور ہدالت الٰہی کی تکذیب کرتے ہیں، انجام کار ان کی مال و دولت ان کے کام نہ آئے گی اور ذلت ونامرادی کی جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

سورہ ضحیٰ

نام: "ضحی" دن کی روشنی کو کہتے ہیں، سورت کی ابتدا یوں ہوئی ہے ﴿وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: دن کی روشنی گواہ ہے اور رات جب سکون والی ہو۔

زمانہ نزول: سورہ فجر کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: رکوع کا جو خلاصہ آگے آ رہا ہے وہی اس سورہ کا مضمون ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَاقَلٰی﴾

اس میں چڑھتے ہوئے دن اور تاریک رات کی شہادت سے حضور ﷺ کی زندگی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ اللہ نے کس طرح حضور ﷺ پر اپنے فضل وکرم کا سایہ رکھا کہ آپ یتیم تھے، خدا نے آپ کو پناہ دی۔ آپ پر ہدایت کی راہ کھول دی، آپ کی تنگدستی کو دور فرمایا۔ ساتھ ہی مستقبل میں مزید انعامات کے وعدے ہیں۔ پھر حضور ﷺ کو اور آپ ﷺ کے واسطے سے امت مسلمہ کو ہدایت دی گئی ہے کہ یتیم سے نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ سائل کو جھڑکنا نہ چاہئے۔ خدا کے احسانات کا شکر ادا کرتے رہنا چاہئے۔

سورہ انشراح

نام: "انشراح" کھولنے کو کہتے ہیں، سورت کی ابتدا یوں ہوئی ہے: ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ﴾ اسی سے نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا۔

زمانہ نزول : سورۃ الضحیٰ کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : رکوع کا جو خلاصہ آگے آرہا ہے وہی اس سورت کا مضمون ہے۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ﴾

اس سورت میں حضور ﷺ کے روحانی کمالات کو بصورت سوال بیان کیا ہے کہ کیا اللہ نے آپ کے سینے کو نہیں کھول دیا۔ کیا آپ پر ذمہ داریوں کا جو بار گراں تھا، اسے نہیں اتار دیا گیا اور آپ کے ذکر خیر کا غلغلہ بلند کر دیا گیا۔ پھر حضور ﷺ کو تعلیم دی گئی کہ جب آپ رسالت کے فرائض (تبلیغ ودعوت) سے فراغت پایا کریں تو اللہ کی طرف توجہ فرمایا کریں۔

سورۃ التین

نام: "تین" انجیر کو کہتے ہیں سورت کی ابتدا یوں ہوئی ﴿وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنَ﴾ اس سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: انجیر اور زیتون گواہ ہیں۔

زمانہ نزول : سورہ بروج کے بعد اس کا نزول ہوا۔

مضامین : اس سورت میں انجیر اور زیتون یعنی زنجیر اور زیتوں والی سرزمین اور طور اور مکہ کو اس بات کی شہادت میں پیش کیا گیا ہے کہ انسان فطرت ووجدان میں توحید کی طلب رکھی گئی ہے۔ مزید برآں اس کی اخلاقی وروحانی تربیت کے لئے وحی ونبوت کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے، لیکن انسان نہ اپنی اندرونی آواز پر کان دھرتا ہے اور نہ وحی ونبوت سے اکتساب فیض کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اس کو نامرادی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نیز تین وزیتون اور طور سے سلسلہ موسوبہ کی طرف اشارہ بھی ہوسکتا ہے۔ وہ یہ کہ اہل کتاب پر اللہ نے مسلسل احسانات و انعامات کئے، مگر انہوں نے ناشکری کر کے ذلت ونامرادی کو پسند کیا، اسی طرح معمار کعبہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے کعبہ کو کس مقصد کی خاطر بنایا، مگر کعبہ والی سرزمین کے رہنے والے اخلاق وعمل کے کتنے پست ہو چکے ہیں۔ نیز بعض اور اشارات اس سورت کے خلاصہ میں ملیں گے۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ﴾

اس میں انجیر اور زیتون یعنی انجیر وزیتون والی سرزمین۔ شام اور طور مکہ کی قسم کھائی گئی ہے۔ یعنی ان سے شہادت پیش کی گئی ہے کہ انسان بہترین حالت پر پیدا کیا گیا۔ پھر اس نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری اور

پستی کے غار میں جا پڑا۔ اس سے وہی لوگ محفوظ رہے جو ایماندار تھے اور عمل صالح پر کار بند رہے۔ شام کی سرزمین سے مراد ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ انبیاء کی دعوت کی سرزمین طور سے ظاہر ہے۔ دعوت موسوی مراد ہے اور شہر مکہ سے نزول قرآن کی سرزمین مطلب یہ کہ یہ ساری سرزمینیں گواہی دیتی ہیں کہ انسان نے اپنی شامت کو خود بلایا، ورنہ اللہ نے اس کی فطرت اور وجدان کو نہایت عمدہ حال میں پیدا کیا ہے، کوئی وجہ نہیں کہ انسان اس سے کام لے پھر وہ توحید کا اقرار نہ کرے۔

سورہ علق

نام : "علق" جمے ہوئے خون کو کہتے ہیں سورت کی دوسری آیت ہے:﴿خَلَقَ الانْسَانَ مِنْ عَلَق﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: اللہ نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔

مضامین : اس سورت کی ابتدائی پانچ آیتیں سب سے پہلی وحی ہے جو حضور ﷺ پر غار حرا میں نازل ہوئی، اس سورت میں اللہ کی ربوبیت کے لئے بطور دلیل کے انسان اور اس کی پیدائش اور انسان کے بعض دیگر انعامات خداوندی کا تذکرہ کرتے ہوئے توحید کی دعوت دی گئی ہے۔ اس کے لئے جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے وہ رکوع کے خلاصہ کے موقع پر معلوم ہو جائے گا۔

رکوع نمبر ۱ :﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الانْسَانَ مِنْ عَلَق﴾

اس سورت میں حضور ﷺ سے ارشاد ہوا ہے کہ اپنے اس رب کے نام سے پڑھئے جو سب کا خالق ہے، جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، اور جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ کچھ بتایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ پھر بتایا کہ اتنے احسانات الٰہی کی باوجود انسان سرکشی کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو سارے قیود وحدود سے آزاد سمجھتا ہے۔ حالانکہ سب کو ایک دن اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے۔ پھر ایسے سرکشوں کو متنبہ کیا گیا ہے جو تبلیغ دین سے روکتے ہیں، جب حضور ﷺ نماز پڑھتے تو نہ پڑھنے دیتے، حالانکہ رسول ﷺ ہدایت پر ہیں اور دوسروں کا بھی بھلا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد قرآن کے مخالفین کو قیامت کی پکڑ سے ڈرایا گیا ہے اور آخر میں حضور ﷺ کو بارگاہ الٰہی پر سجدہ ریز ہونے اور قربت خداوندی حاصل کرنے کی ہدایت ہے۔

سورہ قدر

نام: ﴿اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ﴾ سے سورت کی ابتداء ہوئی ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔
ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔

زمانہ نزول : سورہ عبس کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : پوری سورت قرآن کی عظمت اور اس کے نزول کی شب کی عظمت وفضیلت کے بیان پر مشتمل ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ﴾

اس سورت میں اس کا اعلان ہے کہ قرآن شب قدر میں اتارا گیا۔ پھر شب قدر کی یہ فضیلت بیان ہوئی ہے کہ وہ ہزار راتوں سے افضل ہے۔ اس رات کو صبح تک فرشتے زمین پر رحمت وسلامتی لیکر اترتے رہتے ہیں۔

سورہ بینہ

نام : سورہ کی پہلی آیت میں البینہ کا لفظ آیا ہے۔ اسی کو علامتی نام قرار دے دیا گیا ہے۔

مضامین : سورہ کا مضمون آنے والے اپنے موقع سے معلوم ہو جائے گا۔

رکوع نمبر ۱: ﴿لَمۡ يَكُنِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾

" البینہ" ایسی روشن چیز جو خود اپنی حقیقت پر دلالت کرے۔ گویا آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ چنانچہ اس سورہ میں بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی بذات خود رسالت کی ایک روشنی دلیل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نہایت پاکیزہ اخلاق وعمل کی طرف دعوت دینے والی آیتیں لوگوں کو سناتے ہیں اور دین کی یہ دعوت نئی نہیں، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر سارے رسولوں کی یہی دعوت رہی۔ لیکن اہل کتاب نے روشن دلیل آنے کے بعد خود اختلافات کئے۔ حالانکہ انہیں اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کے لئے حکم دیا گیا تھا۔ نماز اور زکوٰۃ کا حکم تھا۔ پھر بتایا ہے کہ کفر وشرک کرنے والوں کا انجام دوزخ کی آگ ہے اور ایمان وعمل صالح سے وابستہ لوگوں کے لئے جنت ہے۔ رضائے الٰہی ہے اور یہ سب اس لئے کہ ایسے لوگ ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

سورہ زلزال

نام : سورہ کی ابتداء یوں ہوئی ہے: ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔
ترجمہ: جب زمین اپنا ہلانا ہلاتی جائے گی۔

مضامین : یہ سورہ قیامت اوراس کی ہولنا کیوں کے بیان پر مشتمل ہے۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا﴾

اس سورہ میں قیامت کا ذکر ہے کہ جب وہ آئے گی تو نہایت خوفناک زلزلہ آئے گا۔ زمین وہ سب اگل دے گی جواس نے اپنے پیٹ میں رکھ چھوڑا ہے۔ اور انسان بدحواس ہوکر کہے گا کہ یہ کیا ہوگیا؟ اس دن ہر شخص کے سامنے ہروہ چیز آجائے گی، جواس نے دنیا میں کی ہوگی۔ ایک ایک ذرہ نیکی اور ایک ایک ذرہ برائی اپنے سامنے پائے گا، جواس نے اپنے عمل سے کمایا ہوگا۔

سورہ عادیات

نام : "عادیات" دوڑنے والے گھوڑے کو کہتے ہیں ﴿وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: گواہ ہیں سرپٹ دوڑنے والے گھوڑے۔

مضامین : اسی سورہ کا مضمون رکوع کے خلاصہ کے موقع پر معلوم ہوجائے گا۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحًا﴾

اس سورت میں انسان کی ناشکری پر دوڑنے والے گھوڑوں سے شہادت دلائی گئی ہے کہ گھوڑا ایک جانور ہے، لیکن وہ اپنے مالک کا اس قدر فرماں بردار ہوتا ہے کہ اس کے ذرا سے اشارے پر بے تحاشا دوڑتا ہے۔ سخت سے سخت مقامات میں گھس جاتا ہے۔ شدید سے شدید معرکوں میں مالک کی وفاداری کرتا ہے، لیکن انسان؟ اس پر اس کے مالک وخالق نے اتنے احسانات کر رکھے ہیں مگر ناشکری کرتا ہے اور اپنے مالک کی وفاداری سے بے پرواہ ہوکر من مانی کرتا ہے۔ اس کے بعد موت کے بعد کی زندگی یاد دلائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس دن ساری ناشکریوں اور نافرمانیوں کی پاداش میں جو سزا ہوگی وہ بہت سخت ہوگی۔

سورہ قارعہ

نام :"قارعہ"، یعنی دھماکا۔ ﴿اَلْقَارِعَةُ مَاالْقَارِعَة﴾ کے جملہ سے شروع ہوئی ہے، اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

مضامین :اس سورہ میں بھی قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا بیان ہے تاکہ انسان کے دل میں خوف الٰہی اور خوف آخرت پیدا ہو۔

رکوع نمبر ۱ :﴿اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَة وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَة﴾

اس سورہ میں قیامت کا ذکر ہے کہ اس دن سخت دھماکا ہوگا انسان مرے ہوئے پروانوں کی طرح بکھرے پڑے ہوں گے۔ پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح مارے مارے پھر رہے ہوں گے۔ اس دن جس کی نیکیاں وزن میں زیادہ ہوں گی، وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور جس کا نامہ اعمال ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہوگا۔

سورہ تکاثر

نام :﴿ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ﴾ کے جملہ سے سورت شروع ہوئی ہے۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

تکاثر کہتے ہیں زیادتی اور کثرت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کے لئے دوڑ کو۔

مضامین: اس سورت میں بتایا گیاہی کہ انسان دنیوی آسائشوں اور مال وسرمایہ کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتا ہے اور یہ دوڑ اور مسابقت اس کے لئے ہلاکت وتباہی کی طرف لے جاتی ہے۔

رکوع نمبر ۱ :﴿اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو مال ودولت اور دنیوی خوشحالیوں کی کثرت ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔ کیونکہ وہ عاقبت سے غافل ہوجاتا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ گھبراؤ نہیں۔ قبر تمہاری منتظر ہے۔ پھر دیکھ لوگے کہ وہ جہنم سے کس طرح تمہیں نگلنے کے لئے بڑھ رہی ہے، جس سے تم بے فکر تھے اور پھر تم سے ان نعمتوں کے سلسلہ میں باز پرس ہوگی جن کو بے موقع اور بے جا صرف کیا اور دنیوی عیش وعشرت پر لگادیا۔

سورہ عصر

نام :"عصر" بمعنی زمانہ،﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الانْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾ سے سورہ کی ابتداء ہوئی ہے۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: زمانہ گواہ ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے۔

زمانہ نزول : سورہ الم نشرح کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : تین آیتوں میں قوموں کے عروج وزوال کا فلسفہ بتادیا ہے اور اقوام کے عروج وزوال کی ساری تاریخ کے اسباب کو سمو دیا گیا ہے۔

رکوع نمبر ۱ :﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الانْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾

اس سورہ میں زمانہ کو شہادت میں پیش کیا گیا ہے کہ وہ گواہ ہے کہ انسان ہمیشہ گھاٹے میں رہا سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، عمل صالح کیا اور حق کی تبلیغ اور آپس میں صبر وثبات کی تلقین کی۔

سورہ ہُمزہ

نام :"ھُمز" کچوکے لگانے کو کہتے ہیں، سورہ ﴿وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ سے شروع ہوتی ہے۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: تباہی ہے ہر کچوکے لگانے والے عیب چینی کرنے والے کے لئے۔

زمانہ نزول : سورہ قیامت کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : اس سورہ میں ان لوگوں کو دکھایا گیا ہے جو مال وسرمایہ کی کثرت کی بناء پر انسانیت کی ساری صفات اور تقاضے لیٹ کر رکھ دیتے ہیں اور اپنی گفتار ورفتار سے، اپنی چال ڈھال سے اور اپنے عمل کے ہر انداز سے دوسرے بندگان خدا کو ذلیل سمجھتے اور کرتے ہیں۔ ان کے دلوں پر کچوکے لگاتے ہیں۔ ان پر طرح طرح کے مظالم توڑتے ہیں، پھر ایسے لوگوں کا جو حشر ہوگا اس کا بیان ہے۔

رکوع نمبر ۱ :﴿وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَةٍ لُّمَزَةِ الَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَہٗ﴾

اس سورہ میں عیب جوئی کرنے والوں، غیبت کرنے والوں، مال و دولت کو سمیٹ سمیٹ کر رکھنے والوں کے لئے خرابی اور شامت کا اعلان ہوا کہ ایسے لوگ نار جہنم کی خوراک بنیں گے۔

سورہ فیل

نام :"فیل" ہاتھی کو کہتے ہیں، سورہ یوں شروع ہوئی ہے۔﴿اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِأَصْحَابِ الْفِیْلِ﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا تھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟۔

مضامین: اس سورہ کا جو مضمون ہے وہ رکوع کے خلاصہ میں معلوم ہو جائے گا۔

رکوع نمبر ۱ :﴿اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِأَصْحَابِ الْفِیْلِ﴾ اس سورت میں حبشہ کے بادشاہ ابرھہ کی فوج کا تذکرہ ہے کہ وہ ایک لشکر کے ساتھ خانہ کعبہ ڈھانے کے لئے آیا، ہاتھیوں کی قطار اس کے ساتھ تھی، مگر اللہ نے اپنے گھر کی خود حفاظت کی اور چڑیوں کے جھنڈ کو حکم دیا اور اس نے کنکروں کی بارش کر کے ابرھہ کا سارا لشکر تباہ کر دیا۔ اس سے یہ سبق دیا گیا ہے کہ حق کی مخالفت کرنے والوں کو تباہ کرنے کے لئے اللہ کی جو فوج ہے اسے انسان سمجھ ہی نہیں سکتا۔ چڑیا جیسی مخلوق سے وہ حق کے دشمنوں کے خاتمہ کرا دیتا ہے۔

سورہ قریش

نام :﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ﴾ سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : سورہ التین کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : اس سورہ کا مضمون کا بھی وہی ہے جو رکوع کے خلاصہ کے موقع پر ذکر کیا جائے گا۔

رکوع نمبر ۱ :﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّیْفِ﴾

اس سورہ میں سمجھایا گیا ہے کہ قریش کو اللہ کے گھر خانہ کعبہ کی وجہ سے دنیوی وجاہت حاصل رہی ہے اور ہے، ان کو تجارتی قافلے جو سردیوں اور گرمیوں میں دوسرے مقامات پر جاتے ہیں، محض اس بناء پر ڈاکوؤں اور رہزنوں سے محفوظ رہتے ہیں کہ وہ خانہ کعبہ کے متولیوں کا قافلہ ہے۔ لیکن قریش کو جو اعزاز حاصل ہے۔ اس پر بجائے اس کے کہ خانہ کعبہ میں وہ توحید کے تقاضوں کے مطابق عبادت کریں۔ انہوں نے توحید کا بھی انکار

کرڈالا اور کعبہ کو بتوں سے نجس کئے ہوئے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ رب کعبہ کی عبادت کریں۔ توحید اختیار کریں۔ شرک وکفر سے کنارہ کش ہو جائیں۔

سورہ ماعون

نام : سورہ کا اختتام اس جملہ پر ہوا: ﴿ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُون ﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے، "ماعون" برتنے کی چیز کو کہتے ہیں۔

ترجمہ: جو ماعون کو روکتے ہیں۔

زمانہ نزول : سورۃ التکاثر کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : اس سورت سے مقصود یتیموں، بے کسوں اور بے سہارا لوگوں کی امداد و اعانت پر ابھارنا، انسانیت کی ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنا اور نماز کی پابندی کی تاکید ہے دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری کی تاکید ہے اور یہ کہ رسول جس راہ کی طرف بلا رہے ہیں وہ یہی انسانیت کی فلاح کی راہ ہے۔ لیکن اس کے لئے جو اسلوب اختیا کیا گیا ہے وہ رکوع کے خلاصہ کے موقع پر معلوم ہو جائے گا۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿اَرَءَ يْتَ الَّذِیْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ﴾

اس سورہ میں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ یتیم کو دھکے دیتے ہیں، جو مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے، جو نماز میں غفلت کرتے ہیں، ریاکاری سے کام لیتے ہیں، برتنے کی چیزوں کو مستعار نہیں دیتے وہ دراصل قیامت کو جھٹلاتے ہیں۔ انہیں آخرت کا خوف ہوتا تو ایسی حرکتیں نہ کرتے۔

سورہ کوثر

نام : ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ سے سورہ کی ابتداء ہوئی ہے، اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: اے رسول! ہم نے تمہیں کوثر عطا کیا ہے۔

زمانہ نزول : سورہ عادیات کے بعد نازل ہوئی۔

کوثر جنت کی اس نہر کا نام ہے جس سے تمام نہریں نکلتی ہیں اور وہ حضور ﷺ کے لئے خاص ہے۔ نیز کوثر کے معنی خیر کثیر کے بھی ہیں۔

مضامین : سورہ کا مضمون اس کے خلاصہ کے بیان کے موقع پر معلوم ہو جائے گا۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

جاہلیت میں دستور تھا کہ جس کی نرینہ اولاد ہوتی، وہی قربانی کرتا۔ حضور ﷺ کے صاحبزادے کی وفات ہوگئی تو مخالفین نے کہنا شروع کیا کہ اب ان رسول ﷺ کا (نعوذ باللہ) نام ونشان ختم ہو جائے گا، یعنی آگے نہ ان کی نسل چلے گی اور نہ ان کا نام باقی رہے گا اور قربانی بھی نہیں کر سکتے۔ اس پر سورہ نازل ہوئی اور کہا کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ کوثر کے بہت سے معانی ہیں۔ حوض کوثر بھی، اور بہت زیادہ بھلائیاں بھی۔ سب معنوں کے لحاظ سے آپ کو کوثر عطا ہوا۔ لہذا آپ نماز پڑھیں، قربانی کریں، اور آپ کے دشمن ہی بے نام ونشان ہو کر رہیں گے اور آپ کے نام کا غلغلہ قیامت تک بلند رہے گا۔

سورہ کافرون

نام : ﴿قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ سے سورہ کی ابتداء ہوئی ہے، اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول : سورہ ماعون کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین : اس سورہ کا مضمون بھی سورہ کے خلاصہ کے موقع پر معلوم ہو جائے گا۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾

اس سورہ میں رسول ﷺ کو خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ آپ اعلان کر دیں کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کر سکتے اور اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی تہذیب و معاشرت اختیار نہیں کر سکتے۔ اے کافرو! تمہارا دین تمہیں مبارک ہو، میرا دین میرے لئے ہے۔

سورہ نصر

نام : سورہ کی ابتدا یوں ہوئی ہے۔ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: جب اللہ کی مدد ختم ہوگئی۔

زمانہ نزول : سورہ توبہ کے بعد نازل ہوئی، قرآن کے سب سے آخر میں جو کامل سورہ نازل ہوئی ہے وہ یہی ہے۔

مضامین : اس سورہ کا مضمون اور تعلیمات بھی سورہ کے خلاصہ کے موقع پر آ جائے گا۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ﴾

اس سورہ میں اسلام کے غلغلہ کا ذکر ہے کہ اللہ کی مدد آ گئی۔ مکہ فتح ہو گیا اور لوگ جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش ہو رہے، پھر یہ تعلیم دی ہے کہ یہ موقع جشن و شادیانے کا نہیں ہے، بلکہ اللہ کی حمد و تسبیح کا ہے اور استغفار کا ہے اس طرح مسلمانوں کو سبق دیا گیا ہے کہ وہ انتہائی جوش مسرت کے عالم میں بھی خدا کو نہ بھولیں۔

سورہ لہب

نام : سورہ کی ابتداء یوں ہوئی ہے۔ ﴿تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوئے اور وہ ہلاک ہوا۔

زمانہ نزول : مشہور واقع ہے کہ کوہ صفا پر چڑھ کر حضور ﷺ نے اہل مکہ کو پکارا، جب سرداران قریش جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے توحید کی دعوت دی۔ یہ سن کر ابولہب نے کہا تھا ﴿**تبالک ماجمعتنا الا لھذا**﴾ (تو (نعوذ باللہ) ہلاک ہو، تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا؟) اس پر یہ سورہ نازل ہوئی۔

مضامین : اس سورہ سے مقصود یہ بتانا ہے کہ جو شخص دین اسلام کے حق میں ابولہب بنتا ہے اس کا انجام ہلاکت ہوتا ہے۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا کَسَبَ﴾

اس سورہ میں ابولہب اور اس کی بیوی کی اسلام دشمنی کی بناء پر ہلاک ہونے اور قیامت میں جہنم کے حوالہ کئے جانے کا ذکر ہے۔

سورہ اخلاص

نام : اس سورہ میں لفظ اخلاص تو نہیں ہے، مگر چونکہ اس میں توحید کو ہر قسم کے شرک سے خالص کر کے بیان کیا گیا ہے، اس لئے یہ نام رکھا گیا ہے۔ اس میں بت پرستی، کفر، عیسائیت، غرض ہر طرح کے شرک کی تردید کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۱: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد اَللّٰهُ الصَّمَد﴾

اس سورہ میں توحید کا سبق ہے کہ اللہ ایک ہی ہے۔ وہ بے نیاز ہے، وہ اولاد اور شریکوں سے پاک ہے اور نہ کوئی اس کے ماں باپ ہیں اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

سورہ فلق

نام: سورت کی ابتدا ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: کہہ دو، میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں سے ہوئی۔

زمانہ نزول: سورۃ الفیل کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ کا مضمون اور اس کی تعلیم و سبق سورہ کے خلاصہ سے معلوم ہو جائے گا۔

رکوع نمبر ۱: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾

اس سورہ میں حضور کے واسطے سے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہر قسم کی بدی سے محفوظ رہنے کے لئے صرف اللہ کی پناہ پکڑنی چاہئے، وہی سب کا خالق ہے اور سب پر وہی غالب ہے۔ کوئی جادو وغیرہ اس کی قدرت و حکم کے مقابلہ کا اثر نہیں رکھتا، حاسد کا حسد خدا کی پناہ لینے والوں پر اثر نہیں کر سکتا۔

سورہ ناس

نام: سورت کی ابتداء یوں ہوئی ہے۔ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

ترجمہ: کہہ دو، میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

زمانہ نزول: سورۃ الفلق کے بعد نازل ہوئی۔

مضامین: اس سورہ کا مضمون اور اس کی تعلیم و سبق بھی سورہ کے خلاصہ سے معلوم ہو جائے گا۔

رکوع نمبر ۱ : ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ﴾

اس سورہ میں رسول ﷺ کے واسطہ سے تعلیم دی گئی ہے کہ سارے انسانوں کا رب اللہ ہی ہے، وہی حاکم اصلی ہے، وہی سب کا معبود ہے، لہذا اسی کے پاس پناہ پکڑنی چاہیے۔

پھر بتایا کہ دلوں میں وسوسہ ڈالنے والے انسان بھی ہوتے ہیں، جنات بھی۔ یعنی شیطان بھی۔ لہذا وسوسہ ڈالنے والوں کی شرارتوں سے بھی خدا ہی کی پناہ پکڑنی چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ دل میں صرف خدا کی حکومت کا تصور رکھنا چاہیے اور دل کو ہر وقت خدا سے لو لگانے والا بنانا چاہیے۔ اس طرح کسی انسان یا شیطان کو موقع نہ ملے گا کہ وہ وسوسہ ڈال سکے۔

صدق اللہ العظیم